صُورِ اسرافیل
بعنوان
مُصطفوی انقلاب
مُرتضوی نظام
شیخ المشائخ حضرت علامہ
جیلانی چاندپوری مدظلہ
کے
خطبات سے اقتباسات
4177
4177

Marfat.com

محترمی! کتاب "صور اسرافیل" پیش خدمت ہے۔
مطالعہ فرما کر اپنی رائے سے حلقۂ علویہ کے پتہ پر مطلع
فرمائیں۔ بعدہ اس کتاب کو کسی مذہبی ذہن کے حامل
صاحب ذوق تک پہنچا کر اس کا حق ادا فرما دیں۔
بندہ ممنون ہوگا۔ وجاہت حسین صدیقی علوی القادری
بی۔ ای (الیکٹریکل)

UNIVERSITY OF THE PUNJAB

PUNJAB
UNIVERSITY
LIBRARY
LAHORE

CLASS NO ....

BOOK NO ....

S-369—Punjab University Press 10,000—29-1-2003

Marfat.com

صورِ اسرافیل

بعنوان

انقلابِ مصطفیٰ و نظامِ مرتضیٰ

سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ

جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی

کے

خطبات سے اقتباسات

مرتبہ

وجاہت حسین صدیقی علوی القادری

بی۔ ای (الیکٹریکل)

4177

Marfat.com

ناشر
حلقۂ علویہ، سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ
۸/۲۸۰ عزیز آباد، فیڈرل بی ایریا، کراچی نمبر ۳۸
فون : ۶۸۱۵۵۱

87462

قیمت
اُردو ایڈیشن .... ۱۸ روپے
انگلش ایڈیشن .... ۲۵ روپے
مطبوعہ ---------- سہیل پریس کراچی

:- ملنے کا پتہ :-
وجاہت حسین صدیقی علوی القادری
۴/۳۲ کلیٹن کوارٹرز، جہانگیر روڈ ۲ کراچی نمبر ۵

منصور عالم علوی القادری
آفس سیکریٹری المرکز المشائخ الاسلام
۴/۲۸ عامل کالونی ۲، جمشید روڈ (BYJ روڈ) کراچی نمبر ۵

Marfat.com

فہرست مضامین

6177

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	فاعتبروا یا اولی الابصار	۷
۲	عرض مرتب	۹
۳	شجرہ طیبہ	۱۰
۴	اعلائے کلمتہ الحق	۱۶
۵	**ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان**	۴۸
۶	کیا مومنوں کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر کی طرف جھک جائیں	۶۲
۷	مسلمان اقوام عالم میں اپنے اسلاف کے قائم کئے ہوئے وقار سے اس لئے محروم ہو گئے ہیں کہ ان کا رابطہ ان کے رب سے منقطع ہو گیا ہے۔	۷۳
۸	اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار کے خلاف جنگ میں فتح و نصرت کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ ہتھیاروں کے استعمال کے ساتھ ذکر کثیر کرنے کا حکم دیا ہے۔	۸۳
۹	اللہ کی اطاعت میں آنے کے لئے اولی الامر یعنی شیخ طریقت مرشد کامل کی اطاعت لازم ہے	۹۷
۱۰	اللہ کا نور قلب میں اسی وقت آئیگا جب قلب صاف ہوگا اور قلب صاف اللہ کے ذکر ہی سے ہوتا ہے	۱۰۷
۱۱	اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی قوم سے ناخوش ہوتا ہے تو اس کے نوجوان گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں	۱۲۰
۱۲	اللہ رب العزت کے نزدیک انسانیت کے لئے معراج شرف و کمال یہ ہے کہ اولاد آدم نفس امارہ کی ہلاکت خیزی پر قابو پاکر کائنات سے خونریزی و فتنہ و فساد کا خاتمہ کر دے۔	۱۲۵
۱۳	توبہ گناہوں کی مغفرت اور نفس امارہ کی اصلاح کا ذریعہ ہے	۱۳۰
۱۴	دنیا کا ہر وہ کام جو سانسوں میں ذکر الٰہی کو آباد کر کے کیا جائے گا عین عبادت ہے۔	۱۳۸
۱۵	ایسے موحد جو صرف توحید ہی کے سہارے ایمان والے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں سچے مومن نہیں ہیں	۱۵۱
۱۶	ذکر الٰہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمام عبادات کی روح ہے۔	۱۵۴
۱۷	آج بھی اگر سمع (قوالی) کو عبادت جان کر اختیار کیا جائے تو اس کی نورانیت و روحانیت سے سینے انوار کے گنجینے بن سکتے ہیں۔	۱۵۸
۱۸	ذکر الٰہی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا متعدد بار کثرت سے کرنے کے احکامات نافذ فرمائے ہیں	۱۶۲
	انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ اور خلافت راشدہ	
۱۹	نسل انسانی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ نے انقلاب مصطفیٰ کے ذریعہ اس کو بدی کی دو عظیم طاقتوں یعنی نفس امارہ اور شیطان سے نجات دلا دی۔	۱۷۲

Marfat.com

۲۰ نظام مرتضیٰ کی حیثیت دین میں اساسی ہے ۱۷۶
۲۱ خلافت ارضی سے مراد خلافت رشد و ہدایت ہے ۱۸۱
۲۲ اسلام کے علاوہ جس قدر بھی مذاہب یا ادیان ہیں سب تباہی و بربادی کے راستے ہیں ۱۸۷
۲۳ نبوت کے ختم ہونے سے کار نبوت ختم نہیں ہوئے ۱۹۴
۲۴ معراج نہو کہ پر ایمان لانے والوں کے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ معراج کی حقیقت پر بھی ایمان رکھتے ہوں اور حضورؐ کے جسم اطہر کو اپنے جسموں کی طرح محض گوشت پوست کا مجموعہ بھی سمجھیں۔ ۲۰۴
۲۵ بغیر ذکر و فکر کے نماز کس طرح فواحشات و منکرات سے بچا سکتی ہے۔ ۲۰۹
۲۶ کتابوں کی بہتات سے مکاتیب فکر میں تو ضرور اضافہ ہوا ہے لیکن انسانوں کے گمراہ گروہوں کو حزب اللہ نہیں بنایا جا سکا۔ ۲۱۵

دین میں بیعت کی اہمیت اور مومن کی شان اور اسکی قرآنی شناخت

۲۷ انسان نے جب کبھی اپنی ناقص عقلی سائنس کی کسوٹی پر قدرت کے کرشموں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے وہ ہمیشہ حقیقت کے نور سے محروم ہو کر مادی عقل کے فتور میں مبتلا ہوا ہے۔ ۲۲۷
۲۸ اللہ کے مومن بندے وہ حضرات ہیں جو اللہ کی محبت کے نور سے اپنے ایمان کو منور کرتے ہیں۔ ۲۲۸
۲۹ مومن کو نور ایمان سے عقل و فراست اور مشاہدے سے علم حاصل ہوتا ہے ۲۳۱
۳۰ مومن کے ایمان کی بنیاد و انحصار عقل پر نہیں بلکہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے ۲۳۳
۳۱ کربلا میں حسینؑ کا کردار قرآن کریم کی مکمل عملی تفسیر ہے ۲۳۶
۳۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نور "عقل کی بینائی" ہے۔ اس نور کے بغیر عقل اندھی ہوتی ہے ۲۳۸
۳۳ مسلمانوں میں تمام بگاڑ اور خرابیاں اس وقت پیدا ہوئیں جب علمائے دین کہلانے والوں نے خلافت اور ملوکیت کے فرق کو نظر انداز کر کے دونوں کو ایک مقام پر لا کھڑا کیا۔ ۲۴۰
۳۴ بیعت کی اس حقیقت کو سمجھے بغیر کہ غیر اللہ سے بیعت شرک ہے "حسینیت اور کربلا کا راز" سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ ۲۴۳
۳۵ اہلبیت اطہار کے مظلومین میں مولا امام حسن علیہ السلام وہ واحد مظلوم ہیں جنکی مظلومیت کو نہ صرف دشمنوں نے چھپایا بلکہ دوستوں نے بھی بھلا دیا ہے۔ ۲۴۹
۳۶ یزید نے اپنی سلطنت کے لئے نہیں بلکہ مولا حسین علیہ السلام کے نانا جان کے "دین" کے لئے بیعت طلب کر کے اس سلسلہ پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ وہ اولی الامر بن جائے۔ ۲۵۲ ۲۶۶
۳۷ موجودہ دور میں بھی دنیا کو ہلاکت و تباہی سے بچنے کے لئے دین اسلام کا وہ واحد راستہ اختیار کرنا ہو گا جو تصوف کی اقدار کا حامل ہو۔ ۲۶۶
۳۸ شیخ المشائخ کے دورہ سری لنکا کے "تاثرات و مشاہدات" ۲۷۱

Marfat.com

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَار

4177

سلسلۂ عالیہ" قادریہ رزاقیہ علویہ" کے حلقہ" علوی القادری" کی کراچی میں تاسیس سے لے کر اب تک یہ طریقہ جاری ہے کہ حضور سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ کی حیثیت سے حضور اکرم نور مجسم فخر بنی آدم سرکار دو عالم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سالانہ جشن عید میلاد النبی کے افتتاحی اجلاس سے خطاب فرماتے ہوتے موضوع سخن کے طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام قرآن مجید فرقان حمید کے جس حصہ مبارک (ایک آیتہ یا چند آیات) کی تلاوت فرما کر اس کے علم کی روشنی سے سامعین و حاضرین کے قلوب کو منور فرماتے ہیں اسی حصہ کلام الہٰی کے مختلف پہلوؤں کو پورے ایک سال تک منعقد ہونے والی تمام محافل ذکر اور مجالس میلاد النبی و گیارہویں شریف میں اجاگر فرما کر نور کی بارش فرماتے اور فیضانِ معارف و حکمت کے موتی لٹاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس سال بھی جو پندرھویں صدی ہجری کا پہلا سال ہونے کی خصوصیت رکھتا ہے کلام الہٰی کے نویں پارہ سے سورۃ انفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی (تین) آیات کے نورانی خزانے لٹانے اور "ذکر الہٰی کے قرآنی فیضان" سے قلوب و ارواح کو گرمانے کا سلسلہ جشن عید میلاد النبی (ربیع الاول ۱۴۰۱ھ) کی سالانہ با برکت اور نورانی تقریب کے افتتاحی اجلاس کے خطاب سے فرمایا گیا جو پورے ایک سال (صفر المظفر ۱۴۰۲ھ تک) جاری رہا۔

اس حقیر پر تقصیر نے آغاز ہی سے "ذکر الہٰی کے قرآنی فیضان" کے ٹھاٹھے مارتے ہوئے سمندر کو حضور آقائی و مولائی سیدی و مرشدی مدظلہ العالی کے "خطبات

Marfat.com

مبارک" کے کوزے میں بند پایا تو دل چاہا کہ ان تقاریر کے ریکارڈ جو کیسٹ میں محفوظ کیے جاتے ہیں منتقل قرطاس کر کے اللہ رب العزت کے ارشاد اور دعوت کے مطابق کہ "فاعتبروا یا اولی الابصار" اہل بصیرت حضرات کی عبرت کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں۔ چنانچہ اپنی بے بضاعتی کے باوجود ذوق والہانہ سے مجبور ہو کر اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اسے تکمیل تک پہنچا کر اپنے محترم بھائی جناب وجاہت حسین صاحب صدیقی علوی القادری کہ جنہوں نے سال ماسبق بھی حضور مرشدی کے خطبات مبارک کو ترتیب فرما کر "صور اسرافیل" کے بامعنی عنوان سے مسمی کر کے فیضان قرآنی کو عام کرنے میں حصہ لیا تھا کی خدمت میں پیش کر دیا تاکہ وہ ترتیب و تزئین فرما کر "کلام الہٰی میں فیضان ذکر الہٰی" کو اولی الابصار کی عبرت کے لئے پیش فرمادیں۔ وما توفیقی الا باللہ

العبد المذنب —

محمد خلیق علوی القادری (بی۔اے، بی۔ایڈ)

غلام و خادم حلقہ" علوی القادری" سلسلۂ عالیہ، قادریہ رزاقیہ علویہ"

نائب مدرس، نیو کراچی گورنمنٹ سیکنڈری اسکول، کراچی

پتہ:۔ بلاک ۸۵، کوارٹر ۱۶

ایریا ۱۱۔ڈی، نیو کراچی

یہ کتاب صرف پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ غور و فکر کے لئے شائع کیجا رہی ہے

Marfat.com

عرضِ مُرتّب

"فاعتبروا یا اولی الابصار" کے زیر عنوان میرے برادر بزرگ جناب خلیق احمد صاحب علوی القادری نے اپنے جو جذبات قلمبند فرمائے ہیں انہیں پڑھ کر میرے قلب میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس عنوان کے تحت "عبرت" کا وہ حصہ جو "ذکر الٰہی اور اس کے قرآنی فیضان" کے سلسلہ میں اللہ رب العزت کے کلام بلاغت نظام قرآن کریم ذکر حکیم میں براہ راست ارشاد ہوا ہے اور جیسا کہ حضور آقائی و مولائی سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے جشن عید میلاد النبیؐ کے افتتاحی اجلاس کے خطاب میں بھی ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العزت نے لفظ "ذکر" مجموعی طور پر تقریباً ایکسو بارہ ۱۱۲ مقامات پر ارشاد فرمایا ہے (جس کی تفصیل یہ ہے کہ سب سے زیادہ یعنی تقریباً اکسٹھ ۶۱ جگہ لفظ "ذکر" کو "یاد اور ذکر" ہی کے معنی میں ارشاد فرمایا گیا ہے جبکہ چھیالیس ۴۶ مقامات پر "نصیحت اور عبرت" اور پانچ ۵ مرتبہ "کتاب حکیم قرآن کریم" کے معنی میں ارشاد فرمایا گیا ہے) ایمیہ کے ذریعہ جو اس عمل خیر اور بعمیل حکم ربانی کی حقیقی رہبری فرماتی ہیں باعثِ فروغ بصارت بنا دیا جائے۔ چنانچہ ان کی ترتیب اس طرح سے ہے کہ پہلے ان میں سے چند ایسی آیات مبارکہ معہ ترجمہ کے پیش کی گئی ہیں کہ جن میں "ذکر الٰہی" کے فیضان اور ذکر کرنے کے قرآنی فوائد مجملاً ارشاد ہوئے ہیں اور جن کی تفصیلات و تفہیم حضور مرشدی کے خطابات عالیہ میں موجود ہے۔ اس کے بعد ان آیات مقدسہ میں سے چند ایسی آیتہ تحریر کی گئی ہیں جن میں "ذکر الٰہی" نہ کرنے کا عذاب اور گمراہی کو مجملاً ارشاد فرمایا گیا ہے اور جن کی تفصیلات بھی ان خطبات میں موجود ہیں جو حضور سیدی و مرشدی نے مختلف محافل میں ارشاد فرمائے ہیں۔ وہوا ہذا

وجاہت حسین صدیقی علوی القادری
بی۔ ای (الیکٹریکل)

Marfat.com

ذکرِ الٰہی کے قرآنی فیضان اور ذکر کرنے کے فوائد:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ع

(سورۃ البقرۃ۔ آیۃ ۱۵۲)

پس تم میرا ذکر کرو اور میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو یعنی شکر ادا کرو اور (اس سے پھر کر) میری ناشکری نہ کرنا۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ ط فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝ (دوسرا پارہ۔ سورۃ البقرۃ آیۃ ۱۹۸)

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور جب عرفات سے لوٹو تو اللہ کا ذکر کرو مشعر الحرام کے پاس (سامنے) اور اس کا ذکر (اس طرح) کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی۔ اور بیشک اس سے قبل تم کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ط فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ (دوسرا پارہ۔ سورۃ البقرۃ۔ آیۃ ۲۰۰)

اور پھر جب حج کے مناسک پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے آباء کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

Marfat.com

(تیئسواں پارہ ، سورۃ الزمر آیۃ ۲۲)

Marfat.com

ذکر ہو جائے۔ اور جب انھوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اور اس کی طرف رجوع ہو گئے تو خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت رہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

(تیسواں پارہ۔ سورۃ الاعلیٰ۔ آیتہ ۱۴-۱۵)

اور

بیشک وہ فلاح کو پہنچا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ (پاک) کیا اور اپنے رب کے نام

پس اس نے نماز قائم کی۔

عَزَّ فَلَهٗ

کُنْتُمْ

ذکر الٰہی نہ کرنے کا عذاب اور گمراہی:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (پہلا پارہ، سورہ البقرہ، آیتہ ۱۱۴)

اور اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کے ذکر سے منع کرے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔ ان لوگوں کو نہیں پہونچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

ذِكْرًا فَ

مِنْ نحلہ

اد

کرتے

ہمیں دنیا

Marfat.com

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ
وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا
يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ
إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ
سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

(پانچواں پارہ، سورہ النسآء ۲۰ آیۃ ۱۴۲، ۱۴۳)

بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غفلت کی موت مارے گا اور جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بے دلی سے ہارے جی کے ساتھ لوگوں کے لئے دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر تھوڑا۔ بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں۔ نہ ادھر کے نہ ادھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ
حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ؀

(تیئسواں پارہ، سورۃ الزمر آیۃ ۲۲)

اور انہیں مت چھوڑو جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام (ہر وقت کثرت سے ذکر کرتے ہیں) اس کی رضا چاہتے ہیں تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر اگر تم انہیں چھوڑ دو تو ظالموں جیسے ہو جاؤ گے۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَوَيْلٌ
لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ؀

(تیئسواں پارہ، سورۃ الزمر آیۃ ۲۲)

Marfat.com

تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس جیسا ہو جائے گا جو سخت دل ہے تو خرابی ہے ان کی جن کے دل اللہ کا ذکر نہ کرنے سے سخت ہو گئے ہیں۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ
وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝

(۲۴ واں پارہ، سورۃ الزمر، آیۃ ۴۵)

اور جب اللہ وحدہ لاشریک کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ان کے دل سمٹ جاتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾
وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾

(۲۵ واں پارہ، سورہ الزخرف، آیۃ ۳۶، ۳۷)

جسے رتوندا آئے (آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے) رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں کہ وہ اس کا ساتھی بنا رہے اور بیشک وہ شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

Marfat.com

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ
وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ
قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ
فَاسِقُونَ ۝ (٢٧واں پارہ، سورۃ الحدید، آیۃ ١٦)

کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کے ذکر کی طرف اور اس حق کے لئے جو اترا اور ان جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر جب کچھ مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ
حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

(٢٨واں پارہ، سورہ المجادلہ، آیۃ ١٩)

شیطان جب ان پر غالب آجاتا ہے تو وہ انہیں اللہ کا ذکر کرنا بھلا دیتا ہے اور وہ لوگ شیطان کی جماعت بن جاتے ہیں بیشک شیطان کی جماعت خسارہ میں ہے۔

Marfat.com

اعلائے کلمۃ الحق

"صور اسرافیل" کے سلسلہ کی پہلی کتاب "عِلمُہٗ مِنَ الکتٰب" کے موضوع پر حضور آقائی و مولائی سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی کے خطبات سے اخذ کردہ اقتباسات پر مشتمل تھی۔ اس کتاب نے اہل علم و دانش کے حلقۂ فکر میں شاندار مقبولیت اور لازوال شہرت حاصل کی جس سے حلقۂ علویہ اور راقم الحروف کی ہمت و حوصلہ کو بہت زیادہ تقویت حاصل ہوئی۔ اسی ہمت و حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ اس سلسلہ کی دوسری شاندار پیشکش کی جسارت کا جذبہ ہمارے قلب و ذہن میں انگڑائیاں لینے لگا اور اسی جذبۂ صادق نے رہبری کر کے ہمیں اس قابل بنایا کہ سال گذشتہ کے خطبات کے اقتباسات کو جمع کر کے مذہبی ذوق رکھنے والوں کے استفادہ کے لئے کتابی صورت میں شائع کر سکیں۔ لہٰذا صور اسرافیل کے سلسلہ کی دوسری کتاب شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی کے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان اور انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ" کے موضوع پر عطا کردہ خطبات کے اقتباسات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں "خطبات کے اقتباسات" کو ذرا تفصیل کے ساتھ جمع کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ پورے ایک سال کی کاوشوں کے نتیجہ میں یہ کتاب "اعلائے کلمۃ الحق" کا بہترین مجموعہ بن گئی ہے۔ اس دور میں جبکہ تمام تر انسانی قدریں پامال ہو چکی ہیں اور انسانی ضمیر مکمل طور پر مردہ ہو چکا ہے اگر اللہ کی اس مخلوق کو جھنجھوڑ کر اس کے ضمیر کو زندہ کرنے اور اسے اپنے رب کی طرف لوٹانے کی کوشش کے طور پر "اعلائے کلمۃ الحق" کو "صور اسرافیل" سے تشبیہ دینا درست اور پسندیدہ سمجھا جاسکے تو یقیناً یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے "تشبیہ صور اسرافیل" کہا جاسکے۔

Marfat.com

اس کتاب میں شائع ہونے والے خطبات کے اقتباسات تین حصوں پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے ایک حصہ تو "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" پر، دوسرا حصہ "انقلاب مصطفیٰ و نظام مرتضیٰ" کے موضوع کے تحت "خلافت راشدہ اور وراثت ارضی" کے زیر عنوان اور تیسرا حصہ "دین میں بیعت کی اہمیت" کے موضوع پر خطبات پر مشتمل ہے جیسا کہ خود حضور آقائی و مولائی سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے اپنے ایک خط میں جو انہوں نے برصغیر کے ممتاز اور بزرگ شاعر و صحافی حضرت رئیس امروہوی کے نام ۲۸ اپریل ۱۹۸۱ء کو ارقام فرمایا تھا تفصیل سے ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ راقم الحروف بجائے اس کے کہ خود کوئی تبصرہ سپرد قلم کرے بہتر سمجھتا ہے کہ اس خط کو ہدیۂ قارئین کر کے ان موضوعات کی وضاحت و صراحت سے سبکدوشی حاصل کرے۔ وہوا ہذا۔

وجاہت حسین صدیقی علوی القادری

(۱) رئیس امروہوی صاحب کے نام ایک خط

کراچی - ۲۸ اپریل ۱۹۸۱ء

اخی المکرم و عزیز المحترم رئیس صاحب

السلام علیک والفلاح لدیک

ہر چند کہ اخباری مضامین میں اٹھائے گئے نکات، اور ان سے پیدا ہونے والے تاثرات پر خط و کتابت کرنا میرا طریقہ نہیں ہے تاہم ہر جمعہ کو موقر جریدہ "جنگ" میں شائع ہونے والے آپکے کالم جو اپنے مقام پر "نفسیات" (نفسانیات نہیں) کے موضوع سے متعلق بلکہ مخصوص ہوتے ہیں لیکن انہیں آپ کے رشحات قلم و فیضان نظر کے باعث اگر "جام جہاں نما" کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا میرے مطالعہ میں آتے رہتے ہیں چنانچہ گذشتہ جمعہ مورخہ ۲۴ اپریل ۸۱ء کے جریدہ میں "خوں خوار معاشرے" کے زیر عنوان جو کچھ سپرد قلم فرمایا گیا ہے اس میں انسانیت کے لئے درد سے بھرے ہوئے آپ کے قلب سلیم سے اٹھتی ہوئی ٹیسوں کی جو جھلک تھی وہ میرے قلب کی دھڑکنوں میں پیوست ہو گئی

Marfat.com

جس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اس "نقارۂ خدا" کے بارے میں کچھ عرض کروں۔ چنانچہ گذشتہ شب کی ایک ایسی مجلس میں جس میں کچھ باشعور حضرات انسانی تاریخ اور کرۂ ارض کے موجودہ ماحول پر تبادلہ خیالات کر رہے تھے آپ کا متذکرہ بالا مضمون زیر بحث آگیا شرکاء مجلس نے اس فقیر سے ان بعض نکات پر جو اس مضمون میں زیر نظر آئے تبصرہ کی خواہش کا اظہار کیا۔ اپنی کم علمی بلکہ تقریباً بے بہرہ ہونے کی معذرت خواہی کے باوجود کچھ عرض کرنے پر مجبور ہونا پڑا اور آپ کے مضمون کے مندرجہ ذیل حصے زیر غور آئے۔

نمبر ۱: آپ کے مضمون کا پہلا ہی جملہ ہے کہ "انسانی تاریخ میں تشدد اور خونخواری کی لہر اتنی شدت اور وسعت سے کبھی نہیں آئی تھی جس کا مظاہرہ آج کل ہو رہا ہے"

نمبر ۲: "کینیڈی کے قتل کے بعد صدر امریکہ رینالڈ ریگن پر قاتلانہ حملہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم کا معاشرہ تشدد کی آنچ سے کسطرح تپ رہا ہے۔ تمام معاشرے خونخوار ہوتے جا رہے ہیں۔ تمام قومیں خوں آشام بنتی چلی جا رہی ہیں" اس کے بعد بہت سے خطرات اور اندیشوں کا ذکر فرماتے ہوئے آپ نے آخر میں ارشاد فرمایا ہے کہ۔

نمبر ۳: ان تمام حوادثات کا جو نتیجہ نکلے گا اس کا تصور کر کے کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ اس صورت میں اگر انسان سکون قلب سے محروم ہو جائیں تو انہیں کون ملامت کریگا۔" اور اس کے بعد چند سوالات کی صورت میں ارشاد ہوا۔

نمبر ۴: "تو کیا قدرت موجودہ نسل انسانی کو تباہ کر کے اس کے ملبہ سے کسی اور قوم کو پیدا کرنا چاہتی ہے؟ کیا کسی نئے انسان کے ظہور کا مرحلہ درپیش ہے؟ میں بار بار اپنے سے سوال کرتا ہوں مگر کوئی جواب نہیں ملتا!!!"

یہ آخری نمبر ۴ جملہ جس تلملاہٹ و تڑپ جس خلش و جلن اور جس ٹیس و چبھک کے ساتھ صفحہ قرطاس پر الفاظ چن کر ظہور میں لایا گیا ہے اسے اگر میں "نقارۂ خدا" نہ کہوں کہ زبان خلق پر آچکا ہے تو اور کیا کہوں۔ چند دن ہوئے یہی جملہ ہمارے ملک کی

Marfat.com

سب سے بڑی زیان خلق یعنی زبان صدر مملکت پاکستان سے مختلف الفاظ میں ادا کرایا جاچکا ہے جو انہوں نے رابطہ عوام کے حالیہ دورہ سرحد کے موقع پر ان الفاظ میں ادا فرمایا کہ "اگر خداوند کریم کو احساس ہو گیا (ہماری بدعملی کا) تو مجھے اندیشہ ہے کہ عظیم نعمت جو اس نے پاکستان کی صورت میں ہمیں عطا کی ہے کہیں چھین نہ لی جائے"

یہ خوف خدا دلانے کی بات تھی۔ اگرچہ کہ میں لفظ احساس ہو گیا کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان میں استعمال کرنے کو نہ صرف پسند نہیں کرتا بلکہ گستاخانہ جسارت سمجھتا ہوں۔ تاہم اس جملہ کے باقی ہر ہر لفظ سے متفق ہوں اور سمجھتا ہوں کہ صدر مملکت نے جہاں ہمیں مستحکم دفاع اور نظام اسلام کے اجراء کی خوشخبریوں سے نوازا ہے وہیں خوف خدا دلا کر خوشخبری سنانے اور اللہ سے ڈرانے کی سنت نبوی بھی پوری کر دی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے الفاظ میں چند سوالات کے ذریعہ خوف خدا پر مزید روشنی ڈال کر اسے اہل فکر کے لئے "نقارۂ خدا" بنا دیا ہے۔

اب میں یہ کچھ عرض کرنے کے بعد آپ کے آخری اور اختتامی الفاظ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ "میں بار بار اپنے سے سوال کرتا ہوں مگر کوئی جواب نہیں ملتا"

عزیز المحترم! آپ بار بار خود اپنے سے سوال کرنے کی جگہ صرف ایک بار "نقارہ بجانے والے" اس مالک عزت و جبروت سے سوال کریں کہ جس نے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام سوالات کے جوابات اپنے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی اس کتاب مبین میں جمع کرا دیئے ہیں جو آج بھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں تو ہے لیکن اسکے جوابات سننے پر بہت کم یا شاید کوئی بھی آمادہ نظر نہیں آتا۔ یہ فقیر اسی کتاب مبین کے جوابات آپ کے وسیلہ سے ان تمام قارئین تک پہنچانے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے جن تک آپ کے سوالات اور آپ کے مضمون سے پیدا ہونے والے نکات پہنچ چکے ہیں۔ میں اس ضمن میں سب سے پہلے یہ عرض کرنا پسند کروں گا کہ چونکہ اس تحریر کا حقیقی منشاء کلام الٰہی پہچانے کے سوا اور

Marfat.com

کچھ نہیں ہے اس لئے جو کچھ کہا جائے گا وہ کلام الٰہی کے غیر متنازعہ ترجمہ کے ذریعہ ہی کہا جائیگا۔

پیارے بھائی رئیس صاحب! جیسا کہ سب اہل خبر جانتے ہیں کہ اللہ رب العزت ویسے تو ہر قسم کے گناہوں کو ناپسند فرماتے ہیں لیکن ان کی ذات سے متعلق سب سے زیادہ ناپسندیدہ گناہ شرک اور اس کی مخلوقات و موجودات سے متعلق کرۂ ارضی پر فساد و خوں ریزی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب رب تبارک و تعالیٰ نے نظام کرۂ ارضی قائم فرمانے کے لئے اس زمین پر "آدمؑ" کو خلیفہ مقرر فرمانے کا اعلان فرمایا تو فرشتوں نے (جو ہر قسم کے گناہوں سے پاک تھے) آدم کی سرشت و جبلت میں نفس امارہ کی (غلط کاریوں اور گمراہیوں میں) زمین پر فساد پھیلانے اور خوں ریزی کرنے کی خصوصیت کا مشاہدہ کر کے اللہ رب العزت کے حضور عرض کیا "کیا ایسے (آدم) کو (خلیفہ) بنایا جائے گا جو اس (زمین) میں فساد برپا کرے اور خون بہائے" (پہلا پارہ سورۃ البقرہ آیۃ نمبر ۳۰) اب میں آپ کے مضمون کے پہلے ہی جملہ کے حوالہ سے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی تمام تخلیقات میں تدریجی عمل کے ذریعہ ہی تکمیلی مراحل طے کرانے کا طریقہ پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ موجودات کی ہر نوعیت حتیٰ کہ اشرف المخلوقات انسان اور اس کے لئے پسند فرمائے ہوئے دین مبین کو بھی تدریجی عمل کے ذریعہ ہی تکمیلی مراحل طے کرنے پڑے ہیں۔ چنانچہ عقل انسانی اور شعور بنی آدم بھی تدریجی عمل کے ذریعہ پروان چڑھتے چڑھتے اس تکمیلی مرحلے میں داخل ہو گیا ہے جو چودھویں صدی کے اختتام اور پندرھویں صدی کے ابتداء کے موقع پر ظاہر ہو رہا ہے اور جس کا آپ نے زیر نظر مضمون کے شروع میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے "انسانی تاریخ میں تشدد اور خونخواری کی لہر اتنی شدت اور وسعت سے کبھی نہیں آئی جس کا مظاہرہ آجکل ہو رہا ہے"

میرے بھائی! یہ اس لئے ہے کہ نظام کائنات میں تدریجی عمل کے ذریعہ نفس امارہ کی زمین پر فساد برپا کرنے اور خونریزی کرنے کی خصوصیت تکمیلی مراحل سے گذر کر اب اس مقام پر پہنچ چکی ہے جہاں بقول آپ کے "انیسویں ۱۹ صدی کی انسانی خصوصیتیں اور اخلاقی

87462

Marfat.com

قدریں دم توڑ چکی ہیں اور انسانی نفس میں خوف و ہیبت کے جو اثر دہے دم ساد ھے صدیوں سے محو خواب تھے اب ہم ان کے گرم سانسوں کی حرارت اپنے رخساروں پر محسوس کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا انیسویں (۱۹) صدی کا انسان پاگل ہو چکا ہے؟ اس صدی میں دو عالمی جنگیں لڑی گئیں۔ ایٹم بم اور ہائیڈ روجن بم ایجاد کئے گئے۔ بار بار علاقائی لڑائیاں ہوئیں۔ کرۂ ارض کو انسان کے لئے تنگ کر دیا گیا۔ یہی نہیں سپر پاور نے خلا کو بھی میدان جنگ میں تبدیل کر دیا ہے۔"

آپ کے ان ارشادات کا جامع مطلب یہ ہے کہ آدم زاد پر اس کے "نفس امارہ" کی حکومت پوری طرح قائم ہو چکی ہے جیسا کہ تیرھویں (۱۳) پارہ میں سورۂ یوسف شروع کرنے والے حضرت یوسف علیہ السلام کے الفاظ میں ہے کہ "نفس امارہ تو سب ہی کو غلط کاریوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور میں اپنے نفس کو بھی اس سے بری الذمہ قرار نہیں دیتا مگر جن پر میرا رب رحم کرے۔" اور اب نفس گزیدہ گناہ جشیدہ انسان اپنی تباہ کاریوں کے تکمیلی مراحل سے گذر کر پندرھویں (15) صدی ہجری کے اوائل اور انیسویں (۱۹) صدی عیسوی کے اواخر میں ایسی تباہی لانے والا ہے کہ آپ کے اندیشے کے مطابق جس کا تصور کر کے کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ اس صورت میں اگر انسان سکون قلب سے محروم ہو جائیں تو انہیں کون ملامت کرے گا۔ تو کیا قدرت موجودہ نسل انسانی کو تباہ کر کے اس کے ملبہ سے کسی اور قوم کو پیدا کرنا چاہتی ہے؟ کیا کسی نئے انسان کے ظہور کا مرحلہ درپیش ہے؟ میں بار بار اپنے سے یہ سوال کرتا ہوں مگر کوئی جواب نہیں ملتا۔

اخی المکرم! یہ مختصر جواب تو اپنے سے آپ کو ضرور مل جاتا ہو گا کہ یہ کرۂ ارضی مقررہ نظام کے تحت تدریجی مراحل سے گذر کر ایک نہ ایک دن اس تکمیلی مقام پر ضرور پہنچے گی جسے "قیامت" سے پہلا مقام کہا جاتا ہے اور "جب پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے ہوں گے۔" لیکن شاید آپ نے اس جواب کو درخور اعتنا نہیں سمجھا ہو گا کیونکہ اس منزل تک پہنچنے کے لئے ابھی دُنیا کو بہت طویل سفر طے کرنا ہے جو باقی ہے۔ تو

Marfat.com

پھر بیسویں صدی کے آخر تک اس دنیا کا کیا بنے گا۔ اس کا جواب ذکر حکیم کتاب مبین میں سورۃ الھود کی ۳۶ ویں آیۃ سے اڑتالیسویں آیۃ تک حضرت نوح کے طوفان کا قصہ بیان فرما کر دیدیا گیا ہے کہ: نسل انسانی پہلے بھی اس پاداش میں کہ اس نے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والوں کی دعوت قبول نہیں کی تھی مکمل تباہی سے دوچار ہو چکی ہے جبکہ خداوند عزوجل نے تنور سے پانی کو اُبلنے کا حکم دے کر کرۂ ارضی پر بسنے والی تمام نسل انسانی کو غرق کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت نوح کا وہ بیٹا جو انکی دعوت کو ٹھکرا کر کشتی میں سوار ہونے سے انکار کر چکا تھا غرق ہونے سے نہ بچ سکا۔ فی الحقیقت یہ نوجوان باغی نبی زادہ اُس قوم کے نوجوانوں کی جو اس معاشرہ کی ریڑھ کی ہڈی تھے ایک علامت تھا۔ یہ نمائندہ تھا اس کردار کا جس کی وجہ سے پوری انسانی برادری غرق آب ہو گئی۔ آج کی دنیا اور نسل انسانی کے لئے یہ واقعہ ایک کھلی نشانی اور روشن مثال ہے کیونکہ آج کی نسل انسانی کا نوجوان فرزند نوح کا پیروکار ہوتا چلا آرہا ہے۔ بلکہ ہمارے پاکستانی معاشرہ کا نوجوان تو فرزند نوح کو بھی بے راہ روی اور بدعملی بلکہ فتنہ و فساد اور خوں ریزی میں پیچھے چھوڑ چکا ہے جس کی مثال پی آئی اے کے بوئنگ طیارے ۷۲۰ کے اغوا کنندگان نے اپنے باپ کو باپ ماننے سے انکار کر کے اپنی ماں پر تہمت رکھکر حال ہی میں قائم کر دی ہے جو حضرت نوح کے بیٹے سے بھی ممکن نہ ہو سکی۔ تو کیا بقول آپ کے قدرت موجودہ نسل انسانی کو تباہ کر کے اس کے ملبہ سے کسی اور قوم کو پیدا کرنا چاہتی ہے؟ کیا حضرت نوح کو "آدم ثانی" کا خطاب عطا فرما کر اب کسی نئے انسان کا ظہور اس لئے ہونے والا ہے کہ اسے "نوح ثانی" کے اعزاز سے نوازا جائے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ اب نہ اللہ رب العزت کو کسی تنور سے پانی کو اُبلنے کا حکم صادر فرمانے کی ضرورت ہے اور نہ دریاؤں اور سمندروں کو کرۂ ارض پر چڑھ دوڑنے کا حکم دینے کی کیوں کہ یہ کام تو خود انسان نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

Marfat.com

وہ خود اپنی لائی ہوئی تباہی اور اپنے کردار کے لئے بھی ذمہ دار ہے اور اس کردار کی پاداش بھگتنے کے لئے بھی۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ کوئی ہے جو اس تباہی بلکہ تباہ کاری سے انسان کو روکے؟ کیا کوئی ہے کہ جو انسان کو اس انسان سوزی سے بچالے؟۔ اگر ہے تو وہ کون ہے؟ کیا کوئی فرشتہ؟ کیا کوئی آسمانی مخلوق؟۔ قرآن کریم تو ہی بتادے۔ سنو سنو! وہ بتا رہا ہے۔ قرآن فرما رہا ہے کہ "اے آدم کے بیٹے تباہیوں، بربادیوں، فتنہ و فساد اور خوں ریزی کو جنم دینے والی بدی کی وہ طاقت جسے تیرے باپ آدم کی سرشت و جبلت میں شامل کر دیا گیا ہے "نفس امارہ" ہے جس سے نجات اور اس کی بغاوت اور شیطان کے بہکانے سے کئے ہوئے گناہوں سے توبہ کر کے پاک کرنے والے پنجتن پاک کے اسمائے نوری آدم کو اس لئے چپکے سے سکھا دیئے تھے کہ وہ ان کے وسیلہ سے فلاح پائے اور اُنکی اولاد در اولاد یعنی نسل انسانی کا وہ گروہ جو ان پنجتن پاک کے اسمائے نوری کے فیضان سے مستفیض ہوتا رہے، شیطان اور نفس امارہ (بدی کی طاقت) کے خلاف نبرد آزما رہے جس کے بارے میں چوتھے پارہ میں سورۃ ال عمران کی ایکسو دسویں ۱۱۰ آیۃ میں فرمایا گیا ہے کہ "تم ان سب امتوں میں جو نسل انسانی کی تو میں (دنیا میں) ظاہر ہوئیں سب سے بہتر ہو (کیونکہ تم) بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ تر کافر ہیں"

اللہ رب العزت نے یہ ارشاد اس قوم رسول ہاشمی اس ملت حنیفہ اور اس امت مسلمہ کے لئے فرمایا ہے کہ جس کا دین مکمل کر دیا گیا تا کہ صفات انسانی مکمل طور پر اس میں پیدا ہو جائیں اور یہی فضیلت اسے اقوام عالم میں سربراہی کا منصب عطا کرتی ہے کہ وہ نفس امارہ پر غالب آکر (جو بدی کی قوتوں کا سرچشمہ ہے) انسانیت کو اس راہ پر گامزن کر سکتی ہے جو بھلائی کا راستہ ہے بالخصوص اہل کتاب کو اگر وہ ایمان لے آئیں کیونکہ اس میں انہی کا بھلا ہے۔

Marfat.com

قرآن نے نشاندہی کردی ہے کہ وہ نجات دہندہ جسے انسانیت کو متوقع تباہی سے بچانے کے فرض منصبی کی بجاآوری کے لئے چنا گیا ہے امت مسلمہ ملت حنیفہ اور قوم محمدی ہے۔

کیا پوری قوم، کیا پوری ملت، کیا پوری اُمت، کیا ان کا ہر ہر فرد، قرآن کریم فرماتا ہے کہ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ایک اور انفرادی الیکشن ہوگا۔ سورۃ آل عمران کی ایکسوچار ویں آیۃ میں فرمایا گیا کہ "تم میں (یعنی مومنوں میں)، ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے کہ جو (نسل انسانی) کو بھلائی کی طرف بلائے اور بری باتوں سے منع کرے اور یہی لوگ بامراد (کامیاب) ہوتے ہیں۔"

اس آیۃ میں جن حضرات کا ذکر فرمایا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ وہ پوری قوم میں سے منتخب و معتمد افراد ہیں۔ تو کیا وہ "علمائے دین" کے خطاب سے پہچانے اور جانے جانے والے حضرات ہیں؟ کیا واقعی وہی حضرات آج ہمارے معاشرہ میں "علمائے دین" کہلائے جاتے ہیں اور صالحین حضرات کی جماعت ہیں؟ ہمیں تھوڑا سا وقت اس کے جائزہ لینے پر بھی صرف کرنا چاہیئے۔

میرے پیارے بھائی رئیس صاحب! اس حقیقت کا تجزیہ کرنے کے لئے ہمیں نہ پوری اقوام عالم کے کردار کی چھان پھٹک کرنے یا موجودہ دور کے تاریخی حقائق کی تلاش میں صفحات اعمال انسانی کی ورق گردانی اور سطر شماری کی ضرورت ہے اور نہ عالم اسلام میں فرزندان دین مبین کے کردار اور علمائے دین مبین کے اعمال کو کھنگالنے کی بلکہ اس کی سیدھی سادی اور ہمارے لئے سہل ترین صورت وہ مشاہدہ ہے جس سے ہم شب و روز دوچار رہتے ہیں۔ ہم یعنی پاکستانی، اس پاکستان کے باشندے جسے صحیح یا غلط طور پر اسلام کا قلعہ کہا جاتا ہے، وہ پاکستانی مسلمان جو اس پوری امت کی نمائندگی کرتے ہیں (جس کا ثبوت اقوام عالم کے مسلمہ نمائندہ ادارے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے پندرھویں صدی کے آغاز اور چودھویں صدی کے اختتام کی تقریب کے سلسلہ میں منعقدہ مخصوص اجلاس میں نوے کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کا فرض بجالاکر پیش کیا جاچکا ہے) کس کردار کے مالک ہیں

Marfat.com

اور ہمارے وہ منتخب و معتمد افراد جو "علمائے دین" کہلاتے ہیں کن اوصاف کے حامل ہیں۔ اس تجزیہ سے ہمیں علم ہو جائے گا کہ کیا ہم وہی امت مسلمہ ہیں جسے اقوام عالم کی امامت کے لئے چنے جانے کا اعلان خالق و مالک کائنات نے چوتھے پارہ میں وارد سورۃ آل عمران کی ایکسو دسویں آیۃ مبارکہ میں فرمایا ہے اور کیا ہمارے "علمائے دین" کہلائے جانے والے افراد وہی حضرات ہیں جن مومنین کی جماعت کی تشکیل کے لئے قرآن کریم کے چوتھے پارہ والی سورۃ آل عمران کی ایکسو چاردیں آیۃ میں ارشاد باری تعالیٰ وارد ہوا ہے۔ آیئے ہم مشاہدے کا حق شناس آئینہ اپنے سامنے رکھکر دیکھیں کہ ہم اور ہمارے علمائے دین کہلانے والے حضرات وہی ایمان والے ہیں جنہیں اللہ رب العزت ایمان والا (مومن) تسلیم فرماتا ہے۔ ذرا سورۃ الانفال (نواں پارہ) کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تلاوت فرمایئے جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔ (ترجمہ) "اس میں شک نہیں کہ وہی لوگ ایمان والے ہیں (۱) کہ جب ذکر الٰہی کریں تو ان کے قلوب میں (خوف خدا) ڈر پیدا ہو جاتا ہے اور (۲) جب وہ اللہ کی نشانیوں کا (مشاہدہ) مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں (۳) اور وہ اپنے رب پر توکل (بھروسہ) کرتے ہیں۔" (دوسری آیۃ ختم ہوئی) "یہی وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں عطا کیا گیا ہے اس میں سے (خوشنودی معبود کیلئے) خرچ کرتے ہیں۔" (تیسری آیۃ ختم ہوئی)۔ "یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے رب کے پاس ان کے لئے اعلیٰ مقامات ہیں مغفرت کے دروازے بھی انہی پر کھول دیئے گئے ہیں اور ان کے لئے عزت و حرمت (اور برکت) والی روزی ہے۔" (چوتھی آیۃ ختم ہوئی)

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں اللہ کے نزدیک وہی لوگ مومن ہیں جنکے تین اوصاف خصوصی بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا جو لازم اور باقی دو ملزوم ہیں یہ ہیں کہ جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں (یا سنتے ہیں) تو ان کے قلوب خوف خدا میں مبتلا

Marfat.com

ہو جاتے ہیں (جو تقویٰ ہے) اور پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ یا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان (جو پہلے سے موجود ہوتے ہیں) اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ یعنی توکل کرتے ہیں۔ اب ذرا دیکھئے کہ ہم ذکر الٰہی شعار رکھتے اور اگر مستقل نہیں تو مستعار ہی رکھتے۔ لیکن ذکر الٰہی کرنے کا تو کہیں دور دور پتہ نہیں ہے۔ جب ذکر کرتے ہی نہیں تو پھر سُننے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ مسجدیں جہاں اللہ کا ذکر کثرت سے ہونا چاہیئے شر و فساد کا گہوارہ تو ہیں مگر ذکر الٰہی کا ادارہ نہیں۔ جب بنیادی اور لازمی خصوصی صفت ذکر الٰہی نہیں تو پھر اللہ کی نشانیوں کا مطالعہ ایمان کو جو موجود ہی نہ ہو (کیونکہ ایمان تو خوف اور اُمید کے درمیان ہوتا ہے اور خوف خدا ذکر الٰہی سے پیدا ہوتا ہے) زیادہ مضبوط کیسے کر سکتا ہے اور جب ایمان ہی مضبوط نہ ہو تو پھر توکل جیسی عظیم نعمت کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ چلئے اُن تینوں اوصاف خصوصی سے فارغ ہوئے۔

اللہ رب العزت کا یہ ارشاد کہ ان تینوں خصوصی صفات والے ہی وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور یہی سچے مومن ہیں جبکہ یہ بات واضح ہے کہ ہم وہ لوگ نہیں ہیں تو پھر ہماری نماز وہ نماز کہاں سے ہو سکتی ہے جو قائم ہوا اور جس کے لئے سورۃ العنکبوت کی پینتالیسویں [۴۵] آیت ہیں جہاں سے اکیسواں [۲۱] پارہ شروع ہوتا ہے فرمایا گیا ہے کہ "نماز قائم کرو بیشک نماز ممنوعہ بُری باتوں اور بے حیائی سے بچاتی ہے (لیکن) اس میں شک نہ لانا کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے"۔ لیکن جو سب سے بڑا تھا جب ہم نے اس کو چھوڑ دیا تو پھر نماز کس طرح ممنوعہ بُری باتوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچا سکتی ہے۔ اسی لئے جہاں ہماری مسجدیں نمازیوں سے بھری رہتی ہیں وہیں ممنوعہ بُری باتوں اور بے حیائی کے کاموں کا فروغ بھی درجہ کمال تک پہنچتا جا رہا ہے۔ تو پھر ہم سچے مومن کہاں سے ہو سکتے ہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری امت، پوری انسانیت بلکہ کرۂ ارض مومنوں کی جماعت کے وجود سے خالی ہو چکا ہے؟ لیکن مشاہدہ کا حق شناس آئینہ شہادت دے رہا ہے کہ ابھی سچے مومن اہل ذکر اس کرۂ ارض

Marfat.com

پر موجود ہیں اور انکی جماعت امت مسلمہ اور قوم محمدی میں پوری توجہ کے ساتھ کار فرما اور انسانیت کی خدمت میں مصروف ہے۔ یہ جماعت اور اس کے مخصوص منتخب اور معتمد حضرات اگرچہ کے مسجدوں میں ذکر کے حلقے نہ لیتے ہوں معروف خانقاہوں میں بسیرا نہ کرتے ہوں مگر اللہ کی پیدا کردہ اس زمین پر خواہ کونوں کھدروں میں ذکر الٰہی کرتے ہوں مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہیں اور حضرت نوح اور اصحاب نوح جیسے عذاب الٰہی سے بچا کر نجات ابدی سے روشناس کرانے کے لئے کشتیوں کے تعمیر کے اہم کام انجام دے رہے ہیں جو آنے والے وقت کے متوقع عذاب الٰہی کے موقع پر ان کا کارنامہ بن کر ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔

بات بغیر دلیل کے اچھی بھی ہو تب بھی مناسب نہیں ہوتی۔ اس لئے ذکر الٰہی سے ہماری غفلت بلکہ اکثر کی بغاوت کے علاوہ بھی ہمارے بہت سے اعمال ایسے ہیں کہ جو احکامات خداوندی کی نہ صرف خلاف ورزی ہیں بلکہ اس کے احکامات سے کھلی بغاوت کے ساتھ محاذ آرائی کی نوبت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس ضمن میں اپنے اس پاکستان کا جس کو ہم اس کے باوجود کہ جب وہ وجود میں نہیں آیا تھا تو اسلام خدا کی حفاظت کے قلعہ میں مامون و محفوظ تھا، اسلام کا قلعہ کہتے ہیں تو کیا پاکستان کے باہر جہاں اسلام ہے نعوذ باللہ غیر محفوظ ہے۔ تاہم اگر ہم اس کو احکامات خداوندی کے نفاذ اور نظام اسلام کے انعقاد کے لئے بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں تو ذرا مشاہدے کے اس حق شناس آئینہ کے سامنے لے آئیں جس میں ہمیں اس نظام اسلام کے نفاذ اور احکام خداوندی کے عملی اجراء کے صحیح صحیح خدوخال نظر آجائیں۔ صرف مثالی استدلال کے لئے میں اٹھائیسویں ۲۸ پارہ سے سورۃ الجمعہ کی نویں ۹ دسویں اور گیارھویں ۱۱ آیات کی تلاوت کی درخواست کروں گا۔ یہ آیات تمام مسلمانوں میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص کی طرح معروف ہیں۔ ان کے تعارف کی کچھ زیادہ ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ ہر جمعہ کو دنیا بھر میں بالخصوص نفاذ اسلام والے ملک پاکستان کی سرزمین کے چپہ چپہ پر جہاں جہاں مساجد موجود ہیں

Marfat.com

اور نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے وہاں کم از کم ہر جمعہ کی نماز یا خطبہ مسنون میں ان آیات کی تلاوت ضرور کی جاتی ہے۔ اس لئے عام مسلمانوں کے علاوہ صدر مملکت سے لیکر حکومت کے ایک چپراسی تک کو جو نماز جمعہ پڑھتا ہو ان آیات کی اہمیت کی پوری پوری خبر ہو گی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔ "اے ایمان والو جب تمہیں نماز کے لئے (آذان سے) پکارا جائے جمعہ کے روز پس تم اللہ کا ذکر اختیار کرو (ذکر کی طرف دوڑو) اور خرید و فروخت بند کردو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو (سمجھو)"۔ (نویں آیۃ ختم ہوئی) "پھر جب نماز پڑھ چکو (فارغ ہو جاؤ) تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تمہیں فلاح یا نیکی امید ہو جائے"۔ (دسویں آیۃ ختم ہوئی)۔ "اور جب انہوں نے تجارت یا کھیل دیکھا اور اس کی طرف رجوع ہوئے اور آپ کو خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے (چنانچہ) آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے"۔ (گیارھویں آیۃ ختم ہوئی)۔

تو ان آیات میں ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق دو چیزوں کا حکم ہے۔ ایک تو آذان سنتے ہی اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑنے کا اور نماز ادا کرنے کے بعد ذکر الٰہی کثرت سے کرنے کا اور دو چیزوں سے بچنے اور انہیں ترک کرنے کا حکم ہے' ایک خرید و فروخت اور تجارت اور دوسرا کھیل ہم نے انہیں احکامات کی تعمیل کے لئے جمعۃ المبارک کی تعطیل کو قبول ہی نہیں بلکہ مطالبہ منوا کر حاصل کیا تھا۔ لیکن نفاذ اسلام کے دعوے دار حاکموں کا کیا حکم نافذ ہوا؟ یہ سب کے مشاہدے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھیل کی اس دن مخالفت کی ہے لیکن ہمارے تمام حاکم بلکہ سب سے بڑے حاکم سربراہ مملکت تک جمعہ کے دن بین الاقوامی کھیلوں کے میچ نہ صرف منعقد کر کے بلکہ خود ذاتی طور پر اس میں شرکت کر کے اقوام عالم پر ثابت کر رہے ہیں کہ قرآن ہماری بغل میں ہے جسکے احکامات کو نافذ کر کے ہم نظام اسلام قائم کرنے کے اعلانات تو کرتے ہیں لیکن عمل اسکے برخلاف

Marfat.com

کرنے کو پسند کرتے ہیں۔ اے دُنیا والوں دیکھ لو نمونہ ہمارے نفاذ اسلام کا
میرے بھائی رئیس صاحب اس موقع پر اگر آپ یہ مصرع پڑھ لیں تو کیا اچھا ہو۔

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اب دوسرا مرحلہ تجارت کا ہے۔ ہم نے اللہ کے احکامات کی تعمیل میں تجارت اور کاروبار دنیاوی بند کرنے کے لئے جمعہ کی چھٹی کا مطالبہ اس حکومت سے کیا تھا جو نظام اسلام کے نفاذ کی دعویدار نہ تھی۔ فی الواقع وہ ایک بہت بری حکومت ہونے کے باوجود ہمارے اس مطالبہ کے سامنے جھک گئی اور اس نے جمعہ کی چھٹی کے مطالبہ کو منظور کرنے کا اعلان کر دیا اُس کے بعد وہ خود معدوم ہو گئی۔ جب نظام اسلام بلکہ خود اسلام کے نفاذ کا دعویٰ لیکر آنے والی حکومت نے زمام سلطنت سنبھالی تو جمعہ کے روز چھٹی تو برقرار رکھی لیکن سستے داموں اشیاء فراہم کرنے کے لئے ایک نیا بازار لگانے اور دھڑلے کے ساتھ تجارت کرنے کی تحریص کے لئے اسی روزِ عبادت یعنی جمعۃ المبارک کا انتخاب فرمایا اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس بازار کا نام بھی جمعہ بازار رکھکر قرآنی احکامات کو کھلا چیلنج کر دیا۔ ہم سود کے نفاذ اور اجراء کی وجہ سے قرآنی آواز کے مطابق خدا اور اس کے رسول سے حالت جنگ میں تو پہلے ہی مبتلا تھے اب یہ دوسرا اعلان جنگ اس پر مزید تازیانہ بن گیا۔

اب ذرا اس گروہ کے کردار کو بھی ملاحظہ فرمایئے جو "علمائے دین" کہلاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ان ہی کی جماعت وہ جماعت ہے جس کا ذکر قرآن کریم کے کلام بلاغت نظام میں چوتھے پارہ کی سورۃ آل عمران میں وارد ایکسو چاردیں آیۃ میں ایک ایسی جماعت کے طور پر کیا گیا ہے، جو برائیوں سے روکنے اور بھلائیوں کا حکم دینے والی جماعت ہے' تو پھر وہ اپنے فرائض منصبی کو کس طرح انجام دے رہے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک جمعہ کے روز کھیل اور تجارت قرآن کریم کے احکامات کی کھلی خلاف ورزی نہیں ہے؟ وہ کیوں حکمرانوں کو

Marfat.com

ان احکامات خداوندی سے آگاہ اور ان کی خلاف ورزی کے انجام سے متنبہ نہیں کرتے؟ وہ کس بات کے منتظر ہیں۔ کیا اس بات کا انتظار ہے کہ انہیں سونے میں رجو مردوں کے استعمال کے لئے حرام ہے اکب تولا جائے گا۔ یا پھر فی الحقیقت وہ اللہ رب العزت کے ارشاد کے مطابق وہ جماعت نہیں ہیں جو برائیوں سے منع کرنے اور بھلائیوں کا حکم دینے والی جماعت ہے؟

رہا اللہ رب العزت کے اس حکم کے مطابق عمل کرنے کا سوال کہ جو اس نے نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد زمین پر پھیل کر خدا کا فضل تلاش کرنے اور فضل الٰہی حاصل کرنے کے لئے کثرت سے ذکر الٰہی کرنے کا نافذ فرمایا ہے تو آپ دیکھ لیجئے کہ ذکر کی طرف کوئی نہیں آتا۔ سب کھیل اور تجارت کی طرف جاتے ہیں جیسا کہ اُس وقت کے رواج اور نافذ شدہ طریقہ کے مطابق نماز عیدین کی طرح جمعہ کا خطبہ بھی نماز جمعہ کے بعد ہوا کرتا تھا، تو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ التسلیم کو خطبہ میں کھڑا چھوڑ کر کھیل اور تجارت کی طرف چل دیئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ارشاد فرما دیجئے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارے اس کھیل اور تجارت سے بہت بہتر ہے اور اللہ بہتر رزق پہنچانے والا ہے۔ اب ذرا ذکر الٰہی کی زبوں حالی ملاحظہ ہو جمعہ کے دن کا دروازہ تو علمائے دین کہلانے والوں نے بہت عرصہ سے ذکر الٰہی پر بند کر رکھا تھا' ایک شب جمعہ رہ جاتی تھی جس میں اللہ کے ان اہل ذکر بندوں کی جماعت جو خصوصی اوصاف کے حامل تھے اس نعمت ذکر الٰہی کو سینوں سے لگائے اور رگ جاں بنائے ہوئے اللہ کے ذکر کی محفلیں منعقد کیا کرتے تھے اور نوجوان نسل کو جو معاشرہ کی ریڑھ کی ہڈی ہے کسی نہ کسی حد تک ذکر الٰہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے مگر بدی کی طاقت (نفس امارہ) کے غلبہ سے شیطانیت کے علم بردار بعض حاکمان وقت نے شب جمعہ کو ٹیلیویژن پر

Marfat.com

فلموں کی نمائش کا اہتمام کر کے فلم کو ذکر الٰہی کے خلاف حربہ کے طور پر جاری کر رکھا ہے۔ اس طرح نوجوان نسل کو گمراہی سے بچانے کی جو سبیل اہل اللہ کے طریقہ کار کے مطابق مخلصین کی جماعت کر رہی تھی اسے ناکام کرنے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے۔

کیا مناسب نہ ہوگا کہ میں اس موقع پر آپ کی خدمت میں قرآن پاک کے اٹھارویں[۱۸] پارہ میں سورۃ النور کی چھتیسویں[۳۶] اور سینتیسویں[۳۷] آیات کی تلاوت کی درخواست کروں جن میں مذکورہ احکامات کی تائید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

(ترجمہ) "ان گھروں کو جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے (کیونکہ) ان میں اللہ کے نام کا ذکر ہوتا ہے اور ان میں اس کی تسبیح صبح و شام ہوتی ہے، وہ مرد جنہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی، ڈرتے ہیں اس دن سے جب الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔"

اس ارشاد باری تعالیٰ کی نہ کوئی تشریح ضروری ہے اور نہ یہ کسی وضاحت کا طالب ہے بلکہ کھلا ہوا اور صاف صاف مضمون ہے۔ اس کے بعد اللہ رب العزت کا وہ ارشاد اور ذکر حکیم کا وہ تذکرہ جو اس نے اصحاب سبت کی نافرمانی کے انجام کے سلسلہ میں فرمایا ہے اور جسے پڑھ کر فی الحقیقت عبرت حاصل کرنے والوں کا نہ صرف کلیجہ منہ کو آتا ہے بلکہ جگر خون ہو کر آنکھوں سے بہہ نکلتا ہے، کلام الٰہی کے نویں پارہ میں وارد سورۃ الاعراف کی ایکسو تریسٹھویں[۱۶۳] آیتہ سے ایکسو چھیاسٹھویں[۱۶۶] آیتہ تک میں بیان فرمایا گیا ہے۔ میں ان آیات کی تلاوت کی درخواست کرتا ہوں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے۔

"اور ان سے دریافت کرو اس بستی کا حال جو دریا کے کنارے آباد تھی اور جب (اس کے بسنے والے) ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھتے، جب ہفتہ کے دن ان کی مچھلیاں پانی پر تیرتی ہوئی ان کے سامنے آتیں اور ہفتہ کے دن کے علاوہ

Marfat.com

نہ آئیں اس طرح ہم ان کو آزماتے تھے ان کی (بہانہ ساز) نافرمانی کی وجہ سے (۱۶۳) جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے یا سخت عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے (تو انہوں نے جواب میں) کہا کہ نصیحت اس لئے کرتے ہیں کہ شاید انہیں خوف خدا ہو جائے اور تمہارے رب کے حضور معذرت خواہی ہو جائے (۱۶۴) پھر جب بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچا لیا جو اس غلط کام سے منع کرتے تھے اور ان نافرمان ظالم لوگوں کو ان کی نافرمانی کے عوض بُرے عذاب میں پکڑ لیا (۱۶۵) پس پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے کہدیا کہ جاؤ بندر پھٹکائے ہوئے (۱۶۶)۔"

کیا یہ سب کچھ تلاوت کرنے کے بعد بھی اس کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ یہ فقیر حقیر یا اللہ تعالیٰ کا کوئی اور بندہ اپنے الفاظ میں کچھ اور بیان کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اب آپ سے صرف یہ عرض کرنے کے بعد اجازت لے لینی چاہیے کہ جب اُمت کے نوے کروڑ افراد کے نمائندے ہم پاکستانی اس حال میں ہیں کہ دین مبین کے اغوا (ہائی جیکنگ) سے نہیں شرماتے تو پھر عام انسان میں انسانیت تلاش کرنا عبث نہیں تو اور کیا ہے۔

میں آخر میں حضرت شیخ الفاضل علامہ احمد رضا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلوی کے ان اشعار پر کہ جو میرے اس خط کی ابتدائی گذارشات کی منظوم ترجمانی کرتے ہیں اپنی معروضات کو ختم کرتا ہوں۔

بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احباء ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

خدا حافظ۔ والسلام مع الاکرام

۲۸ اپریل ۱۹۸۱ء

فقط آپکا مخلص
جیلانی چاندپوری

Marfat.com

حضرت رئیس امروہوی صاحب کے نام اپنے اس خط میں اللہ رب العزت کے اس ارشاد کے مطابق کہ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ہ (سترھواں پارہ سورۃ الانبیاء ۱۰۵ ویں آیت) ترجمہ:- "ہم نے زمین کی وراثت اپنے صالح بندوں کو عطا فرمائی ہے" حضور آقائی و مولائی سیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے اس حقیقت کی نہایت خوبصورتی سے جامع وضاحت فرمادی ہے کہ اللہ کی اس زمین پر اللہ کے "صالح بندے" اس کے نائب اور خلیفہ بن کر وراثت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں اور قیامت تک دیتے رہیں گے یعنی زمین پر "خلیفہ" اللہ کے صالح بندے ہی ہوسکتے ہیں جیسا کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اور وعدہ ہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص (اٹھارواں پارہ سورۃ النور ۵۵ ویں آیت) ترجمہ:- "اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں کے ساتھ تم میں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے (خلیفہ بنا کر) زمین کی خلافت ضرور عطا فرمائے گا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو عطا کی ہے"۔ یہ خلافت ارضی درحقیقت "خلافت راشدہ" ہے جو قیامت تک صالح بندوں کو "خلیفہ" بنا کر عطا کی جاتی رہے گی جیسا کہ اس سے پہلے عطا کی جاتی رہی ہے۔ یہ خلافت ارضی "حکومت و سلطنت" ہرگز نہیں ہے کیونکہ حکومت اور سلطنت کی عطا کے لئے "صالح" خلیفہ کی کوئی شرط نہیں ہے۔ نظام سلطنت و حکومت تو ہمیشہ زیادہ تر غیر صالح اور کج رو لوگوں کے قبضہ میں رہا ہے اور شاید آئندہ بھی اس وقت تک یہی صورت باقی رہے تاآنکہ اللہ کا کوئی بندہ نوح ثانی بن کر ظہور فرما نہ ہو جائے۔

(۲) اصلاح معاشرہ کی بنیادی شرط

(ایک مضمون جو روزنامہ جنگ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۸۱ء میں تھوڑے سے رد و بدل کے ساتھ شائع ہوا)

۲۴ رجون ۱۹۸۱ء کو صدر مملکت جنرل ضیاء الحق صاحب نے قوم سے خطاب کیا جسے ہم

Marfat.com

بڑی خوشی سے بجا طور پر وعظ و نصیحت کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس میں قرآن و حدیث کی نصیحتیں دہرائی گئیں تھیں۔ اپنے خطاب میں نہایت جگر سوزی اور سوختگیٔ قلب کے ساتھ معاشرہ کے بگڑتے ہوئے حالات بالخصوص رشوت ستانی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ "ہمارا معاشرہ رشوت کے معاملہ میں اس بدحالی تک پہنچ گیا ہے کہ کوئی جائز کام بھی بغیر رشوت کے ہونا ممکن نہیں رہا (اصلاح معاشرہ کیلئے) ہماری بار بار کی نصیحتیں اور وعظ سب بے اثر اور بیکار ثابت ہو رہے ہیں کیونکہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے"۔ اس "آوے کا آوا بگڑنے" والے جملہ نے میرے قلب کو اس طرح چھید کر رکھ دیا کہ جیسے افریقہ کے کسی جنگلی وحشی کا بھالہ میری پسلیوں کو توڑتا ہوا قلب میں پیوست ہو گیا ہو اور اسی درد و کرب نے مجھے مجبور کر دیا کہ تمام تر آداب خسروانہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نہایت صاف گوئی کے ساتھ عرض کروں کہ جناب صدر یہ بات قطعی غلط ہے اس میں صداقت کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ "اُمت محمدیہ اور قوم رسولِ ہاشمی کا آوا" جو اس وقت پاکستانی قوم کا آوا ہے ہرگز بگڑا ہوا نہیں ہے"۔ آپ نے جن کچے برتنوں کو دیکھ کر "آوے کا آوا" بگڑنے کی نشان دہی فرمائی ہے وہ برتن درحقیقت اس اُمت محمدیہ کے آوے میں شامل ہو کر کبھی پکنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوئے اور اسی وجہ سے ان کا وجود "خام" اور بگڑا ہوا ہے۔ یہ برتن اُس مٹی سے ضرور وجود میں آئے ہیں جو اسلامی معاشرے کے بھٹے میں آوا لگا کر پکائے جانے والے برتنوں کے بنانے میں کام آتی ہے لیکن یہ ٹیڑھے میڑھے کچے اور خام برتن اس آوے میں پک کر نہیں نکلے جس کے خراب ہونے کا آپ نے ان کی حالت دیکھ کر اعلان فرما دیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بگڑے ہوئے برتن تین حصوں پر مشتمل ہیں جن میں سے پہلے کو "بادی النظر" میں "علمائے دین" کہا جاتا ہے' دوسرا حصہ "امرائے قوم" پر مشتمل ہے جس میں ہمارے پیشہ ور سرمایہ داروں کے علاوہ وارثانِ تخت سلطنت اور قابضانِ عنانِ حکومت بھی شامل ہوتے ہیں اور تیسرا حصہ فقرا اُفتوں

Marfat.com

اور ہیران ظاہری کا ہے۔ یہ ہیں "ظروف" ان کی وجہ سے آپ پوری قوم کو مصیبت زدہ تو فرما سکتے ہیں لیکن بگڑی ہوئی یا کم "ظرف" ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ یہ تینوں حصے۔ معاشرہ کے "ذہن" معاش اور قلب" پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ اگر یہ بگڑ جائیں تو یقیناً قوم کے دین معاش اور دل اس بگاڑ سے متاثر ہونگے اور اگر یہ سدھر جائیں تو معاشرہ کے دین معاش اور قلب میں سدھار کے اثرات نمایاں ہو جائیں گے۔ اس لئے اگر ان تینوں حصوں کے برتنوں کو اسلامی معاشرہ کے برے آوے میں جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اور حضورؐ کے عشق کی تپش پکا رہی ہو تپنے پر آمادہ یا مجبور کر دیا جائے تو پھر آپ دیکھ لیں گے یہ "آوے کا آوا" کیسے پکے "صاحب ظرف" وجود تیار کرتا ہے۔ میں آپ سے اور پوری قوم سے اپیل کرونگا کہ وہ اگر موجودہ حالات میں تینوں حصوں کا جائزہ لے کر کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہے تو یہ نتیجہ یقیناً اسے حالات کے سدھارنے میں مدد دیگا۔ لہٰذا ذرا ان تینوں حصوں کا سرسری جائزہ لے کر دیکھیں اور اندازہ کریں۔

پہلا حصہ "علمائے دین کہلانے والے حضرات کا ہے۔ آپ نے بڑی بڑی کانفرنسوں میں اگر ان کے "اعلائے کلمۃ الحق" کے فرض منصبی کی ادائیگی کا جائزہ لیا بلکہ تجربہ کیا ہو تو آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ان میں سے بعض "واعظ" حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرت تو جلسوں میں بڑی خوبی سے بیان فرماتے اور عوام کو اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن خود ان کی صورت نصرانیوں اور یہودیوں سے مشابہ ہوتی ہے۔ یہ "یوم الجمعہ" کو عبادت کا دن قرار دینا اس لئے ناجائز اور مکروہ سمجھتے ہیں کہ نصرانی اور یہودی۔ اتوار اور ہفتہ کو عبادت کا دن قرار دیتے ہیں (خواہ وہ پورے دن عبادت نہ کرتے ہوں) یہ عبادت الٰہی کو تو ان دونوں گروہوں کی مشابہت سے بچانے کیلئے ترک کر دینا ضروری سمجھتے ہیں لیکن علوم دینی کے حصول میں (اللہ رب العزت نے اپنے دین کی انفرادیت اور یکتائی کی اپنی خصوصیت قائم رکھنے کیلئے "دین حنیف" کے علوم کو "نبی الامی" کے ذریعہ سکھنے

Marfat.com

پڑھنے کا سہارا لئے بغیر اور یہودیوں و نصرانیوں کے طریقہ تدریس و تعلم سے قطعی ہٹ کر منفرد طریقہ حصولِ علم دینی رائج فرمایا اور یہودیوں و نصرانیوں کی مشابہت حصولِ علم سے قطعی مختلف اس "طریقہ علم" کو سینے اور قلب میں منعکس کر کے عطا اور جاری وساری فرمایا تھا) رسول اللہ کے طریقہ کو چھوڑ کر قطعی طور پر نہ صرف یہودیوں اور نصرانیوں بلکہ دنیا بھر کے ملحدوں کافروں اور مشرکوں کے مشترکہ طریقہ تدریس و تعلم کو اختیار کرنے میں انہیں کوئی مشابہت نظر نہیں آتی اور نہ ہی نبی الامی کے جاری کردہ طریقہ تدریس و تعلم کو ترک کر کے حصولِ علم دین کے نام پر مدارس قائم کرنے میں کوئی قباحت محسوس ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ دُنیاوی اور مادی اعتبار سے بھی یہودیوں اور نصرانیوں کی ہر ادا بلکہ ہر انداز حیات کو اس طرح اختیار کرتے ہیں کہ دیکھنے والا جب تک کہ ان کے عقائد، مذہب اور دین کی تحقیق نہ کرلے تو ان میں اور یہودیوں ونصرانیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آسکتا۔ رہے وہ "علمائے دین" کہلانے والے حضرات کہ جن کی صورت دیکھکر سُنّتِ نبوی کی پیروی کا نمونہ نظر آتا ہے، وہ اپنی ذات سے کس قدر نیکوکار ہیں اس کا علم اللہ رب العزت ہی کو ہے لیکن ہم انہیں نیکوکار اور صاحب وقار تسلیم کرنے کے باوجود یہ دیکھتے ہیں کہ "اعلائے کلمۃ الحق" کے فرض کی ادائیگی میں وہ بہت زیادہ غافل ہیں یا کم از کم ناکام رہے ہیں۔ اس کی مثال اور دلیل یہ ہے کہ خود صدر مملکت کی اس خواہش کے باوجود کہ دوست اور محب انکی خامیوں کو پیش کر کے اصلاح احوال کی طرف متوجہ کریں یہ حضرات ایک دینی کوتاہی بلکہ ترک سنت کی گنہگاری کی اصلاح کر دینے میں ناکام رہے ہیں اور "اعلائے کلمۃ الحق" کے فریضہ سے محض رعب خسروانی کے دباؤ میں آکر صرفِ نظر فرماتے رہے ہیں حالانکہ آپ ایسے ملک کے سربراہ ہیں جو اسلامی نظام کے قلعۂ عافیت میں داخل ہونے کی جدوجہد کر رہا ہے کیونکہ اسلام ہی وہ قلعۂ عافیت ہے جس میں داخل ہو کر ہی اس کی آزادی وسالمیت

Marfat.com

کو سلامتی اور تحفظ حاصل ہو سکتا ہے جب تک یہ ملک اس "نظام اسلام کے
قلعۂ عافیت" سے باہر ہے' اس کی آزادی وسالمیت خطروں سے دوچار رہیگی۔
آپ ایسے اسلامی ملک پاکستان کے سربراہ ہیں جو خلیفۂ ثانی حضرت عمر ابن الخطاب
کو اپنا آئیڈیل (Ideal) سمجھتے ہوئے اُنکی پیروی سے روگردانی کو نظام
اسلام کے خلاف اقدام سمجھکر ذاتی اعمال کی تنقید و نصیحت کو اسی طرح قابل قبول
سمجھتے ہیں جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال غنیمت کے کپڑے میں اپنے
حصہ سے ایک کرتا بنا کر ایک صحابی کے اس اعتراض کو کہ "جب میرا کرتہ اس کپڑے میں جو
میرے حصہ میں آیا تھا نہیں بن سکا تو آپ کا کیسے بن گیا" نہ صرف لائق اعتنا بلکہ قابل
صفائی سمجھا اور کسی خفگی کا اظہار کئے بغیر ان صحابی کو اپنے فرزند کی گواہی سے کہ ان کے
حصہ کا کپڑا بھی فاروق اعظم رضؓ کے کرتے میں شامل ہو گیا ہے مطمئن کرانا ضروری سمجھا۔ تو
جنرل ضیاء الحق جیسے سربراہ مملکت جو ملک میں "نظام اسلام" لانے کے مدعی اور اس
کے لئے کوشاں ہیں اس نصیحت سے کیوں کر خفا ہو سکتے ہیں کہ "جناب صدر آپ جب تک
"سنتِ ریش" اختیار نہیں فرما لیتے۔ قوم کو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
تلقین وہدایت فرما کر دو گنہگاریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پہلی احکام قرآنی و فرمان
الٰہی کی خلاف ورزی کہ اللہ رب العزت نے اٹھائیسویں ۲۸ پارہ میں سورۃ الصف
کی دوسری اور تیسری ۲-۳ آیات میں صاف صاف فرمایا ہے۔ "اے ایمان والو کیوں کہتے
ہو وہ کچھ جو تم نہیں کرتے (۲) کیسی سخت ناپسندیدہ ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو
(۳)" جبکہ جناب صدر خود اس سنت نبوی کو ترک کئے ہوئے ہیں جس کا ظہور کم از کم
چالیس قدم دور سے شناخت ہوتا ہے اور جو مسلمان ہونے کی بہت بڑی شناخت
اور نصرانیوں و یہودیوں کی عام شکلوں سے مشابہت کو دور کرنے والا بہت بڑا
عمل ہے جب تک صدر صاحب اس روِیہ کو ترک نہیں کریں گے جو انہیں ترک سنت کا

Marfat.com

مرتکب کر رہا ہے وہ ہرگز ہرگز اللہ رب العزت کے محولہ بالا ارشاد کے مطابق اللہ رب العزت کی سخت ناپسندیدہ بات یعنی قوم کو تلقین سنت نبوی کر کے" وہ کہو جو نہ کرو" کے مرتکب ہونے سے نہیں بچ سکیں گے۔

جناب صدر کے اس تغافل کیش بلکہ خطاکیش رویہ سے انہیں روکنے کی جگہ "علمائے دین" کہلائے جانے والے حضرات یہ فرماتے ہوئے سُنے جاتے ہیں کہ ضیاء الحق صاحب اگر ڈاڑھی نہیں رکھتے تو کیا ہوا۔ ان کا دل تو نوری، باطن چمکدار اور ایمان تابدار ہے۔ یہ وہی حضرات ہیں کہ جو تصوف اور سلوک کے مسائل کو یہ کہہ کر رد فرما دیتے ہیں کہ "احکامات شریعت ظاہر پر صادر ہوتے ہیں۔" باطن جو کتنا ہی صاف اور بہتر بلکہ نوری ہو اگر شریعت کے مطابق ظاہری اعمال سے ہم آہنگ نہیں تو ناقابلِ قبول ہے۔ اب آپ غور فرمایئے کہ ان حالات میں یہ شکوہ کہ "وعظ و نصیحت کا معاشرہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے اور وہ روز بروز بدستور انحاط پذیر ہوتا چلا جا رہا ہے" کہاں تک درست اور مبنی بر حقیقت کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ جبکہ واعظ اور ناصح جن میں آپ کی ذات اور خود راقم الحروف سب شامل ہیں اپنے عمل کے تضاد کا شکار اور خود ان افعال میں مبتلا ہو کر کردار کی کوتاہی میں حصہ دار ہیں جس کی وہ دوسروں کو نصیحت و وعظ فرماتے رہتے ہیں۔ بالخصوص ہمارے "علمائے دین" کہلائے جانے والے حضرات "اعلائے کلمۃ الحق" کا فرض انجام دینے میں اس وجہ سے بھی معذور و مجبور رہے ہیں کہ ایک طرف تو صاحبان ثروت و مالکان دولت نے ان کے مُنہ میں "خدمت دین کے صلہ" کے طور پر لڈو ٹھونس دیئے ہیں اور دوسری طرف صاحبانِ اقتدار اور حاملانِ عنانِ حکومت اُنہیں "سونے میں تولنے" کی خوشخبری سنا کر اس کا منتظر رکھتے ہیں کہ کب وہ وقت آئے کہ یہ حضرات سونے میں تولے جائیں۔

یہ سب کچھ عرض کر کے راقم الحروف نے علماء اور "امراء" کے کردار کو ممکن طور پر

Marfat.com

واضح کر دیا ہے۔ باقی رہتا ہے فقرائے قولی یا پیران ظاہری کا گروہ جس نے "تصوف اور سلوک" کی راہ کو جو حقیقت میں راہ طریقت ہے اپنے دنیاوی مفاد کیلئے کاروباری ڈھچر پر ڈال کر گنڈے تعویز اور زعفران سے پلیٹیں لکھکر روزی کمانے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ ایسی حالت میں اس گروہ کا جو اپنے آپ کو "فقراء" کا گروہ کہلاتا ہے قوم کے قلب کی اصلاح سے قطعی کوئی واسطہ نہ رکھنے کی وجہ سے قلب خراب ہو گئے۔ اس بگاڑ نے مزید بدترین صورت اس لئے اختیار کرلی کہ "حقیقی علمائے دین" اور سچے مومن اولیائے کرام کے صحیح پیروکار اور مریدین و متوسلین پیران عظام نے اس گئے گزرے دور میں بھی "اصلاح قلبی" کیلئے جہاں کہیں اور جب کبھی "ذکر الٰہی" کی محفلیں منعقد کیں شریعت کے نام پر انکی سخت مخالفت کر کے "مسلم عوام" کو اس سے روکنے کی مہم شروع کر دی گئی۔ کہیں اس کج روی کو فروغ دینے کا کام "تبلیغی سرگرمیوں" کے آڑ میں جاری کیا گیا اور کہیں "اسلامی نظام" کی جدوجہد کو بگاڑ کا ذریعہ بنایا گیا۔ ایسا کرنے والے حضرات نے رب العزت کے اس واضح ارشاد کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی جو پچیسویں (۲۵) پارہ میں سورۃ الزخرف کی ۳۶ ویں اور ۳۷ ویں آیات کے ذریعہ نازل فرمایا گیا تھا۔

(ترجمہ) "جسے رتوندا آئے (آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے) رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں کہ وہ اس کا ساتھی بنا رہے (۳۶) اور بے شک وہ شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں (۳۷)" فی زمانہ "رحمٰن کے ذکر" کو روکنے کے شیطانی عمل نے اس قدر وسعت اختیار کرلی ہے کہ سورۃ الجمعہ میں اللہ رب العزت کے ان واضح احکامات کو ہر مسجد میں ہر جمعۃ المبارک کے "خطبہ" یا نماز کی قرأت میں دہرایا جاتا ہے اور نویں (۹) دسویں اور گیارہویں (۱۱) آیات (سورۃ الجمعہ) کی بڑے اہتمام سے تلاوت کی جاتی ہیں لیکن "ذکر الٰہی" کا کہیں نام و نشان تک نہیں ملتا کیونکہ کہ رحمٰن کے ذکر سے تو "رتوندا" آنے

Marfat.com

لگتا ہے۔ سورۃ الجمعہ میں اللہ رب العزت کا واضح حکم ہے کہ (ترجمہ) "اے ایمان والو! جب تمہیں جمعہ کے دن آذان کے ذریعہ نماز کے لئے بُلایا جائے تو (پہلے تو تم) اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو خرید و فروخت (کاروبار) چھوڑ کر (کیونکہ) اس میں تمہارے لئے بہتری ہے اگر تم کو علم ہو"۔ اللہ رب العزت کے اس واضح حکم کو وہ لوگ جنہیں رحمٰن کے ذکر سے رتوندا آنے لگتا ہے توڑ مروڑ کر اپنے ساتھی شیطان کی تعلیمات کے مطابق یوں کہتے ہیں کہ یہ "ذکر الہی" خطبۂ جمعہ ہے جس کی طرف دوڑنے کا حکم ہے۔ یہ لوگ اس وجہ سے بھی کہتے ہیں کہ انہیں "ذکر الہی" کی اس بہتری اور خیر خوبی کا علم نہیں کہ جو قلب کی زندگی اور بیداری ہے۔

اللہ رب العزت نے سورۃ الجمعہ میں یہ ارشاد فرما کر مزید وضاحت فرمائی ہے کہ (ترجمہ) "پھر جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر (رحمٰن کا ذکر) کثرت سے کرو تاکہ تمہیں فلاح کی اُمید ہو"۔ اللہ رب العزت نے اس وضاحت میں ظاہر فرما دیا کہ اللہ کا ذکر اور نماز ایک ہی چیز نہیں ہے اور اللہ رب العزت کا سب سے بڑا فضل یعنی فلاح دارین صرف اور صرف کثرت سے "ذکر الہی" کرنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ حضرات جنہیں "رحمٰن کے ذکر سے رتوندا آنے لگتا ہے" اس حقیقت کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ فلاح دارین سے بڑا فضل الہی اور کوئی نہیں ہے لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ فضلِ رب کاروبار اور تجارت کو کہا گیا ہے۔ ان حضرات نے صرف اس پر ہی اکتفا نہیں کیا کہ آذان اور نماز جمعہ کے درمیانی وقفہ میں مومنین کو اللہ رب العزت کے ذکر کی بھلائی سے محروم کر دیا بلکہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر ذکر الہی جاری کرنے کو بھی نابود کر دیا۔ سورۃ الجمعہ کی گیارھویں آیتہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ (ترجمہ) "وہ آپ کو (خطبہ کی حالت میں) کھڑا چھوڑ کر تجارت اور کھیل کی طرف رجوع ہو گئے۔ آپ ان سے ارشاد فرما دیجئے" کہ

Marfat.com

تیرے اللہ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ تمہاری تجارت اور کھیل سے بہتر ہیں اور اللہ سب سے بہتر روزی رساں ہے۔ یہ بات غیر متنازعہ ہے کہ ابتدائی ایام میں "جمعہ کا خطبہ" بھی عیدین کے خطبوں کی طرح نماز جمعہ کے دوگانہ کے بعد عطا فرمایا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ مسلمان آذان اور نماز جمعہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ میں چھوڑ کر چلے گئے تھے حالانکہ یہ عمل کسی مسلمان سے کیسے ممکن ہے کہ وہ خطبہ اور نماز کو چھوڑ دے اور بنجارہ کے نقارہ کی آواز سن کر مسجد سے خرید و فروخت کیلئے بھاگ جائے خواہ مالِ تجارت لانے والا بنجارہ ان کیلئے کیسی ہی نعمتِ عظمیٰ لیکر کیوں نہ آگیا ہو۔ جو مسلمان نیزوں کی بارش اور تلواروں کی چھاؤں میں بھی نماز ادا کرنے سے باز نہ رہتے ہوں وہ بھلا بنجارہ کے نقارہ کی آواز کو کس طرح نماز اور خطبہ پر فوقیت دے سکتے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان بطیب خاطر رسول اللہ کے اصحاب سے اس مردود عمل کی توقع کر سکتا ہے۔ اس سے بڑی اصحابِ رسول اللہ کی اور کوئی توہین ممکن نہیں ہے جبکہ صورت حقیقی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز جمعہ کے بعد خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ چونکہ اسوقت تک خطبہ کی واجبیت واضح نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے بنجارہ جب ایسا اشد ضروری سامان لایا جسکی بہت کمی تھی اور جس کے جلد فروخت ہو کر جلد ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا تو چند نمازی جو نماز ادا کر چکے تھے جلدی سے ضروری سامان خریدنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ کی حالت میں کھڑا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس واقعہ کے بعد خطبہ جمعہ نماز جمعہ کی ادائیگی سے پہلے عطا فرمایا جانا شروع ہوا تاکہ خطبہ شروع ہونے سے لیکر نماز کی ادائیگی تک کسی کو مسجد سے باہر جانے کی جرأت نہ ہو سکے۔

میری اس عرض داشت کے بعد یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو کر سمجھ میں آجانی چاہیئے کہ جب اللہ رب العزت کے ارشادات کے مطابق جو نویں پارہ میں سورۃ الانفال

Marfat.com

کی دوسری آیتہ میں فرمائے گئے ہیں "ذکر الٰہی" کے فیضان یعنی۔ رقت قلبی، تقویٰ اور ایمان کی مضبوطی کیلئے لازم "مشاہدہ" اور اللہ رب العزت پر توکل ہی باقی نہ رہے تو نماز قائم کرنے کی صلاحیت کہاں سے پیدا ہوگی اور نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے فیضان کہاں سے حاصل ہوں گے۔ جب یہ سب کچھ باقی نہیں رہیگا تو پھر بھلا وعظ و نصیحت کا کیا خاک اثر ہوگا جبکہ واعظ و ناصح حضرات خود امراضِ قلبی میں مبتلا ہوکر، "ان لوگوں کے زمرہ میں شامل ہوجائیں۔ جن کو رحمٰن کے ذکر سے رتوندا آنے لگتا ہے اور جن کا معاون اور دوست ایک شیطان ہوتا ہے۔ تو پھر معاشرہ کا جو حال ہونا چاہیئے سو وہ حال موجود ہے۔ حالاتِ حاضرہ گواہ ہیں کہ ہم نے "ذکر الٰہی" سے منہ موڑ کر "قلبی نظام" کو تباہ کر دیا ہے اور اس تباہی کا ذمہ دار اُمّت محمدیہ کا وہ آوا نہیں ہے جس کو اللہ رب العزت کے حبیبؐ نے "ذکر الٰہی" کی بھٹی میں پکا کر "ظرف" بنایا تھا۔ وہ اصحاب تو اب بھی صاحبان "ظرف" ہیں البتہ بگاڑ ان کے مقدر میں ہے جو کچے برتن کی طرح آوے میں بغیر پکے بازار میں چلے آتے ہیں۔

یہ تینوں قسم کے برتن علماؔ، امراء اور فقراء کہلانے والے حضرات ہیں جو خود بگڑ کر اس سارے بگاڑ کے ذمہ دار ہیں۔ اگر اصلاح کا کام کرنا ہے تو وہ "آوے کے آوے" سے نہیں بلکہ ان تینوں قسم کے کچے برتنوں سے ہونا چاہیئے۔

آخر میں تیئسویں ۲۳ پارہ سے سورۃ الزمر کی بائیسویں ۲۲ اور تیئسویں ۲۳ آیات کی تلاوت اور صحیح صحیح ترجمہ پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں اللہ رب العزت نے "ذکر الٰہی" کو اسلام کے لئے شرح صدر کا ذریعہ بنانے والے حضرات اور اللہ کے ذکر سے روگردانی والے گمراہوں کا فرق اور دونوں زمروں کے مقامات کا تذکرہ نہایت عبرتناک انداز میں صاف طور پر ارشاد فرمادیا ہے اور ساتھ ہی جہاں کتاب کریم ذکر حکیم کی تلاوت کرنے والوں اور ذکر الٰہی کرنے والوں کی روحانی حالت اور

Marfat.com

انکی قلبی کیفیات کا نہایت موثر اور دو ٹوک طریقہ پر اظہار فرمایا ہے وہاں "ذکر الٰہی" سے بہانہ تراشی کر کے کترانے والوں کی گمراہی کا بھی فیصلہ کن اعلان فرما کر اس امر کی قرآنی شہادت فراہم فرما دی ہے۔ کہ ہدایت اور صراط مستقیم کے طالب "ذکر الٰہی" سے ہی رضائے خداوندی حاصل کر کے سچے مومن بنتے ہیں۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۲۲ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۲۳

(ترجمہ) "تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ف۵۳ تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے ف۵۵ اس جیسا ہو جائیگا جو سنگ دل ہے تو خرابی ہے اُنکی جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں ف۵۶ وہ کھلی گمراہی میں ہیں اللہ نے اُتاری سب سے اچھی کتاب ف۵۷ کہ اوّل سے آخر تک ایکسی ہے ف۵۸ دوہرے بیان والی ف۵۹ اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں اللہ کے ذکر کی طرف رغبت میں ف۶۰ یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اُسے جسے چاہیے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔"

Marfat.com

ذکرِ الٰہی کے قرآنی فیضان

حضور آقائی و مولائی سیّدی و مُرشدی

شیخ المشائخ حضرت علامہ

جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی

کے

خُطبات سے اقتباسات

Marfat.com

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ

Marfat.com

ذکرِ الٰہی کے قرآنی فیضان

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے یہ خطاب
"ذکرِ الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر ایک عظیم الشان اجتماع سے عزیز آباد فیڈرل بی ایریا
میں ۳۰ جنوری ۱۹۸۱ء بمطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ کو حضور اکرم نور مجسم فخر بنی آدم
حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سالانہ جشنِ عید میلاد النبی کی محفل میں فرمایا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الصَّمَدِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ اللَّعِیْنِ الرَّجِیْمِ
بفضلِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ قُرْاٰنِ
الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ وَاِذَا
تُلِیَتْ عَلَیْہِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْہُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ﴿۲﴾
الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ اُولٰٓئِکَ
ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَہُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّ
رِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۴﴾

الحمد للہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی سیّد المرسلین
وآلہ الطیّبین الطّاھرین برحمتک یا ارحم الرّاحمین
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

تمام تعریفیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہیں جو خالق و مالکِ کائنات ہے اور صلوٰۃ و

Marfat.com

سلام اُس کے حبیب خیر الانام حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور انکی آل کے لئے ہے۔ واجب التعظیم ذات مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابوتراب علیہ السلام کی ہے جو تمام ہی سلسلہ ہائے طریقت کے پیشوا اور امام اور تمام ہی اہل اللہ کے رہبر و مرشد ہیں

میرے عزیزو! اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام سے اس فقیر نے جو حصّہ مبارک تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے یہ نویں پارے میں "سورۃ الانفال" کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں جو بہت چھوٹی ہیں سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ۔مومن وہی ہیں کہ جن کے قلوب جب وہ اللہ کا ذکر کریں تو اللہ کے خوف میں مبتلا ہو جائیں۔ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ اور جب ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو ان کے ایمانوں میں زیادتی ہو جائے (قوت پیدا ہو جائے، ایمان اور قوی ہو جائیں) اور وہ اپنے رب سے متوکل ہو جائیں (توکل کا انعام توکل کی نعمت حاصل کریں)

یہاں دوسری آیت ختم ہوئی۔

اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ (یہی حضرات ہیں) یہی لوگ ہیں کہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کی جو نعمت انہیں ملتی ہے اسے اللہ کے لئے تقسیم کرتے ہیں۔ (یہاں تیسری آیۃ ختم ہوئی)

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط (یہی حضرات سچے مومن ہیں) یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں۔ لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝ ان کے رب کے پاس اعلیٰ مقامات و درجات ہیں اور مغفرت اور عطا و بخشش کے دروازے ان کے لئے کھل گئے ہیں اور انہی کے لئے عزت و حرمت والا رزق ہے (چوتھی آیۃ ختم ہوئی)

Marfat.com

سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کی طرف آپ کو متوجہ کرنے سے پہلے میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں (یہاں یہ جملہ معترضہ ہے) کہ فقیر ہر سال ربیع الاول میں سالانہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے موقع پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام سے ایک حصہ تلاوت کرتا ہے۔ ایک آیۃ یا چند آیات یا جو بھی اللہ کی طرف سے توفیق ہو اور اسی حصہ پر پورے ایک سال تک منعقد ہونے والے حلقۂ ذکر، میلاد النبی اور گیارھویں شریف کی تمام محفلوں میں روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس طرح کرم فرمایا کہ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صدقہ میں یہ آیات تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائی جن کا ترجمہ میں آپ کو ابھی بتا چکا ہوں۔

میرے عزیزو! اب آپ ان آیات پر غور فرمائیں۔ اللہ کے نزدیک وہی لوگ مومن ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس ذکر سے ان کے دل خوف خدا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پہلی شرط یہ رکھی کہ وہی لوگ مومن ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اب ذکر کیا ہے؟ ہمارے "علماء کہلانے والے" حضرات کہتے ہیں کہ ذکر کے معنی یاد دہانی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بھی ذکر حکیم فرمایا ہے لہٰذا قرآن پڑھ لینا بھی ذکر ہے۔ ذکر کے معنی عبرت کے ہیں یہ بھی ٹھیک ہے اور ذکر اللہ کی یاد کے معنی میں بھی ہے۔ آپ عبرت، یاد خدا، نصیحت، یاد دہانی اور قرآن کریم ان تمام معنوں پر غور فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ اگر قرآن شریف پڑھنا اللہ کا ذکر ہے تو اسے غیر مسلم بھی پڑھتے ہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے یہی لوگ ایمان والے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوف خدا سے ڈر جاتے ہیں (خوف میں مبتلا ہو جاتے ہیں) اور اللہ سے ڈرنے کے معنی "تقویٰ" ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے روزے اس لئے رکھوائے کہ آپ

Marfat.com

اہل تقویٰ ہو جائیں۔ قرآن شریف بھی بتا رہا ہے کہ روزے تو متقی بنانے کے لئے ہی رکھوائے گئے تھے۔ الحمد اللہ کے اُمت کے کثیر افراد روزے رکھتے ہیں بلکہ ایسے حضرات بھی جو نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں مگر روزے ضرور رکھتے ہیں لیکن وہ متقی نہ ہوئے۔ آجکل جو روزے ہم رکھ رہے ہیں وہ تقویٰ نہیں دے رہے ہیں کیونکہ روزے بغیر ذکر الٰہی کے متقی نہیں بنا سکتے۔ اگر قرآن شریف پڑھنا اللہ کا ذکر ہے تو مسلمان کثرت سے پڑھتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ پڑھتے ہیں بلکہ سینوں میں بھی رکھتے ہیں، حافظ بھی ہیں مگر اللہ سے نہیں ڈرتے۔ تو یہ کیا بات ہوئی؟ ہم نے اللہ کا ذکر (قرآن شریف کی تلاوت) کیا تو پھر اللہ کے ذکر کے ساتھ ہم میں یہ خصوصیت بھی پیدا ہونی چاہیئے کہ پہلے تو ہمارے قلب میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے۔ جب اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے گا تو ہم متقی ہو جائیں گے اور جب متقی ہو گئے تو مشاہدہ لازم آیا کیونکہ متقی ہونے کے بعد اللہ کی نشانیوں کا ظہور فرمایا جانا ضروری و لازمی ہے۔ یہ عین حقیقت ہے کہ متقی ہی اللہ کی نشانیوں سے راستہ پکڑتے اور معرفت حاصل کرتے ہیں۔ متفقہ طور پر اپنے آپ کو علماء کہلوانے والے تمام حضرات تسلیم کرتے ہیں کہ متقی ہی اصل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی معرفت والے ہوتے ہیں۔ جب تک متقی نہ ہوں تو میرے جیسے گنہگار کیا معرفت والے ہوں گے۔ ان کو نشانیوں سے کیا عبرت حاصل ہو گی۔ کیا وہ اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ کر سکیں گے؟ میرے عزیز! وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ کا ترجمہ اس طرح بھی کیا جاتا ہے کہ "جب ان پر اللہ تعالیٰ کی (قرآن شریف کی) آیات پڑھی جاتی ہیں یعنی قرآن شریف کی تلاوت کی جاتی ہے"۔ قرآن شریف کی آیات تو ہر جلسہ میں تلاوت کی جاتی ہیں۔ یہ آیات تو رات و دن پڑھی جا رہی ہیں اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے لیکن ہمیں نہ کوئی ایسی نشانی نظر آتی ہے جو ہدایت کا سبب ہو سکے اور ان آیات کی تلاوت ہمارے ایمانوں کو مضبوط اور زیادہ مستحکم کرتی ہے بلکہ سرے سے ایمان باقی رہنا ہی مشکل ہو رہا ہے تو پھر توکل کی نعمت تک

Marfat.com

پہنچنا تو بہت دور کی بات ہے لیکن قرآن گواہ ہے کہ اللہ کے مومن بندوں پر جب اللہ کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو ان کے ایمان قوی ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب سے متوکل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے تو یہ طے کرنا چاہیئے کہ آیتہ کے معنی کیا ہیں؟ قرآن میں آیتہ کے معنی نشانی یا دلیل کے ہیں۔ اگر آیتہ کے معنی نشانی کے ہیں تو قرآن شریف کا ایک جملہ جو ایک گول نشان سے شروع ہو کر دوسرے گول نشان پر ختم ہوتا ہے اسے آیتہ کہتے ہیں۔ لیکن وہ جملہ بجائے خود جملہ ہے آیتہ نہیں۔ آیتہ تو وہ گول نشان ہے جہاں جملہ ختم ہوا ہو اور یہ اس لئے بنایا جاتا ہے کہ یہاں جملہ ختم ہوتا ہے۔ اس جملہ کو آیتہ کے ہم معنی کر دیا گیا ہے۔ آیتہ نہیں پڑھی جاتی بلکہ وہ جملہ پڑھا جاتا ہے۔ تو کیا اللہ تبارک و تعالیٰ یہ فرماتے کہ جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے یا سنایا جاتا ہے؟ وہ تو فرماتا ہے وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ جب ان پر اسکی نشانیاں پڑھی جاتی ہیں۔ نشانیاں پڑھی نہیں جاتیں بلکہ ظاہر کی جاتی ہیں، دیکھی جاتی ہیں سمجھی اور پرکھی جاتی ہیں۔ نشانیاں پڑھی جاتی ہیں تو ایک استعارہ ہے کہ نشانیاں جب ان پر ظاہر ہوتی ہیں یعنی وہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں تو انہیں معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اللہ کو پہچانتے ہیں۔ اہل معرفت کو بھی یہی کہا کہ وہ اللہ کی آیات کا مشاہدہ کر کے اہل معرفت ہوئے۔ ہر قوم کو بھی یاد دہانی اور تنبیہہ کے طور پر ہمیشہ یہی کہا کہ کیا تم اللہ کی نشانیاں نہیں دیکھتے ہو۔ سورج طلوع ہوتا نہیں دیکھتے، درختوں کو اور ان پر جو پھل آتے ہیں ان کو نہیں دیکھتے۔ کیا یہ دلیل نہیں ہے کہ ہم نے پیدا کیا ہے۔ تو یہ ہیں نشانیاں۔ پھر اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ان کے ایمانوں میں زیادتی ہو جائیگی۔ ایمان اور قوی ہو جائیں گے اور وہ اپنے رب سے متوکل ہو جائیں گے۔ لازمی بات ہے کہ جب آپ پر نشانی ظاہر ہو جائے اور آپ اللہ کو اس نشانی سے پہچان لیں تو اہل معرفت ہو جائیں گے اور جب اہل معرفت ہو جائیں گے تو آپ کا ایمان اور مضبوط ہو جائیگا یعنی جو بغیر دیکھے ایمان لائے ہیں وہ جب نشانی دیکھ لیں گے تو ان کا ایمان زیادہ مضبوط ہو جائیگا پہلے تو ان کو "ایمان بالغیب" حاصل تھا۔ لیکن جب وہ مشاہدہ کا ایمان حاصل کریں گے

Marfat.com

تو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توکل عطا ہو جائیگا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کریں گے۔

میرے عزیز! اہل توکل کون ہوتے ہیں؟ جب نشانیاں دیکھیں تو اہل توکل ہوئے۔ نشانیاں دیکھیں تو ایمان پختہ ہوا۔ نشانیاں کب دیکھیں؟ نشانیاں اس وقت دیکھیں جب انہوں نے اللہ کا ذکر کیا اور ان کے قلب میں اللہ کا خوف پیدا ہوا۔ تو آپ یہ بنیاد ملاحظہ کیجئے کہ جو بیج ڈالا گیا ہے وہ ذکر الٰہی ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ o اس آیتہ کے چار حصے ہیں۔ پہلا حصہ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک وہی لوگ مومن ہیں جن کی خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب اللہ کے خوف سے ڈر جاتے ہیں۔ ذکر کا دنیا کے خوف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ کا خوف کیا ہے؟ اللہ سے کیا ہم اس وجہ سے ڈرتے ہیں کہ نعوذ و باللہ کوئی شیر یا بھیڑیا ہے جو پھاڑ کھائیگا یا سانپ ہے جو ڈس لے گا، یا چور اور ڈاکو ہے جو مال لے جائیگا۔ یہ سارے خوف دنیاوی اور مادی ہیں۔ اللہ کا خوف تو یہ ہے کہ اس کی رضا کے خلاف کچھ نہ ہو جائے۔ اللہ کا خوف وہاں پہنچاتا ہے جہاں بندہ اللہ کی رضا کے کام کرے اور اس میں تھوڑی سی بھی غلطی ہو جائے تو رک جائے کہ یہ نہ کرنا کبھی میرا رب ناراض ہو جائے گا۔ یہ جنت سے خوش نہیں اور دوزخ سے خائف نہیں۔ یہ تو اللہ کی رضا سے خوش اور اسکی ناراضگی سے خائف ہے۔ یہ ہیں وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں ان کے قلوب اللہ کے خوف سے ڈر جاتے ہیں۔ میرے عزیزو! تمام اولیائے کرام بالخصوص حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر قلب کو رقیق اور نرم و گداز کر دیتا ہے۔ یہی اہل ذکر ہوئے کہ جب اللہ کا ذکر کریں تو ان کے قلب نرم و گداز ہو کر اللہ سے ڈر جائیں۔ وہ حضرات جو وعظ کرنے کو اللہ کا ذکر کہتے ہیں وہ دوسروں کو تو نصیحت کرتے ہیں لیکن خود نہ عبرت پکڑتے ہیں اور نہ نصیحت۔ ان کا وعظ و نصیحت ذکر کے لفظی معنی

Marfat.com

ادا کرنے کے باوجود قلب کو نرم و گداز نہیں کرتا۔ وہ ذکرِ الٰہی تو اہلِ ذکر ہی کرتے ہیں جس سے قلب نرم و گداز ہو کر اللہ کے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ان سے پوچھئے، وہی بتائیں گے کہ ذکر کیا ہے؟ آپ نے خود ہی تجویز کر لیا کہ ہم نماز پڑھتے ہیں یہ بھی اللہ کا ذکر ہے ہم کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اختیار کر دو تو یہ بھی اللہ کا ذکر ہے، ہم کہتے ہیں کہ اسوۂ حسنہ ہمارے لئے کافی ہے تو یہ بھی اللہ کا ذکر ہے لیکن ملاحظہ فرمایئے کہ اس سلسلہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔ اسوۂ حسنہ پر عمل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق عمل نہ ہو جو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے اکیسویں ۲۱ پارہ میں سورۃ الاحزاب کی اکیسویں ۲۱ آیۃ میں فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ؕ

(ترجمہ) "بیشک رسول اللہ کے بہترین نمونے کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر اُمید رکھتا ہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو"۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ کے نزدیک رسول اللہ کا اسوۂ حسنہ اسی کے حق میں بہتر ہے (اور بہتری اس کو حاصل ہو سکتی ہے) جو اللہ اور آخرت کے دن کے لئے بہتری چاہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرے کیونکہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والوں ہی کے قلوب زندہ ہوتے ہیں اور ہدایت قبول کرتے ہیں۔ جب تک آپ کا قلب صحیح نہ ہو اور آپ کو اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کر کے آپ کے اندر مومن کی خصوصیت پیدا نہ کر دے آپ کیسے آگے بڑھیں گے۔

مومن کی خصوصیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی دوسری آیۃ میں جو بات فرمائی ہے اس میں تین مقام آگئے کہ مومن جب ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب اللہ کے خوف سے ڈر جاتے ہیں۔ پھر ان کو معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اللہ کی

Marfat.com

نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ان کے ایمان مضبوط ہو جاتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرما رہا ہے، وہ کہہ رہا ہے جس نے تمہاری خلقت کی ہے، وہ کہہ رہا ہے جس نے تمہاری (آدمؑ کی) سرشت میں نفس امارہ رکھ کر شیطان کو کھلی چھٹی دے دی ہے کہ یہ (نفس امارہ) تیرا ایجنٹ ہے، اب بہکا لیکن جو ہمارے خاص بندے ہیں وہ پہلے نفس امارہ کی حجامت کریں گے اور کس طرح کریں گے؟ اس پر اللہ کے ذکر کی ضرب لگائیں گے۔ "لَا اِلٰہ الا اللہ، لا اِلٰہ الا اللہ، لا اِلٰہ الا اللہ" اللہ کے ذکر سے اسے مردہ کر دیں گے۔ اس پر اتنے کوڑے برسیں گے کہ وہ پناہ مانگ جائیگا۔ یہ کوڑے کس طرح برسیں گے؟ یہ اس طرح برسیں گے کہ وہ کہیں گے کہ اے نفس امارہ ہم نے اللہ سے ایک عہد کیا ہے۔ ایک میثاق کیا ہے، میثاق الست۔ اللہ نے ہم سے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ ہم نے کہا تھا کہ بیشک تو ہمارا رب ہے اور ہم نے گواہی بھی دی تھی۔ اب ہم اس گواہی کو دہرائیں گے اور اس عہد کو یاد کریں جو ہماری روح نے اپنے رب سے کیا ہے کہ "تو ہمارا رب ہے" لا اِلٰہ الا اللہ کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ۔ عہد کو یاد کرنے کا نام ہی تو ذکر ہے۔ جب نفس پر لا اِلٰہ الا للہ کی ضرب لگے گی تو وہ کہے گا ہائے میں مرا، یہ تو معاہدہ یاد کر رہا ہے اور یہ اس معاہدہ کے خلاف نہیں جائیگا۔ تو جناب اس ضرب نے سارے بُت توڑ دیئے۔ خوفِ خدا خوف خدا ہوگا۔ خدا کا خوف کیوں پیدا ہوگا کیونکہ میں کہہ رہا ہوں لَا اِلٰہ اِلَّا اللہُ، مگر صرف زبان سے کہنا کافی نہیں ہے بلکہ قلب کو بھی تصدیق کرنا چاہیئے۔ لہٰذا اس کی ضرب قلب پر لگائی جانی چاہیئے۔ جب یہ ضرب پڑتی ہے تو قلب کو گداز کرتی ہے۔ یہ ضرب قلب میں خوف خدا پیدا کرتی ہے اور جب خوف خدا پیدا ہوتا ہے تو تقوی آتا ہے۔ تقویٰ کے معنی خوف خدا کے ہیں۔

میرے عزیزو! آپ سُن لیں بُرائیوں کی جڑ یہ ہے کہ آپ بے خوف ہو گئے ہیں۔ خوفِ خدا دلوں سے اُٹھ گیا ہے۔ اے اُمت کو پکارنے والو اور وعظ و نصیحت کرنے والو

Marfat.com

اللہ سے ڈرو کہ تم اسوۂ حسنہ کی تبلیغ کر رہے ہو اور خود صبح صبح داڑھی مونڈتے ہو چہرہ سے سُنّت کو صاف کر دیتے ہو۔ کم از کم یہی خیال کر لو کہ مجھے شاہ بھی کہتے ہیں، مجھ سے لوگوں کو بڑی عقیدت بھی ہے اور مجھے شام کو جلسہ میں جا کر اسوۂ حسنہ پر عمل کی "تلقین بھی کرنی ہے۔ لیکن سیرت اور اسوۂ حسنہ پر عمل وہ کرتے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں فرما دیا ہے کہ جب ان پر نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں تو ان کے ایمان مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جب آپ نے نشانیاں دیکھ لیں، جب آپ نے دیکھ لیا کہ دیگیں پکی رکھی ہیں تو کیا اب بھی شک باقی رہے گا کہ کھانا ملے گا۔ تم بندوں پر تو بھروسہ کرتے ہو کہ اگر میں تمہاری دعوت کر دوں تو تم گھر سے کھانا کھا کر نہیں آؤ گے کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ ایک فقیر نے کہا ہے کہ کھانا ملیگا خواہ دال روٹی ہو، چاہے زردہ بریانی ہو اس لئے گھر سے کھانا کھا کر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ پر جس نے قسم کھا کر کہا ہے کہ میں روزی دوں گا بندے کو توکل اور بھروسہ نہیں ہے حالانکہ یہ بندہ رب تبارک و تعالیٰ کی صداقت کا رات دن مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کی صداقت کا سب سے عظیم اور کھلا ہوا مشاہدہ یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں آتے ہی اس کی چھاتی میں دودھ اُتار دیا۔ ابھی انسانی وجود دور ہے مگر رزق پیدا کر دیا گیا۔ میرے عزیزو! اللہ سے صرف روزی پانے کا نام ہی توکل نہیں ہے۔ اگر روزی کی حد تک ہی "توکل" کو محدود رکھا جائے تو ہر دوکاندار جب دوکان کھولتا ہے توکل ہی کرتا ہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ میری بکری کتنی ہو گی۔ ہر دوکاندار اور ہر کاروباری ہی نہیں بلکہ آزاد پیشہ سے تعلق رکھنے والا ہر فرد توکل کرتا ہے۔ مثلاً جب ڈاکٹر صاحب مطب کے لئے جاتے ہیں تو یہ نہیں جانتے کہ کتنے مریض آئیں گے اور کس قدر آمدنی ہو گی۔ تو پھر اللہ پر توکل کس کو ہے، اللہ پر بھروسہ کسے کہتے ہیں یہ ان اہل الذکر حضرات سے پوچھئے جو اسباب کو ترک کر کے مسبب الاسباب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ حضرات کون ہیں یہ میں

Marfat.com

آگے بتاؤں گا۔ یہاں تک یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر کو کتنی بڑی عظمت عطا کی ہے۔ دوسری بات اللہ تبارک و تعالیٰ نے جسمانی طور پر تمہارے دلوں کے لئے فرمائی ہے کہ "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اور جو ایمان لے آئے ہیں ان کے قلب تو اللہ ہی کے ذکر سے اطمینان پکڑتے ہیں۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ اور یاد رکھو اور خوب سن لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے ان کے قلب اطمینان پکڑ سکتے ہیں" تو ذکر کو مومن کی یہ خصوصیت قرار دی کہ وہ ذکر کرتا ہے۔ جب ذکر کرتا ہے تو اسے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ جب تقویٰ حاصل ہوتا ہے تو مشاہدہ ہوتا ہے اور مشاہدے سے وہ معرفت حاصل کر لیتا ہے اور اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔ جب ایمان مضبوط ہو تو وہ اللہ پر بھروسہ اور توکل کرے گا۔ دوسری آیۃ ختم ہوئی۔

سورۃ الانفال کی تیسری آیۃ ایک چھوٹی سی آیۃ ہے جس نے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اس آیۃ میں قرآن شریف کا نچوڑ آ گیا ہے۔ اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ یہی لوگ ہیں (مومن) جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ نے انہیں جو نعمت دی ہے وہ اس میں سے اس کے نام پر تقسیم کرتے ہیں۔ نماز کا معاملہ تو یہ ہے کہ

تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

بیشک نماز وہی حضرات قائم کر سکتے ہیں جن کا دل صنم آشنا نہ رہے۔ جب تک دل صنم سے آشنائی قائم کئے ہوتے ہے نماز قائم نہیں ہو سکتی۔ مزید برآں اس آیۃ میں رزق سے مراد محض روزی نہیں ہے بلکہ انہیں جو بھی نعمت دی گئی ہے اسی میں سے تقسیم جاری ہوتی ہے۔ یہ اپنے رب کی نعمتیں اس لئے تقسیم کرتے ہیں کہ انہیں ان نعمتوں کے ملنے کا شکرانہ ادا کرنا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ان بندوں کو اگر علم دیا گیا ہے تو یہ علم تقسیم کرتے ہیں، ایمان دیا گیا ہے تو یہ ایمان تقسیم کرتے ہیں، دین دیا گیا ہے تو یہ دین تقسیم کرتے ہیں الغرض اللہ نے ان کو جو بھی نعمت دی ہے یہ وہ تقسیم کرتے ہیں

Marfat.com

اور اس کا معاوضہ بھی نہیں لیتے۔ ہمارے علمائے دین کہلانے والے حضرات ذرا اپنی تنخواہوں کا جائزہ لیں کہ ان پر "وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" کا اطلاق ہو رہا ہے یا نہیں۔ شیخ الحدیث، شیخ الجامعہ اور شیخ القرآن یہ سب ہی ہمارے علماء ہیں جنہوں نے علم کو پیشہ کے طور پر اختیار فرمایا ہوا ہے لیکن آپ دیکھیں گے کہ اولیائے کرام کسی دینی یا دنیاوی نعمت کو جو انہیں ان کے رب نے عطا فرمائی ہے مخلوق میں (محض اپنے ہم مذہب وہم مسلک ہی میں نہیں) جو بھی سائل ہو، طالب ہو یا ضرورت مند ہو نہایت فراخدلی سے تقسیم کرتے ہیں اور اس کی کوئی قیمت وصول نہیں کرتے بلکہ خوشنودئ رب کے لئے تقسیم کرتے ہیں۔ یہ تقسیم صرف اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ ان کے پاس دین آتا ہے تو یہ دین تقسیم کرتے ہیں۔ رزق آتا ہے تو یہ رزق تقسیم کرتے ہیں۔ درویش اکیلا نہیں کھاتا بلکہ لنگر چلاتا ہے۔ زردہ بریانی اور مرغ و قورمہ کھلاتا ہے اور فتویٰ دینے والوں کی رال ٹپکتی ہے کہ یہ تو مرغ کھاتا ہے۔ یہ کھاتے بعد میں ہیں اور کھلاتے پہلے ہیں۔ تم کھاتے پہلے ہو لیکن کھلاتے نہیں ہو۔

میرے عزیزو! قرآن شریف آپ کے گھروں میں موجود ہے۔ سورۃ الانفال کی چوتھی آیۃ پڑھ لیجئے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۚ اب انعام کا وقت آگیا ہے کیونکہ ان کا ایمان قبول ہو گیا ہے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ کا ترجمہ یہ ہے کہ "یہی لوگ سچے مومن ہیں" ان ہی حضرات کا ایمان سچا ہے کیونکہ بھٹی میں پک کر آیا ہے۔ تپ کر کندن بنا ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ ذکر کیا تو خوف خدا پیدا ہوا، خوف خدا پیدا ہوا تو مجاہدہ کیا، مجاہدہ کیا تو مشاہدہ آیا، مشاہدہ آیا تو ایمان قوی ہوا، ایمان قوی ہوا تو توکل آیا، توکل آگیا تو نماز قائم کی اور جب کہا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو وسائل و اسباب کو ترک کر دیا اور محض اسی ذاتِ باری کو جو مسبب الاسباب ہے

Marfat.com

اپنا وزیر رساں اور وسیلہ بنالیا۔ توکل آسان نہیں ہے۔ یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ الحمد شریف پڑھ لی، قرآن پڑھا اور نماز پڑھانے کے بعد کہا کہ اس مسجد میں کچھ نہیں رکھا ہے۔ یہاں تو مجھے صرف پانچ سو روپے ملتے ہیں اس لیے میں تو اس مسجد میں نماز پڑھاؤں گا جہاں مجھے ایک ہزار روپے ملیں گے۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ آپ خود معاشرہ کا جائزہ لیں۔ جھوٹی قلعی چڑھتی ضرور ہے مگر جلد اتر جاتی ہے۔ معاشرہ کی اصلاح کیوں نہیں ہو رہی ہے۔ سب کچھ کرنے کے باوجود آپ معاشرہ کی اصلاح کیوں نہیں کر سکتے۔ ربیع الاوّل کے مہینے میں پورے ملک میں جگہ جگہ بے شمار سیرت کے جلسہ منعقد ہوئے جن میں کس قدر زور دیا گیا کہ سیرت اختیار کرو اور اسوۂ حسنہ پر عمل کرو لیکن کیا وجہ ہے کہ ہم دو چار قدم مزید پیچھے ہی ہٹتے ہیں، آگے نہیں بڑھتے۔ آگے بڑھنے کی جگہ ہمارے قدم پیچھے کیوں چلے جاتے ہیں اور ہماری نئی نسل پہلے سے بدتر کیوں ہوتی چلی جا رہی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا ایمان محض زبان پر ہے۔ اگر آپ کو واقعی اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی خواہش ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے ہی نسخہ تجویز فرما دیا ہے۔ تیرھویں[۱۳] پارہ میں اپنے نبی حضرت یوسف علیہ السلام سے کہلوا دیا (تیرھویں پارہ کی ابتداء یہاں ہی سے ہوتی ہے) وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ج (ترجمہ) "میں اپنے نفس (امارہ) کو کبھی بری نہیں کرتا"۔ تو جناب والا آپ نے اپنے نفس امارہ کے خلاف کون سا اکھاڑہ کھودا ہے۔ کس کس کو پہلوانی سکھائی ہے۔ میرے عزیز! ایک ملک کا پہلوان جب کسی دوسرے ملک کے پہلوان سے لڑتا ہے تو پہلے وہ اچھی طرح مانجھا جاتا ہے۔ آپ کا اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے لئے تو شیطان سے مقابلہ ہے، کسی پہلوان سے نہیں۔ شیطان سے مقابلہ کرنا ہے تو ایمان سے مدد لو۔ یہ مقابلہ ایمان کے بغیر ممکن نہیں اور ایمان کب آئے گا جب ذکر و فکر کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے نفس امارہ کے بارے میں ایک نبی سے کہلوا دیا کہ جو سرشت کے

Marfat.com

اعتبار سے انسان ہے لیکن نفس امارہ کے اعتبار سے پاک کر دیا گیا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ اسی لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اگر اللہ رحم نہ کرے اور میرا نفس بھی امارہ ہو تو وہ گمراہی کی طرف لے جائیگا۔ یہ تو کام ہی غلط سکھاتا ہے۔ جب تک نفس امارہ کی اصلاح نہ ہوگی آپ اصلاح معاشرہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ مجھے بتایئے کہ نفس کی اصلاح کا آپ کے کارخانوں میں کون سا شعبہ تعلیم دیتا ہے۔ آپ کے یہ کارخانے، یہ دار العلوم تو محض علماء ساز فیکٹریاں بن گئے ہیں کیونکہ ان کے طریقہ تدریس کا محور قطعی طور پر یہ نقطۂ نظر ہوتا ہے کہ اچھے مقرر اور مناظر پیدا کئے جائیں جو صرف اپنے مسلک ہی کے دفاع کے فرائض انجام دینے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں بلکہ دوسرے مسالک پر حملہ اور بھرپور وار کرنے کی لفاظی میں بھی مہارت کے مالک ہوں۔ مناظرہ کریں تو محض علمی مباحث ہی سے استدلال نہ ہو بلکہ جلی کٹی بھی سنانی آتی ہو بہرحال فاتح شیر بیشہ بن جائیں خواہ علم دین سے کوسوں دور ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو مجھے بتایئے کہ آج کے دینی طالب علموں کے لئے جو کل کو علمائے دین کہلائے جانے والے ہیں آپ کے کسی ایک دار العلوم میں کوئی ایسا شعبہ بھی ہے جو نفس کی اصلاح کے لئے قائم کیا گیا ہو اور جس میں اصلاح نفس کی تعلیم و تربیت دی جاتی ہو یا نفس امارہ کی اصلاح آپ کے نزدیک خود بخود ہو جاتی ہے۔ اگر نفس کی اصلاح خود بخود ہو جایا کرتی تو پھر شیطان بے بس تھا۔ لیکن نفس کی اصلاح خود بخود نہیں ہوا کرتی۔ اس کیلئے تو بہت کچھ کرنا پڑیگا، بہت سے پاپڑ بیلنے ہوں گے۔ نفس کی اصلاح کے لئے مجاہدوں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے فراہم ہوتی ہے۔ آپ کا جواب کچھ بھی ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو یہی فرما رہا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ذکر کیسے ہو؟ میرے عزیزو! یہ ذاکروں سے پوچھو۔ یہ میں نے ویسے ہی نہیں کہہ دیا ہے بلکہ سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیۃ اور سورۃ النحل کی تینتالیسویں

Marfat.com

آیتہ پڑھ لیجیے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
(ترجمہ) "اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔ اس آیتہ کے سیاق و سباق میں کسی دوسری محفل
میں گفتگو ہوگی سردست تو ذکر الٰہی کی بات ہو رہی ہے جس کے کرنے کے طریقے ظاہر ہے
کہ اہل ذکر ہی جانتے ہیں اور یہ طریقے وہی ہیں جو انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے تعلیم فرمائے ہیں۔ اس لئے ذکر کا طریقہ اہل ذکر ہی سے پوچھو اور اہل ذکر وہ حضرات
ہوتے ہیں کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حبیبؐ کی طرح ذکر کریں۔ اللہ کے حبیب نے
غار حرا میں جب ذکر کیا تھا تو اس وقت تک قرآن نازل نہیں ہوا تھا۔ اللہ کے نبیؐ نے ذکر
کیا تھا تو نماز نہیں پڑھی تھی کیونکہ نماز تو اس وقت تک آئی ہی نہ تھی اور نہ ہی اس کی کوئی
شکل متعین ہوئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے غار حرا میں جو عبادت ادا فرمائی
تھی وہ اگر منسوخ نہیں ہوئی ہے تو پھر اسے رائج ہونا چاہیئے۔ ہمارے علمائے دین
کہلانے والے حضرات کیوں نہیں بتاتے کہ وہ کون سی عبادت تھی جو حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں کی تھی۔ ایک لفظ کہہ دینے سے کام نہیں چلے گا کہ اللہ کے
حبیبؐ وہاں مصروف "عبادت" رہے۔ وہ عبادت کیا تھی یہ بتانا ہی ہوگا۔ نہ نماز فرض ہوئی
تھی اور نہ نماز کی شکل مقرر ہوئی تھی۔ نہ قرآن آیا تھا کہ تم کہو کہ تلاوت فرما رہے تھے۔
تو پھر کیا ہو رہا تھا؟ لے دیکر صرف ایک ہی بات ہے کہ اللہ کا ذکر فرما رہے تھے۔ اللہ
کے حبیبؐ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا ذکر
ہے۔ اب اگر ہم ذکر کرتے ہیں تو تم تماشہ بناتے ہو۔ ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام بھی
تماشہ بنے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھ کر خوب تمسخر اُڑایا گیا تھا۔
اب اگر اللہ کے ذکر کا مذاق اُڑایا جاتا ہے تو ایک سُنت پوری ہو رہی ہے۔ ہم ناراض
نہیں ہیں بلکہ ہم تو راضی ہیں۔ مذاق اُڑانے والو تمہارا کیا حال بننے والا ہے مجھے اس
پر افسوس اور رنج ہوتا ہے۔

Marfat.com

یہ معاملہ یہاں آکر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ بات آگے چلتی ہے۔ اللہ نے تو اعلان کر دیا ہے اور یہ بات سند ہو گئی ہے کہ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا باقی رہی بات اس ایمان کی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "تم سمجھتے ہو کہ ہم تمہارے ایمان قبول کر لیں گے تمہارے دعوے پر، ہم تو تمہیں آزمائیں گے" تو یہ اہل ذکر مومنوں کو نہیں کہا ہے کیونکہ وہ تو آزمائے جا چکے ہیں۔ انہوں نے تو ذکر کیا اور ایسے بتدریج چلے کہ آزمائش ہوتی چلی گئی۔ مشاہدہ بغیر مجاہدے کے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح توکل بغیر آزمائش کے نہیں آتا ہے۔ اللہ نے جو فرمایا ہے کہ وہ متوکل ہو گئے تو بغیر آزمائش کے نہیں ہوئے۔ یہ آزمائشیں اور امتحانات ریاضیات و مجاہدات کی صورت میں ہو چکنے کے بعد اپنے رب کی طرف انہیں توکل عطا ہو گیا ہے اور وہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ان کے رب کی طرف سے ان پر انعام کی بارش ہو رہی ہے۔ ان کے درجات اور مقامات بلند ہو رہے ہیں۔ شکرگزاری نے نعمتوں اور رحمتوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ اور ان کے لئے عطا و بخشش کے دروازے اور خزانے کھول دیئے گئے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ ان کی روزی بڑی کریم اور عزت و حرمت والی روزی ہے۔ عزت و حرمت والی روزی سوائے اولیائے کرام کے کسی کی نہیں ہے۔ آپ اگر بادشاہ وقت کے یہاں کھانا کھا کر آئیں گے تو کہیں گے کہ ہم کھانا کھا کر آرہے ہیں لیکن اگر آپ اللہ کے ایک درویش کے یہاں ایک ٹکڑا بھی چکھ کر آئیں گے تو یہ نہیں کہیں گے کہ کھانا کھایا ہے بلکہ آپ کہیں گے کہ ہم نے تبرک کھایا ہے۔ آپ اس کھانے کو تبرک کہیں گے۔ تو میرے عزیزو! تبرک برکت والی روزی کو کہتے ہیں اور برکت والی روزی اللہ کے ولی کی مادی حیات کے اختتام کے باوجود جاری رہتی ہے۔ اولیائے کرام اللہ کے ذاکر دنیا سے پردہ فرما جائیں تو بھی ان کے نام پر جو رزق بٹتا ہے وہ تبرک ہی کہلاتا ہے وہ عزت اور برکت والی روزی ہی ہے اور یہ ذکر الٰہی کی برکت ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

Marfat.com

کیا مومنوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر کی طرف (رغبت کریں) جھک جائیں

۱۲ر فروری ۱۹۸۱ء۔ المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر اور سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے عزیز آباد فیڈرل۔بی ایریا میں آستانہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ پر منعقدہ محفل ذکر کے ایک اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی تلاوت فرمائی۔ آپ نے ان آیات کی روشنی میں ارشاد فرمایا کہ۔

ذکر الٰہی کرنے کا حاصل اور انعام یہ ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے مومن بندے اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں اللہ کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ جب خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے تو ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں اور (یا پھر جیسا کہ مفسرین و مترجم حضرات نے سمجھا ہے کہ جب ان پر قرآن کریم کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو) ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں۔ سورۃ الانفال کی دوسری آیتہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر تین نعمتیں نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ۔

Marfat.com

رہی لوگ مومن ہیں کہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور جو لوگ ذکر نہ کریں وہ بہرحال مسلمان تو ہیں لیکن مومن نہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ تو یہی فرماتا ہے۔ جب اللہ کے یہ مومن بندے اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو (وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ) ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ پہلا انعام یہ ہوا کہ وہ مومنوں میں شمار ہو گئے۔ دوسرا انعام یہ ہوا کہ ان کے قلوب میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا خوف پیدا ہو گیا اور جس قلب میں خوف خدا ہو جائے وہی متقی کا قلب ہے۔ تقویٰ خوف خدا پیدا ہو جانے ہی کو کہتے ہیں۔ میرے عزیزو! اگر خوف خدا نہیں ہے تو قلب یقینی طور پر سخت ہو جائے گا لیکن جب خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے تو (وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝) اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں کے مشاہدہ سے مومن کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی سب سے پہلی نشانی تو انسان کا اپنا وجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی حقانیت کی نشاندہی اور اسکی وحدانیت کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور اس کی معبودیت اور اپنی عبدیت کی گواہی دیتا ہے۔ کیا ہم اپنے وجود یا اپنے بدن کو نہیں دیکھتے کہ پیدا کرنے والے نے کیسے پیدا کیا ہے۔ ہم سب کے لئے پہلی نشانی یہ ہے کہ ہم کس طرح وجود میں آئے اور پھر اس کے بعد آسمان، زمین، سورج، چاند، شجر اور پھل وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ ان کو دیکھ کر اسکو پہچانا جا سکتا ہے لیکن یہ کون پہچانتا ہے۔ کیا یہ نشانیاں کافر کے سامنے نہیں ہیں؟ کیا کافر کا وجود نشانی کے طور پر اس کے اپنے سامنے نہیں ہے۔ کیا وہ ان درختوں کو نہیں دیکھتا کہ ان پر پھل کیسے آتے ہیں؟ کیا وہ سورج کو نکلتے اور غروب ہوتے ہوئے نہیں دیکھتا ہے؟ کیا چاند اسے نظر نہیں آتا؟ اسے یہ سب کچھ نظر آتا ہے لیکن اس کا ایمان مضبوط نہیں ہے کیونکہ ایمان کی مضبوطی کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ مومن

Marfat.com

ہو اور مومن اسی وقت ہو گا کہ جب اللہ کا ذکر کرے گا۔ اگر مسلمان ہو تب بھی اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر اس کی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اپنے ایمان کو قوت نہیں پہنچا سکتا جبتک کہ اللہ کا ذکر کرکے مومن نہ ہو جائے۔

یہ فقیر ابھی عرض کر چکا ہے کہ انسان کا اپنا وجود اللہ تبارک و تعالیٰ کی حقانیت کی سب سے پہلی نشانی ہے۔ انسان کا وجود دو حقیقتوں پر مشتمل ہے ایک لطافت اور دوسری کثافت۔ اگر آپ مادی اعتبار سے بھی کہیں کہ ہمارے وجود میں چار عناصر شامل ہیں یعنی آگ، ہوا، پانی اور مٹی تو یہ چار عناصر کس طرح سے جمع کر دیئے گئے ھیں۔ یہ عناصر کہاں سے آئے اور کس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ پہلی بات سمجھ میں آنی چاہیئے کہ یہ کہاں سے آئے۔ ان چار عناصر میں سے دو عناصر لطیف ہیں اور دو کثیف۔ لطیف اور کثیف کی تقسیم اس طرح سے ہے کہ پانی اور مٹی کثیف ہیں۔ ان کو آپ اپنے ہاتھ میں اُٹھا لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں جبکہ آگ اور ہوا لطیف ہیں۔ ہوا کو آپ دیکھ نہیں سکتے لیکن جب یہ آپ کے جسم سے چھوئے تو محسوس ہوتی ہے۔ آپ کی "لمس کی حس" اس کا مشاہدہ کرتی ہے۔ اسی طرح آگ کا ایک شعلہ جو لطیف ہے اسے آپ پکڑ نہیں سکتے، اسے آپ گرفت میں نہیں لا سکتے، اسے آپ قید نہیں کر سکتے۔ آگ جب بھی ظاہر ہو گی تو اس کے ظہور کا دارومدار کسی نہ کسی مادی یا کثیف شے کے اوپر ہو گا۔ مثال کے طور پر دھوپ جب تک کسی چیز سے ٹکرائے گی نہیں آپ اسے نہیں دیکھ سکتے۔ آپ دھوپ کو صرف اس وقت دیکھ سکتے ہیں جب یہ زمین، دیوار یا خود آپ پر پڑے گی۔ سورج روشن ہے لیکن اسکی روشنی جب کسی مادی چیز پر پڑے گی تو ظاہر ہو گی۔ یہ دو کثافتیں اور دو لطافتیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے اندر پیدا کر دی ہیں آپ کے وجود کی روحانی و مادی حقیقتوں کی نمائندگی یا کم از کم نشاندہی کرتی ہیں۔ آپ اپنے وجود

Marfat.com

کا اندازہ اس سے لگائیے کہ آگ بھی موجود ہے، ہوا بھی موجود ہے، پانی بھی موجود ہے یعنی یہ چاروں عناصر جو آپ کے وجود کا Raw Material ہیں اس دنیا میں موجود ہیں لیکن آپ کی تمام تر سائنس کی قوت اور علم کی معراج آپ کو اس قابل نہیں بنا سکی کہ آپ کا کوئی سائنس داں آگ، ہوا، پانی اور مٹی کو اس ترتیب و ترکیب سے جمع کر دے کہ ان کا وجود روح بن جائے۔ آج تک ایسا نہیں ہو سکا ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گا۔ آپ مٹی سے بہت سی چیزیں بنا لیتے ہیں، آگ میں سب کچھ پکا لیتے ہیں اور اس کی توانائی سے بہت سارے کام لیتے ہیں، سورج کی توانائی سے آپ بڑے بڑے کام لے رہے ہیں، ڈیم بنا کر پانی کی طاقت سے بڑی مقدار میں بجلی پیدا کی جا رہی ہے لیکن آپ ایک انسان کا وجود قائم نہیں کر سکے۔ انسان نے سب کچھ پیدا کر لیا ہے لیکن آدمی آدمی کو پیدا نہیں کر سکا۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی ہے لیکن اس پر غور کون کرتا ہے۔ اس پر غور وہ کرتے ہیں جو اہل الذکر ہیں۔ جب وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس نشانی کو دیکھتے ہیں کہ ہمارا وجود چار عناصر پر مشتمل ہے اور یہ چاروں عناصر اس دنیا میں موجود ہیں لیکن ہم ان کو اکٹھا کر کے اس کو کوئی وجود نہیں بخش سکتے، کوئی زندگی نہیں دے سکتے، کوئی جان نہیں ڈال سکتے تو کہتے ہیں کہ ہمارا پیدا کرنے والا بڑا عظیم ہے کہ جس نے ان چار عناصر (Raw Materials) کو اس طرح جمع کر دیا ہے کہ انسان وجود میں آ گیا۔ سائنس نے آپ کو بہت کچھ دیا ہے لیکن آپ کو وجود اللہ تبارک و تعالیٰ ہی نے دیا ہے۔ کافروں کو چھوڑ دیجئے، مسلمان پوری دنیا میں نوے کروڑ یا ایک ارب کے قریب ہیں اور ہم پاکستانی مسلمان ان نوے کروڑ مسلمانوں کے لیڈر بنے ہوئے ہیں۔ نوے کروڑ مسلمانوں کے نمائندوں اور اللہ کی وحدانیت، اس کی کتاب قرآن کریم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور یوم قیامت پر ایمان لانے والو اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

فضل و کرم سے تم سب مسلمان ہو لیکن تمہارے ایمان میں قوت کب پیدا ہو گی۔ مٹھی بھر یہودیوں نے نوے کروڑ مسلمانوں کو بچھاڑ رکھا ہے۔ ہم اقوام متحدہ (U.N.O) میں نوے کروڑ کی نمائندگی کر چکے ہیں لیکن وہ نمائندگی یہودیوں کو نہیں ہلا سکی۔ ہم نے بڑے بڑے اجتماعات منعقد کئے اور قرار دادیں منظور کیں لیکن انہوں نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ انہوں نے ابھی تک مسلمانوں کے قبلہ اوّل پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ وہ اب بھی رات دن اپنی بستیاں بسا رہے ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ آخر یہودیوں کو پرواہ کیوں نہیں ہے؟ اس لئے نہیں کہ وہ قوت والے بہادر اور ناقابل شکست ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ہمارا ایمان کمزور ہے۔ ہمارا ایمان کمزور نہ ہو تو نوے کروڑ مسلمان اگر ایک ایک مٹھی مٹی بھی ڈالیں تو پہاڑ بن جائے گا۔ اس بات کی دلیل یہ ہے اور تاریخ بھی گواہ ہے کہ ایمان والے اگر صرف تین سو تیرہ ہوں تب بھی ہزاروں کے لشکر سے ٹکرا جاتے ہیں۔ گھوڑوں کی ننگی پشت پر چند سوار اور ٹوٹے ہوئے نیزے اور بغیر میان کی تلواریں ان کا اسلحہ تھا۔ جب ہم ذکر سے خوف خدا دلوں میں پیدا کرنے والے مومن تھے تو دس ہزار نے ایک لاکھ پر فتح پائی ہے اور اب ہم نے ایک لاکھ ہوتے ہوئے ہتھیار ڈلوا دیئے ہیں۔ ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ مشرقی پاکستان میں کیا ہوا۔ کیا یہ ہمارے لئے شرم کی بات نہیں ہے؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ ہم سوچیں کہ ہمارا ایمان کیوں کمزور ہو گیا ہے۔ تاریخ چیخ چیخ کر گواہی دے رہی ہے۔ اس کی آواز سنو اور سمجھو کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے ہم ذکر الٰہی کرتے تھے جس سے ہمارے دلوں میں خوف خدا پیدا ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ ہمارے ایمانوں میں قوت پیدا کیا کرتا تھا اس لئے ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی

Marfat.com

طاقت کو سب سے عظیم مانتے تھے اور کسی طاقت کو شمار میں نہیں لاتے تھے لیکن آج ہم دو بڑی طاقتوں سے نہ صرف مرعوب ہیں بلکہ انہیں سوپر پاور مان چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کر دے کہ صرف ہماری زبانیں ہی نہیں بلکہ ہمارے قلم اور ہمارے دل بھی کفار کو بڑی طاقتیں تسلیم کرتے ہیں۔ میرے عزیزو! سپر پاور تو ہمارا رب ہے۔ کوئی بڑی طاقت دُنیا میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ ہم اللہ رب العزت کے سپاہی ہیں۔ ہم اس کے ہیں کہ جو آن واحد میں سب کچھ کر سکتا ہے۔ جو "کن" کہے تو "فیاکن" ہو جاتا ہے۔ ہم اس کے کیسے ہوں یہ اس نے سورۃ الانفال کی دوسری آیۃ میں بتا دیا ہے۔ جب اللہ سے ڈر پیدا ہو گا تو دُنیا کی طاقتوں کا ڈر جاتا رہیگا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ بیک وقت ایک دل میں دو خوف نہیں آ سکتے۔ جب دل میں اللہ کا خوف آ گیا تو کسی اور کا خوف کہاں سے آئے گا کیونکہ دل میں جگہ ہی نہیں ہو گی۔ غیر اللہ سے بیخوفی کی بُنیاد خوف خدا پر ہے۔ ہم میں ساری خرابی اسی لئے پیدا ہو گئی ہے کہ ہمارے دلوں سے اللہ تعالیٰ کا خوف نکل گیا ہے۔ خوف خدا ہی تو انسان کو گناہ سے روکتا اور نیکیوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ عقیدہ کہ "اللہ رب العزت اپنے بندوں کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے" بُرے کاموں سے اسی وقت روکے گا جب دل میں خوف خدا ہو گا۔ میں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ اگر کوئی دوکاندار آپ کو خزانچی (کیشیئر) کی جگہ بٹھا دے اور خود بھی موجود ہو تو کیا آپ کی ہمت ہو گی کہ آپ کیش میں سے کچھ چُرا کر اپنی جیب میں رکھ لیں۔ یقیناً آپ کی ہمت نہیں ہو گی۔ آپ سوچیں گے کہ مالک دیکھ رہا ہے۔ جب مالک کا خوف ہو گا تو آپ بددیانتی نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ اصل چیز مالک کا خوف ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی دوسری آیۃ میں فرمایا ہے کہ "وہی لوگ مومن ہیں کہ

Marfat.com

جب وہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوف خدا سے بھر جاتے ہیں۔"
ہمارے قلوب خوف خدا سے اسی لئے خالی ہو گئے ہیں کہ ہم نے ذکر چھوڑ دیا ہے۔
آپ بتایئے ہمارے یہاں فکر کہاں ہوتی ہے۔ مساجد میں تو میٹنگیں ہوتی ہیں۔ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مساجد مسلمانوں کی دار المشاورت تھیں۔ یقیناً مساجد دار المشاورت تھیں لیکن یہ اہل الذکر کی عبادت گاہیں بھی تھیں۔ پاکستان میں بے شمار مساجد ہیں لیکن وہاں نماز پڑھنے سے کیا ذکر کا مفہوم پورا ہو گیا؟

میرے عزیزو! ذکر الٰہی کی عبادت اختیار کر کے اللہ کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کرو اور اسکی نشانیوں کے مشاہدہ سے اپنے ایمانوں کو قوت دو۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی تو بنیادی بات ہے کہ جس سے مشاہدے کی قوت تمہارے ایمانوں کو اور زیادہ مضبوط کر دے گی اور جب ایمان مضبوط ہو گئے تو تم اپنے رب کے ساتھ متوکل ہو جاؤ گے۔ جب تمہیں توکل مل گیا تو متقی ہو گئے کیونکہ جس کے دل میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے وہ متقی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ منزل آجائے گی کہ تم نماز قائم کرنے کے اہل ہو جاؤ گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے

اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ؀

(ترجمہ) یہی وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے جو انہیں عطا ہوتی ہیں تقسیم کرتے ہیں۔" حقیقت میں ذکر الٰہی کرنے والے ہی نماز قائم کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی کو چھوڑ کر نماز پڑھی تو جا سکتی ہے مگر قائم نہیں کی جا سکتی۔ کروڑوں مسلمان بھی اگر نمازی بن کر مساجد میں کھڑے ہو جائیں تو نماز قائم نہیں ہو گی۔ علامہ اقبال جو حکیم الامت، ترجمان الاسلام اور رحمۃ اللہ علیہ ہیں فرماتے ہیں

کبھی قبلہ رُخ جو کھڑا ہوا تو حرم سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

Marfat.com

نمازیں جب ذکر کے بغیر ہوں گی تو خوف خدا کے بغیر ہوں گی۔ جب خوف خدا کے بغیر ہوں گی تو مشاہدہ کے بغیر اور ایمان کی کمزوری کے ساتھ ہوں گی۔ ایمان کی کمزوری کے ساتھ ہوں گی تو ہمیں اللہ پر بھروسہ نہیں رہے گا اور توکل نہیں آئیگا۔ جب توکل نہیں آئے گا تو چاہے ہم کتنی ہی نمازیں پڑھ لیں لیکن نماز قائم نہیں کر سکتے۔ چونکہ اللہ نے ترتیب اسی طرح رکھی ہے۔

میرے عزیزو! میں آج کی صحبت میں آپ کو ذکر کی صرف اس خصوصیت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق قلب میں خوف خدا پیدا کرنے سے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کلام الٰہی کے ستائیسویں[۲۷] پارہ میں سورۃ الحدید کی سولہویں[۱۶] آیۃ میں ارشاد فرماتا ہے

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

(ترجمہ) "کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کے ذکر کی طرف، اس حق کے لئے جو اترا اور ان جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر جب کچھ مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت سے فاسق ہیں"۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیۃ میں ایسے اہل کتاب کی مثال دی ہے کہ جو اللہ کے ذکر سے دلوں کو خالی کر کے سخت دل اور فاسق ہو گئے اور حکم دیا ہے کہ مومن ایسے نہ ہو جائیں کہ جو حق اترا ہے (یعنی کلام مجید فرقان حمید) اس کے مطابق ذکر الٰہی کرنے کے بجائے اس سے کنارہ کر کے اپنے دلوں کو سخت کر لیں اور فاسق ہو جائیں۔ تو جب تک تمہارے قلب اللہ کے ذکر کی طرف نہیں جھکیں گے تم حق کو کہاں سے پہچانو گے اور تمہیں اس کی معرفت کہاں سے حاصل ہو گی اور تم ان جیسے ہو جاؤ گے کہ

Marfat.com

جن پر اس سے پہلے کتاب نازل کی گئی اور کچھ مدت کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے اس لئے کہ وہ اللہ کے ذکر کی طرف نہیں جھکے تھے اور انہوں نے اللہ کا ذکر چھوڑ دیا تھا۔ ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔ اللہ کا ذکر چھوڑنے کا پہلا مرحلہ دلوں میں سختی پیدا کرتا ہے اور جب دل سخت ہو جائے تو اس میں خوف خدا کی جگہ بے خوفی پیدا ہو گی جو کج روبنا کر فسق و فجور میں مبتلا کر دے گی۔ آپ اگر غور فرمائیں کہ سورۃ الحدید کی سولہویں[۱۶] آیۃ "کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل جھک جائیں (رغبت کریں) اللہ کے ذکر کی طرف" کس دور کے مومنوں کو متنبہ کر رہی ہے تو آپ کو صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ یہ بات سب سے زیادہ چودھویں صدی ہجری کے آخری اور پندرھویں صدی ہجری کے شروع کے دور کے مومنوں کے لئے ہے کیونکہ اسی دور کے مومنوں کے قلب "ذکر الٰہی کی طرف جھکنے" رغبت ذکر اور عبادت ذکر) سے عاری اور خالی ہیں۔ ان سے پہلے مومن تو نسبتاً پھر بھی زیادہ ذکر الٰہی کی طرف جھکاؤ رکھتے اور رغبت کرتے تھے لیکن اس دور میں ذکر الٰہی کو نہ صرف بھلا دیا گیا ہے بلکہ (نعوذ باللہ) اس کا تمسخر بھی اُڑایا جاتا ہے۔ اسے ہو ہا اور شور رغوغہ کہہ کر اس کی توہین کرنے کے ساتھ ساتھ ذاکر و شاغل حضرات کو افیون خور تک کہا جاتا ہے اور اس حقیقت کو بالکل بھلا دیا گیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ فرما کر اہل ذکر ہی کی شان بیان فرمائی ہے کہ یہی لوگ مومن ہیں کہ جن کے قلوب جب وہ ذکر الٰہی کرتے ہیں تو اللہ کے خوف سے ڈر جاتے ہیں۔ جب قلوب خوف خدا سے ڈر جاتے ہیں تو رقیق ہوتے ہیں اور جب رقیق ہوتے ہیں تو بہنے لگتے ہیں، گریہ طاری ہوتا ہے اور اپنے رب کا ذکر کر کے روتے ہیں۔ قلب اللہ کے ذکر ہی سے رقیق ہوتا ہے اور اگر ذکر چھوڑ دیا تو سورۃ الحدید کی سولہویں آیۃ دیکھ لو۔ اللہ کے ذکر کو

Marfat.com

بھُلا دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ قلب سخت ہو جاتے ہیں اور جب قلب سخت ہو جاتے ہیں تو
فسق فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ستائیسویں پارہ میں سورۃ الحدید کی سولہویں
آیتہ میں تمہارے لئے عبرت موجود ہے۔ نویں پارہ میں سورۃ الانفال کی دوسری آیتہ
میں تمہیں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ جو قلب نرم ہو جاتا ہے وہ پھر کبھی سخت نہیں ہوتا کیونکہ
اس میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اس کی ترقی ہو جاتی ہے۔ اِذَا
تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝
جب وہ اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمانوں میں زیادتی ہو
جاتی ہے اور وہ اپنے رب سے متوکل ہو جاتے ہیں۔ جب انہیں توکل حاصل ہو
جاتا ہے تو اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝
یہی لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو نعمت ان کے رب نے انہیں دی ہے
اسے میں سے تقسیم کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تصدیق کر دی اور مہر لگا دی کہ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ یہی لوگ سچے مومن ہیں' انہیں کا ایمان سچا ہے'
ان ہی کا ایمان تصدیق شدہ ہے' یہی وہ ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے اقرار باللسان
کے ساتھ تصدیق بالقلب کا مرحلہ طے کر لیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ تصدیق
اس طرح کی ہے۔ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لئے ان کے رب کے پاس
اعلیٰ مقامات و درجات ہیں جو یہ ہیں وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ ان
کے لئے مغفرت وبخشش اور عزت والی روزی ہے۔ اب ان کے سامنے روزی آئیگی
تو دُنیا دست بستہ کنیز بن کر کھڑی ہو گی۔ وہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے
والے نہیں ہیں کیونکہ روزی ان کے سامنے سر جھکاتے ہوئے آئے گی۔ ان کے دسترخوان
سے تقسیم ہونے والے رزق کو برکت والا رزق یعنی تبرک کہا جائے گا اور ساری
دُنیا اس رزق کو تبرک ہی پکارتی ہے۔

Marfat.com

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی
ذخیرہ

مُسلمان دُنیا میں ایک ارب ہونے کے باوجود اقوامِ عالم میں اپنے اسلاف کے قائم کیے ہوئے وقار سے اس لئے محروم ہوگئے ہیں کہ ان کا رابطہ ان کے ربّ سے منقطع ہو گیا ہے

۲۰ر فروری ۱۹۸۱ء۔ المرکز المشائخ الاسلام کے بانی وصدر اور سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے جناب ابوالکلام صاحب کے زیرِ اہتمام سمن آباد فیڈرل۔بی ایریا میں حضور غوث پاکؓ کی گیارھویں شریف کے ایک عظیم الشان اجتماع سے " ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

میرے عزیزو! پچھلی صحبتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے یہ فقیر اس کے کلام بلاغت نظام سے نویں پارہ کی سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی تلاوت کرکے ان کی تفسیر بیان کرتا رہا ہے۔ یہ سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالانہ جشن عید میلاد النبی کی محفل سے شروع ہوا ہے اور انشاء اللہ اپنے جدامجد حضور غوث الثقلین قطب الکونین سلطان المقبولین ابو محمد محی الدین حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے خصوصی کرم اور توجہ سے یہ فقیر پورے ایک سال تک منعقد ہونے والی ہر محفل میں ان آیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا رہے گا۔ ان آیات مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنین کی شان بیان فرمائی ہے کہ جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب (ذکر الٰہی سے نرم ہوکر) خوفِ خداوندی سے بھر جاتے ہیں اور ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر

Marfat.com

ہو کران کے ایمان کو اور زیادہ قوی کر دیتی ہیں اور وہ اللہ تبارک و تعالےٰ پر (توکل) بھروسہ کی نعمت سے مالامال ہو جاتے ہیں۔ حقیقت میں یہی حضرات نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کی عطا کردہ نعمتیں اسکی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہی حضرات سچے مومن ہیں اور انہی کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات ہیں۔ انہی پر اسکی بخشش کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور انہی کی روزی عزت و برکت والی روزی ہے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ خوفِ خدا ہی تقویٰ ہے جو ذکر سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر کے لفظ کو کلام الہٰی میں مختلف مقامات پر مختلف معنوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہیں ذکر سے مراد (جب ذکر حکیم فرمایا تو) کلام الہٰی قرآن مجید ہے اور کہیں ذکر سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد اور اس کی یاد میں مبتلا ہو کر اس کو پکارنے کے معنی ہیں۔ کہیں ذکر کے معنی نصیحت کے ہیں اور کہیں ذکر کے معنی عبرت کے ہیں۔ سورۃ الانفال کی دوسری آیۃ میں ذکر سے مراد اگر اللہ کی یاد ہے تو اللہ کی یاد کا طریقہ کیا ہے؟ ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ ہم اللہ کی یاد میں مبتلا ہیں۔ اس لئے اس کے فیصلہ کی صورت صرف یہ ہے کہ ہم اللہ کے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں۔ یہ فقیر اس سے پہلے ایک محفل میں بیان کر چکا ہے کہ آپ جب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں گے تو وہاں سے یہ جواب ملے گا کہ افضل الذکر "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" یعنی سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر ہے۔ یہ کلمہ طیبہ کے حصہ توحید کا ذکر ہے۔ اس کے لئے واضح حکم ہے کہ آپ کو اس کا زبان سے بھی اقرار کرنا پڑے گا اور قلب سے بھی اسکی تصدیق کرنی ہوگی۔ جب آپ دونوں طرح سے اس یاد کو قائم کریں گے تب جا کر اللہ کا ذکر پورا ہوگا۔

اسی آیۃ مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ کے مومن بندے جب

Marfat.com

اس کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوف خدا سے لبریز ہو جاتے ہیں یعنی ان کے قلب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر ہو جاتی ہیں اور ان کے ایمانوں میں زیادتی ہو جاتی ہے یعنی ایمان زیادہ مضبوط اور قوی ہو جاتے ہیں۔ یہاں اللہ کی نشانیوں سے مراد وہی ہے جو قرآن کریم متعدد جگہ نشانیوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ آیات کے معنی نشانیوں کے ہیں۔ آیات قرآنی کے عام مفہوم کے متعلق یہ فقیر مختلف اجتماعات میں بتا چکا ہے کہ قرآن کریم کا ایک جملہ ایک گول نشان سے شروع ہوتا ہے اور دوسرے گول نشان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ گول نشانات کے درمیان جو عبارت ہے اسے آیتہ کہتے ہیں۔ اگر نشانیوں سے مراد ہم آیات قرآنی ہی لے لیں جیسا کہ علمائے دین کہلانے والے مولوی صاحبان نے لی ہے (لیکن فقیر یہاں آیات سے مراد اللہ کی نشانیاں ہی لیتا ہے کیونکہ اللہ کی نشانیوں ہی کو دیکھ کر ایمان قوی ہوتا ہے) تو ان آیات کو پڑھنے سے ایمان قوی ہو جایا کرتا یا پیدا ہو جایا کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو گاندھی جی کو بھی ایمان مل گیا ہوتا کیونکہ گاندھی جی ہمیشہ قرآن کریم کی آیات پڑھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر اس مسلمان کا ایمان بھی قوی (زیادہ مضبوط) ہو جایا کرتا جو قرآن کریم کی تلاوت محض پڑھنے کی حد تک کر کے مطمئن ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمارے مشاہدہ میں یہ بات پوری طرح ثابت شدہ موجود ہے کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ قرآن کی تلاوت کرنے والے ہر مسلمان کا ایمان مضبوط اور قوی نہیں ہوتا۔ ایمان صرف ان حضرات کا قوی ہوتا ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر ان سے اس کی قدرت کو پہچانتے ہیں اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو انہیں اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور ان کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کی آیات سے مراد نشانیاں صحیح ہوگی کیونکہ جب آیات الٰہی ان کے سامنے آتی ہیں یعنی آیات الٰہی کا مشاہدہ ہوتا ہے تو ان کا ایمان اور زیادہ

Marfat.com

مضبوط ہو جاتا ہے اور جب ایمان مضبوط ہو جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور اہل توکل ہو جاتے ہیں۔ یہ سورۃ الانفال کی دوسری آیۃ کا سیدھا سیدھا مفہوم ہے۔

میرے عزیزو! مومن کے اندر جب یہ خصوصیت پیدا ہو جائے کہ ذکر الٰہی سے اس کا قلب خوف خدا سے لبریز ہو جائے تو اسے تقویٰ حاصل ہو جائے گا اور جب وہ متقی ہو جائے گا تو اللہ کی نشانیوں سے اسے جو نصیحت یا عبرت حاصل ہو گی وہ معرفت کا ذریعہ ہو گی۔ اس سے اس کا ایمان مضبوط ہو گا اور وہ اہل توکل ہو جائے گا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ الانفال کی تیسری آیۃ میں ارشاد فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ نے جو نعمتیں انہیں عطا کی ہیں اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ فقیر پہلے بھی بتا چکا ہے کہ قلوب میں خوفِ خدا پیدا ہونا' ایمان کا مضبوط ہونا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہونا یہ ساری چیزیں اسی تناور درخت کا پھل ہیں جس درخت کا بیج "ذکر الٰہیؔ" ہے کیونکہ یہ سب ذکر الٰہی کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ اس آیۃ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو بات نماز کے متعلق فرمائی ہے تو نماز کا قیام بھی انہی تین مرحلوں کے بعد ہے۔ نماز کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ نماز ذریعہ نجات ہے' نماز مومن کے لئے معراج ہے' نماز فواحشات ومنکرات سے بچانے کا وسیلہ ہے اور نماز قرب خداوندی کا زینہ ہے تو یہ بجا طور پر کہا جاتا ہے اور میں بھی اس پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں لیکن یہ سب باتیں صحیح اور سچ ہونے کے باوجود ظہور میں کیوں نہیں آتیں؟ کیا آپ ایمانداری سے کہہ سکتے ہیں کہ نماز سے وہ فوائد حاصل ہو رہے ہیں جو حاصل ہونے چاہئیں اور اگر امت کی اکثریت کو نماز کے فوائد حاصل نہیں ہو رہے تو کیوں؟ آپ کو کوئی بتائے یا نہ بتائے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اکیسویں (۲۱) پارہ میں سورۃ العنکبوت کی پینتالیسویں (۴۵) آیۃ میں صاف صاف

Marfat.com

بتا دیا ہے۔ اس آیتہ کو علماء ہر جمعہ کو خطبہ میں دہراتے ہیں اور آج بھی آپ یہ جمعہ کے خطبہ میں سنیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ط

(ترجمہ) "اس میں شک نہیں کہ نماز فواحشات اور منکرات (بے حیائی اور بری باتوں) سے بچاتی ہے اور سب سے بڑا اللہ کا ذکر ہے"۔ اس مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ فرما کر کہ "اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے" یہ بتا دیا ہے کہ محض نماز ہی کو کافی نہ سمجھ لیا جائے بلکہ سب سے بڑا تو "ذکر الٰہی" ہے جو پہلے نفس امارہ کا تزکیہ کرتا ہے اس کے بعد نماز کی افادیت کے جوہر کھلتے ہیں۔ اگر ذکر الٰہی کو لازم نہ جانا اور اس کے ورد کو بھلا دیا تو پھر یہ نماز بھی اپنی افادیت کی خصوصیت کھو دے گی اور اس کے ذریعہ آپ نہ فواحشات سے بچ سکیں گے اور نہ منکرات سے۔ نماز جب فواحشات و منکرات سے بچاتی ہے تب ہی ذریعہ نجات ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز کے قیام کے حکم ساتھ فرما دیا کہ محض نماز ہی کو ذریعہ نجات نہ سمجھ لینا بلکہ سب سے بڑا اللہ کا ذکر ہے۔ لہٰذا اگر نماز کے ساتھ ذکر بھی لازمی طور پر کیا جائے تو وہ نماز مومن کی معراج ہے اور اس میں شک نہیں کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو رب و تبارک و تعالیٰ کے سامنے ہوتا ہے اور نماز قرب خداوندی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ لیکن آپ غور کیجئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ آپ خدا کے بندوں کو ہر جمعہ اور روزانہ پانچ وقت کی نمازیں دیکھ لیجئے کہ نمازی تو بہت ہیں لیکن کیا وہ نمازی درحقیقت متقی ہیں؟ کیا وہ نمازی قلوب میں خوف خداوندی رکھتے ہیں۔ میرے عزیزو! خوف خداوندی ہی ایسی چیز ہے جو آدمی کو تمام برائیوں سے بچا سکتی ہے۔ جب اللہ کا ڈر پیدا ہو گیا تو آدمی اس کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتا۔ اگر معمولی سی لغزش ہو جائے تو گریہ طاری ہو جائیگا۔ وہ روئے گا، معافی مانگے گا اور اپنا گناہ بخشوا لے گا۔ لیکن خوف خدا اللہ کے ذکر سے پیدا

Marfat.com

ہوتا ہے۔ تو اصل چیز ذکر الٰہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر کو مومن کے قلب کے لئے بنیاد اور بیج قرار دیا ہے کیونکہ وہ قلب میں خوف خدا پیدا کر کے اس کو نرم کر دیتا ہے۔ یہ اللہ کا ذکر ہی ہے جو نفس پر کوڑے برساتا ہے اور اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ جب تم کہتے ہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تو شیطان اس کوشش میں ہوتا ہے کہ وہ تمہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے ذکر کا سبق بھلا دے اور اپنے ایجنٹ نفس امارہ کو طرح طرح کی بہانہ طرازیوں کی تعلیم دے کر گمراہ کرنے اور ورغلا کر ذکر الٰہی سے باز رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اٹھائیسویں پارہ میں سورۃ المجادلہ کی انیسویں آیۃ میں ارشاد فرماتا ہے

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

(ترجمہ) "شیطان جب ان پر غالب آجاتا ہے تو وہ انہیں اللہ کا ذکر کرنا بھلا دیتا ہے اور یہ لوگ شیطان کی جماعت بن جاتے ہیں اور شیطان کی جماعت خسارہ میں ہے۔" تو شیطان کا پہلا کام اللہ کے ذکر کو بھلا دینا ہے کیونکہ ذکر ہی خدا اور بندے کے درمیان رابطہ ہے۔ شیطان جب اس رابطہ کو منقطع کر دیتا ہے تو وہ ذکر کرنا بھول جاتے ہیں ۔ اس طرح یہ لوگ شیطان کی جماعت بن جاتے ہیں اور خوب اچھی طرح سن لو کہ شیطان کی جماعت خسارہ میں ہے۔ شیطان کی جماعت خسارہ میں کیوں ہے؟ پہلے تو یہ غور کیجئے کہ ہم جو مسلمان اور مومن تھے آخر شیطان کی جماعت کیسے بن گئے؟ وہ مسلمان جو اقوام عالم میں بلند مقام رکھتے تھے اور عزت و وقار کا مینارہ تھے، وہ مسلمان جس زمانے میں کم تعداد میں تھے تو کفار پر غالب تھے، وہ مسلمان جن کو اللہ نے اقوام عالم کی امامت کے لئے چن لیا تھا اور تمام عالمین پر حاکم بنایا تھا، ان مسلمانوں نے اپنے اسلاف کا ورثہ کیسے کھو دیا؟ کیا وجہ ہے کہ پوری دنیا میں مسلمان اس وقت ایک ارب یا نوے کروڑ کے قریب ہیں لیکن

Marfat.com

اپنے اسلاف کا ورثہ کھو چکے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کا اپنے رب سے رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔ ان کا اپنے رب سے رابطہ معاہدہ الست میں کیا ہوا اقرار تھا۔ اللہ نے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں اور ہم نے اقرار کیا تھا کہ تو ہمارا رب ہے اللہ کے مومن بندے اس عالم میں اس عہد کو دہراتے رہتے ہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه (ترجمہ) نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ"۔ اے ہمارے رب ہمیں یاد ہے کہ ہمارا کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ اللہ نے کہا کہ تم میرا ذکر کرو اور میں تمہارا ذکر کروں گا۔ تم اس انعام پر میرا شکر ادا کرو اور اس سے پھر نہ جانا لیکن ہم اللہ کا ذکر بھول گئے اس لئے اللہ سے ہمارا رابطہ منقطع ہو گیا اور جب رابطہ منقطع ہو گیا تو شیطان نے ہم سے جو چاہا کرایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلب میں سختی آگئی کیونکہ قلب میں نرمی پیدا کرنے والی چیز غائب ہو گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر جو کہ قلب میں نرمی پیدا کرتا تھا ختم ہو گیا اس لئے اب قلوب میں خوف خدا کہاں سے پیدا ہو گا اور جب خوف خدا پیدا نہیں ہو گا تو آپ کا نفس شیطان کے ورغلانے میں آجائے گا اور آپ حزب اللہ کی جگہ حزب الشیطٰن بن جائیں گے۔ جب آپ حزب الشیطٰن بن گئے تو قرآنی فیصلہ کی رو سے آپ خسارہ میں ہیں۔ یاد رکھئے کہ صرف اللہ کی جماعت فلاح پانے والی جماعت ہے اور فلاح پانے والے کون ہیں یہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تیسویں[۳۰] پارہ میں سورۃ الاعلیٰ کی چودھویں[۱۴] اور پندرھویں[۱۵] آیات میں بتا دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۙ (ترجمہ) "بیشک وہ فلاح کو پہنچا جس کے نفس کا تزکیہ ہوا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اس نے نماز پڑھی"۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز اسی کی ہے جو اللہ کے نام کا ذکر کرتا ہے۔ ہم اور آپ سب نماز پڑھتے ہیں لیکن قائم وہی کرتے ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو پاک کیا اور اللہ کے نام کا ذکر کیا اور یہی لوگ فلاح کو پہنچے۔

میرے عزیزو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو فلاح کا راستہ بھی بتا دیا اور

Marfat.com

شیطان کی جماعت بننے کے خطرے سے بھی آگاہ کر دیا کہ جب شیطان غالب آتا ہے تو پہلا کام یہ کرتا ہے کہ ذکر الٰہی بھلا دیتا ہے۔ ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو نماز ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مگر سورۃ الاعلیٰ کی پندرھویں آیت میں ذکر اور نماز کو الگ الگ کر دیا گیا ہے کہ نماز اسی کی ہے جس نے اللہ کا نام لیکر ذکر کیا ہے۔ یہ دو چیزیں ہیں۔ میں آپ کے سامنے اسکی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ سے کوئی یہ کہے کہ کھانے میں پانی شامل ہے تو پھر پانی پینے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کہیں گے کہ احمق ہو گئے ہو۔ پانی کھانے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ کھانا تیار ہی اس وقت ہوتا ہے جب اس میں پانی شامل کیا جائے لیکن پانی پی کر پیاس بجھانا ایک علیحدہ بات ہے۔ اسی طرح یہ تسلیم ہے کہ نماز میں اللہ کا ذکر شامل ہے لیکن بغیر اللہ کے نام کے ذکر کے نماز مکمل نہیں ہو سکتی۔ اللہ کا ذکر نماز میں بھی کرو اور نماز کے علاوہ بھی کرو کیونکہ تزکیۂ نفس اور دل میں خوف خدا پیدا کرنے کے لئے ذکر لازم ہے۔ کہیں ہم سے کہا گیا چونکہ ہم نے نماز پڑھ لی اسلئے اللہ کا ذکر کرنے کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ کہیں کہا گیا کہ ہم نے ذکر حکیم یعنی قرآن پڑھ لیا تو اللہ کا ذکر کر لیا اور اللہ کا حکم بجا لائے لیکن یہ سب شیطان کے حیلے اور بہانے ہیں۔ شیطان نے یہ سبق آپ کے نفس کو اس لئے پڑھایا ہے تاکہ آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر سے اپنے قلب کو اس طرح نرم نہ کر سکیں جس طرح اللہ کے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ جب قلب نرم نہیں ہو گا تو خوف خدا سے نہیں بھرے گا اور جب دل بے خوف ہو جائے گا تو شیطان جس طرف چاہے گا اسے لے جائیگا کیونکہ وہ اس پر غالب ہو گا۔ اس لئے توکل نہیں آئے گا۔ اور جب توکل نہیں آئیگا تو پھر نماز اس طرح ادا ہو گی کہ جسے پڑھنا تو کہیں گے مگر قائم کرنا نہیں کہہ سکتے۔

سورۃ الاعلیٰ کی چودھویں اور پندرھویں آیات میں پہلے تزکیہ کی بات کی گئی ہے،

Marfat.com

اس کے بعد ذکر کی اور پھر تیسری بات نماز کی ہے۔ اس کلام بلاغت نظام کی ترتیب پر غور کریں تو یہ بات واضح ہے کہ فلاح اسی کو ہے جس نے تزکیہ نفس کیا اور ذکر الٰہی وہی کرے گا کہ جس کا تزکیہ ہو چکا ہو گا اور پھر نماز اسی کی نماز ہے۔ یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے سے اس قدر مربوط ہیں کہ لازم و ملزوم ہو گئی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ تزکیہ کے معنی پاکیزگی کے ہیں جو نماز سے قبل وضو کر کے حاصل ہو جاتی ہے یا غسل کی پاکیزگی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ وہ مترجم یا مفسر جو یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر اپنا رحم کرے۔ اس لئے کہ میرے عزیز! نماز اگر منافق بھی پڑھے گا تو وضو کر کے ہی پڑھے گا تو کیا وہ پاک ہو جائے گا؟ غسل اور وضو سے یہ جسم تو پاک ہو جاتا ہے مگر نفس پاک نہیں ہوتا۔ تزکیہ سے مراد یہاں نفس کا تزکیہ ہے۔ جس کے نفس کا تزکیہ ہو گیا وہ فلاح والا ہے۔ وہی ذکر الٰہی کرے گا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرنے والا ہی نماز قائم کر سکے گا کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہی ترتیب ارشاد فرمائی ہے چنانچہ جس کا نفس تزکیہ شدہ ہو اس کی نمازیں کبھی منہ پر نہیں ماری جائیں گے۔ اس کی نماز تو مقبول ہو گی۔ نمازیں تو ان کی منہ پر ماری جائیں گی جو نفس امارہ کی غلاظت کو برقرار رکھ کر وضو کی طہارت کو نماز کے لئے کافی و صافی سمجھتے ہیں۔

عزیزان محترم! یہ فقیر قرآن کریم ذکر حکیم کے ستائیسویں[۲۷] پارہ میں سورۃ الحدید کی سولہویں[۱۶] آیۃ کے ذریعہ ایمان والوں کو دعوت فکر دیتا ہے کہ کیا یہ وقت اس حقیقت پر غور کرنے کا نہیں ہے کہ ذکر الٰہی جو قلب کو نرم کر کے خوف خدا پیدا کرتا ہے نماز کے پھل دار درخت کا بیج ہونے کی حیثیت سے امت مسلمہ کے ایک بڑے حصہ سے غائب ہو چکا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کرنے کا جو طریقہ تعلیم فرمایا تھا وہ ہم نے ترک کر دیا ہے اور "اہل ذکر و فکر" کی صحبتوں کو جو ذکر الٰہی کی تعلیم کا صحیح ذریعہ اور وسیلہ تھیں شجر ممنوعہ بنا دیا گیا ہے۔

Marfat.com

جب ذکر ہی نہ رہا جو فلاح کا سبب اور ایمان و نماز کی بنیاد تھا تو نماز کس طرح قائم ہو سکتی ہے، بندے کا اپنے رب سے رابطہ کیسے قائم ہوگا، مومن کو معراج کیسے میسر آئے گی، فواحشات و منکرات سے کیسے بچا جاسکے گا۔ جب قرب خداوندی کا رابطہ ہی منقطع ہو گیا تو پھر مسلمان دنیا میں ایک ارب کے قریب ہونے کے باوجود اقوام عالم میں اپنے اسلاف کے قائم کئے ہوئے وقار سے محروم ہونے سے خود کو کیسے بچا سکتے ہیں۔ ذکر الٰہی بھول جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم شیطان کی جماعت بن گئے اور ہمارا معاشرہ خسارہ والوں میں ہو گیا۔ اگر آپ اس خسارہ کو نفع میں بدلنا چاہتے ہیں تو پہلے آپ کو اپنے نفس کا تزکیہ کرنا ہوگا۔ کیونکہ سورۃ الاعلیٰ کی چودھویں آیۃ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ "فلاح کو وہ پہنچا جس کے اپنے نفس کا تزکیہ ہو گیا"۔ لیکن نفس کا تزکیہ اولیائے کرام کی صحبت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اگر آپ اپنے نفس کا تزکیہ خود کر سکتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "وَيُزَكِّيْهِمْ" ارشاد فرما کر آپ کو "نفس کا تزکیہ فرمانے والا" کیوں ارشاد فرماتا اور پھر ہمیں نبی کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی، ہم خود ہی نفس کا تزکیہ کر لیتے لیکن چونکہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس دور میں ہمارے درمیان تشریف نہیں لائیں گے اس وجہ سے تزکیہ نفس کے لئے ایک صاحب امر یعنی "اولی الامر" کی اس شرط کے ساتھ ضرورت ہے کہ وہ ہم میں سے ہو۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اطاعت کو تین حصوں میں منقسم رکھا "اطیعو اللہ وَ اطیعو الرسول وَ اُولی الامرِ منکُمْ" اس صاحب امر کا اللہ تبارک و تعالیٰ سے رابطہ اس کے محبوب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہوگا اور اسے تزکیہ کرانے اور "علم الکتاب سکھانے کی تعلیم دے کر فارغ التحصیل کیا جا چکا ہوگا یہی حضرات اولیائے کرام ہیں جن کی صحبت اور اطاعت میں تزکیہ نفس ہوتا ہے جس کا نفس تزکیہ پا جائے بیشک وہ فلاح کو پہنچا اور اس نے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا۔ پس نماز انہی کی ہے اور وہی اپنے رب کی عطا کردہ نعمتیں اسکی رضا کے لئے تقسیم کرتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار کیخلاف جنگ میں فتح و نصرت کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ ہتھیاروں کے استعمال کے ساتھ ذکر کثیر کرنے کا حکم دیا ہے

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے یہ خطاب "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر ایک عظیم الشان اجتماع سے عزیز آباد فیڈرل۔ بی ایریا میں ۶ر مارچ ۱۹۸۱ء بمطابق ۲۶ر ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ کو حضور غوث الثقلین قطب الکونین سلطان المقبولین ابو محمد محی الدین حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی حسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سالانہ جشن گیارھویں شریف کی محفل میں فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ . . . . بِرِزْقٌ کَرِیْمٌ

تمام تعریفیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہیں جو خالق و مالکِ کائنات ہے اور صلوٰۃ و سلام اس کے حبیب خیر الانام حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل کے لئے ہے۔ واجب التعظیم ذات مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام کی ہے جو تمام ہی سلسلہ ہائے طریقت کے پیشوا اور امام اور تمام ہی اہل اللہ کے رہبر و مرشد ہیں۔

میرے عزیزو! اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے اس فقیر و حقیر نے اس

Marfat.com

کے کلام بلاغت نظام سے جو آیات تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے وہ نویں پارہ کی سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات ہیں۔ ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں کی شان بیان فرمائی ہے کہ جب وہ ذکر الٰہی کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے۔ خوف خدا سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے جس کے فیضان سے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ ان کے ایمان کو زیادہ قوی کر دیتا ہے اور وہ متقی کے ساتھ متوکل بھی ہو جاتے ہیں۔ (بعض مفسرین اور مترجمین نے "وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ" کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "جب ان پر آیات پڑھی جاتی ہیں" لیکن فقراء کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں کیونکہ آیات کے معنی نشانیوں ہی کے ہیں) اس مقام پر پہنچ کر وہ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ نماز قائم کریں اور اللہ کی ان نعمتوں میں سے جو انہیں عطا کی گئی ہیں اس کی راہ میں خرچ کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کے لئے "اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" فرما کر تصدیق کر دی کہ حقیقت میں یہی حضرات سچے مومن ہیں اور ان کے لئے یہ انعام ہے کہ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ مقامات و درجات ہیں۔ وہ درجات کون سے ہیں ان میں سے دو کا ذکر کیا گیا ہے وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور ان کے لئے بخشش کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عزت و حرمت اور برکت والی روزی اور رزق عطا کیا جاتا ہے۔ اس طرح وہ تکریم والی روزی اور رزق کے مالک ہو جاتے ہیں جو تبرک کہلاتا ہے۔

ذکر کا قرآن شریف کے فیضان سے جو گہرا تعلق ہے اس کو سمجھنے کے لئے اسلام میں توحید کے بعد پہلے رسالت ہے اور اس کے بعد فرائض ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلی چیز کلمہ طیبہ ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ توحید ہے اور دوسرا حصہ رسالت۔ توحید کا پہلا حصہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے اور ذکر کا پہلا کلمہ بھی یہی ہے۔ یہ نفی اور اثبات

Marfat.com

کا ذکر ہے یہ ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہے اور مسلمانوں کو بھی اس ذکر کو کثرت سے کرنے کی تاکید کی ہے۔ قرآن شریف میں بھی جہاں ذکر کا تذکرہ آیا ہے وہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کثرت سے ذکر کرو۔ اس طرح ہم جو ذکر کرتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت ہے۔

اگر آپ فرائض پر غور فرمائیں تو آپ پر پہلا فرض نماز ہے اور دوسرا فرض زکواۃ۔ ان دونوں فرائض کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن شریف میں سورۃ الانفال کی تیسری آیۃ میں ارشاد فرما دیا کہ یہی لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے ہماری خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اس طرح زکواۃ کی ادائیگی ہو گئی۔ ہمارے علمائے دین کہلانے والے حضرات غور فرمائیں کہ اُنہوں نے ذکر ترک کر دیا تو پھر ذکر کی یہ خصوصیت اور قرآنی فیضان جو کلمہ طیبہ، نماز اور زکواۃ سے وابستہ ہیں کیسے حاصل ہوں گے۔ آپ مزید غور فرمائیں کہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے تم پر اسی لئے فرض کئے گئے ہیں کہ تم متقی ہو جاؤ۔ تو تقویٰ روزوں کے فرض کی ادائیگی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے مومنوں کے دل میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ کا خوف ہی تقویٰ ہے۔ ذکر الٰہی بھی وہی نعمت دیتا ہے جو روزوں سے حاصل ہوتی ہے اور مومن کی معراج کے قیام کا سبب بنتی ہے۔ ذکر وہ بیج ہے جس سے عبادات کا پھل دار درخت وجود میں آتا ہے اور روحانیت کا پھل لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ایسی نعمت عطا کی ہے جس کی وجہ سے سچے مومن کا خطاب ملتا ہے اور ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات ہیں۔ یہ ایسے مومن ہیں جن کو مغفرت کی بشارت مل گئی ہے۔

میرے عزیزو! اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر کرنے والے اہل اللہ ہیں جن

Marfat.com

کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے "فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" پس اہل الذکر سے معلوم کرو اگر تم نہیں جانتے۔ اسی لئے مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام نے فرمایا "سلونی مجھ سے سوال کرو۔ آپ اہل الذکر تھے۔ اولیائے کرام بھی اہل الذکر ہیں اور سورۃ الانفال کی چوتھی آیۃ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اہل الذکر کی روزی برکت والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کی روزی جو وہ تقسیم کرتے ہیں تبرک کہلاتی ہے، لائق احترام اور حرمت والی روزی کہلاتی ہے۔ جب کوئی ان کو نذر پیش کرتا ہے تو غلام اور کنیز کے طور پر جیسے رعایا حاکم کو خراج ادا کرتی ہے اور وہ اس طرح قبول کرتے ہیں جیسے بادشاہ خراج لیتا ہے۔ ان کے دستر خوان سے اگر ایک سوکھا ہوا ٹکڑا بھی کسی کو مل جاتا ہے تو وہ اس کے لئے نعمت ہوتا ہے اور وہ اسے تبرک کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر کے لئے محض تلقین ہی نہیں کی بلکہ حکم بھی دیا ہے کہ میرا ذکر کثرت سے کرو جبکہ کسی دوسری عبادت کے لئے کثرت کا حکم نہیں دیا۔ اس سلسلہ میں رب تبارک و تعالےٰ نے قرآن شریف میں تقریباً ایکسو بارہ جگہ مختلف انداز سے "ذکر" کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اکسٹھ مقامات پر یاد دہانی، یاد خدا، ذکر الٰہی اور اسم ذات (اللہ کے نام کا ذکر) کے ذکر کی تلقین اور تاکید کے معنوں میں، تقریباً اکتالیس مرتبہ نصیحت، پانچ جگہ قرآن کریم اور پانچ جگہ عبرت کے معنوں میں ہے۔ معنی کے اعتبار سے مترجم حضرات مختلف نقطہ نظر رکھتے ہیں لیکن "ذکر الٰہی" کو یاد خدا اور عبادت قرار دینے میں سب کو اتفاق ہے۔ حیرت و استعجاب کی بات یہ ہے کہ اس اتفاق کے باوجود ذکر الٰہی کی عبادت کو جو درحقیقت اسلام کی روح اور توحید کا وہ تخم ہے جس سے عبادات تناور درخت وجود میں آتا ہے اور روحانیت کا پھل لاتا ہے اُمت مسلمہ نے قطعی بھلا دیا ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ میں آپ کو ابھی بتا چکا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر کو یاددہانی اور نصیحت کے معنی میں بھی ارشاد فرمایا ہے تو یاددہانی بھی اسی کو کرائی جاتی ہے جس کو پہلے سے اُس بات کا علم ہو جس کی یاددہانی کرائی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام روحوں کو یہ بات بتا دی ہے کہ میں تمہارا رب ہوں اور سب نے اقرار بھی کیا ہے کہ بیشک آپ ہمارے رب ہیں اور ہم یہ اقرار اس طرح کرتے ہیں "اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" تو یہ کلمہ دہرانا ہی یاددہانی ہے اور یہ ہی ذکر کہلایا۔ یہ وہی ذکر ہے جس کا یوم میثاق اقرار کیا گیا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نصیحت کسے کہتے ہیں؟ نصیحت کے کیا معنی ہیں؟ نصیحت کے معنی ہیں کہ کوئی اچھی چیز یاد دلائی جائے اور بُری چیز سے بچا جائے۔ تو سب سے اچھی چیز ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جن پر قرآن شریف نازل ہوا ہے رجوع کریں تو آپ کا ارشاد ہے "افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر ہے اور قرآن کریم میں اس ذکر کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نویں پارہ میں سورۃ الاعراف کی دوسو پانچویں (۲۰۵) آیۃ میں تنبیہہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝

(ترجمہ) "اپنے رب کا ذکر کرو اپنے سانس سے بغیر آواز نکالے ہوئے اور زبان سے صبح و شام اور غافل لوگوں میں شامل نہ ہو جاؤ۔" آپ یہ سوال کریں گے کہ اس آیۃ میں سانس کے معنی کہاں ہیں؟ یہ صحیح ہے کہ نفس کے معنی جان کے ہیں مثلاً اس کا شکر ادا کیا تو اپنے نفس کے لئے کیا' اپنی ذات کے لئے کیا۔ لیکن نفس کے دوسرے معنی سانس کے ہیں۔ اللہ

Marfat.com

تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے خِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ اور آواز کے بغیر یعنی جب تم سانس کے ساتھ ذکر کرو تو بغیر آواز کے کرو اور اس طریقہ سے کرو جس طرح اہل اللہ نے تعلیم فرمایا ہے۔

میرے عزیزو! یہ ذکر الٰہی کی نعمت ہی ہے جسے اللہ رب العزت نے قرآنِ کریم ذکرِ حکیم میں مختلف انداز سے بیان فرمایا ہے اور سورۃ الفاتحہ (الحمد شریف) میں تو اس نعمت کے وارثوں کی اس طرح عظمت بیان فرمائی ہے کہ اسے نماز کا حصہ اور دُعاؤں کا مدعا بنا دیا ہے۔ ارشاد باری ہے

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۝

(ترجمہ) "ہمیں سیدھے راستہ پر چلا ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے نعمت نازل فرمائی" یہ اہل اللہ ہی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکواۃ دے کر سچے مومن ہونے کا اعزاز حاصل کر لیتے ہیں۔ اس طرح مکمل وضاحت ہو کر یہ حقیقت سامنے آگئی ہے کہ اگر اللہ رب العزت کے ارشاد کے مطابق مومن بننا ہے تو ذکر الٰہی کرنا لازم ہے تاکہ قلب میں خوف خدا پیدا ہو جائے۔ جب تک خوف خدا (یعنی تقویٰ) پیدا نہیں ہو جاتا ہماری نمازیں پڑھی تو جاتی رہیں گی مگر قائم نہیں کی جاسکیں گی۔ ہماری زکواتیں جبر اور بے دلی کے ساتھ ادا تو کی جاتی رہیں گی لیکن ہم اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتیں اس کی راہ میں اُسکی خوشنودی کے لئے خوش دلی اور صمیم قلب کے ساتھ خرچ کرنے کے اہل نہیں ہو سکیں گے۔ جب تک ہم اللہ رب العزت کے ارشاد کے مطابق "ذکر الٰہی" کی نعمت کے ذریعہ اپنے قلب میں خوف خدا (تقویٰ) پیدا نہیں کر لیتے سچے مومن نہیں ہو سکتے اور سچے مومن نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان مسلمان ہوتے ہوئے بھی منافقت کی سرحدوں کو چھونے لگتا ہے۔ جب دلوں میں خوف خدا ہی پیدا نہیں ہوا تو تقویٰ کہاں سے آئے گا اور جب تقویٰ نہیں آیا تو روزے بیکار گئے کیونکہ روزہ کا مفہوم

Marfat.com

ہی یہ ہے کہ تم متقی ہو جاؤ۔ اس طرح نماز، روزہ، حج اور زکواۃ سب اکارت گئے۔

اب آپ سوال کریں گے کہ "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" میں تمام اُصول دین اور فرائض آ گئے ہیں مثلاً کلمہ طیبہ، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ کی ادائیگی اور روزہ کا ذکر آ گیا اور تقویٰ بھی حاصل ہو گیا تو جہاد کے بارے میں کیا ارشاد ہے اور جہاد کا ذکر سے کیا تعلق ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر اور جہاد کا تعلق دسویں پارہ میں سورۃ الانفال ہی کی پینتالیسویں ۴۵ آیۃ میں ارشاد فرما دیا ہے۔ ارشاد باری ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ؁

(ترجمہ) "اے (مومن) لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تمہارا سامنا اس جماعت (فوج) سے ہو جائے جو تم سے جنگ کرنے آئی ہے یعنی تمہارا سامنا کافری فوج سے ہو جائے تو (جہاد کا ادب یہ ہے کہ) جم جاؤ مقابلہ پر اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فتح و فلاح پاؤ"۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تم صرف ہتھیار صیقل کر لو بلکہ آداب جہاد یہ فرمائے کہ تم ثابت قدم ہو جاؤ اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر ان کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ یہاں فلاح و کامیابی اور فتح کے لئے یہ راستہ بتایا کہ اپنے رب کا ذکر کثرت سے کرو۔ قرآن کریم نے تم کو فتح کا راستہ بتایا۔ تم قرآن کا بتایا ہوا راستہ تو بھول گئے لیکن انگریز کا بتایا ہوا راستہ یاد رہا۔ میں اس موقع پر علمائے دین کہلانے والے حضرات سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کلمۃ الحق کیوں نہیں کہتے۔ آپ کیوں چُپ سادھے ہوئے ہیں آپ کے مُنہ کیوں بند ہیں، آپ کیوں نہ صرف پاکستان بلکہ تمام اسلامی سلطنتوں کے حکمرانوں کو مشورہ نہیں دیتے، آپ کیوں ماہرین ضرب و حرب جو فوجی جرنیل ہیں اور فوجی قیادت کا فرض انجام دیتے ہیں نہیں بتاتے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فتح و نصرت کے لئے شرط لگا دی ہے اور "ذکر کثیر" کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں مسلمان ممالک کے ماہرین

Marfat.com

فن ضرب وحرب سے بھی پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے اپنی فوجوں کو جن پر ملک کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یہ بتایا ہے کہ اللہ کا ذکر بھی ضروری ہے۔ کیا آپ نے ان کو اللہ کے ذکر کی تعلیم دی ہے؟ میرا سوال خواص سے ہے جہاں تک عوام کا تعلق ہے وہ تو وہی کرتے ہیں جس کی ان کو تربیت دی جاتی ہے اور اس ہی کہ ذمہ داری ان پر عائد بھی ہوتی ہے۔ اگر ایک سپاہی کو صرف بندوق چلانے کی ٹریننگ دی گئی ہے تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے کیونکہ وہ تو وہی جانتا ہے جس چیز کی اس کو ٹریننگ دی گئی ہے۔ ماہرین ضرب وحرب اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد کے مطابق جو اس نے مومن فوج سے فرمایا ہے عمل کریں اور اپنی فوجوں کو ضرب وحرب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر کی تعلیم بھی دیں تو فلاح و کامیابی اور فتح وکامرانی کی اُمید کرسکتے ہیں۔ فوج کامیاب اسی وقت ہوگی جب اللہ کا ذکر کرے گی۔ اگر تم فلاح والے بننا چاہتے ہو تو تم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرنا ہوگا اور اس کے اُصول فوجوں کو سکھانا ہوں گے۔ لیکن جس طرح توپ چلانے کی تربیت ایک ماہر توپچی دیتا ہے اسی طرح ذکر کرنے کی تربیت صاحب ذکر ہی دیں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہماری فوجیں یلغار کرتی ہیں اور دشمن کا سامنا ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں نعرہ تکبیر۔ "اللہ اکبر" نعرہ حیدری۔ یا علیؑ۔ کیا یہ ذکر نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ "اللہ اکبر" کہنا بھی ذکر ہے لیکن اگر آپ کلمہ طیبہ میں صرف اللہ اکبر کہیں تو کیا کلمہ پورا ہو جائے گا کیونکہ کلمہ طیبہ دو حصوں پر مشتمل ہے، ایک کلمہ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور دوسرا حصہ رسالت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ۔ آپ صرف "اللہ اکبر" کہیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ نہ کہیں اور دعویٰ کریں کہ ہم نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا کیونکہ "اللہ اکبر" بھی کلمہ ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر آپ نے کلمہ تو بیشک پڑھ لیا لیکن وہ کلمہ نہیں

Marfat.com

پڑھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے آپ کو تعلیم فرمایا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ۔ اگر آپ سب مل کر لا الٰہ الا اللہ کی ضربات لگائیں تو بخدا دشمن کے دل دہل جائیں گے اور اللہ کا وعدہ سچا اور پورا ہو گا کہ ہم رعب و دبدبہ کے ساتھ تمہاری نصرت کریں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلحہ پر پابندی نہیں لگائی ہے کہ آپ ہتھیار استعمال نہ کریں بلکہ آپ بہتر سے بہتر ہتھیار مثلاً توپ، ٹینک، ہوائی جہاز اور ایٹم بم وغیرہ استعمال کریں مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ روح کا ایٹم بھی استعمال کرو۔ تم نے مادہ کا ایٹم توڑا تو تباہی لے آئے لیکن روح کی سائنس سیکھ اور اس سے استفادہ حاصل کرو۔ اگر تم نے "نفس کا ایٹم" توڑ دیا تو کائنات کی تسخیر ہو جائے گی۔ مادہ کا ایٹم توڑنے والو اور ایٹم بم بنانے والو! تم نے اللہ کی مخلوق کو سوائے تباہی کے کیا دیا ہے۔ نفس کا ایٹم توڑنے والے جب روحانی طاقت حاصل کر لیتے ہیں تو وہ مخلوق کو "حیات ابدیؔ" سے نوازتے ہیں۔ وہ جب ذکر الٰہی کرتے ہیں تو اللہ کی مخلوق کو مغفرت دیتے ہیں، عزت کی روزی دیتے ہیں، اللہ کی رضا دیتے ہیں، اسلام کے ہمیشہ قائم رہنے والے انعام کی بقا دیتے ہیں یعنی حیات ابدی کا مالک بنا دیتے ہیں۔ یہ موت نہیں زندگی دیتے ہیں۔ یہ زندگی کی حقیقت سمجھا دیتے ہیں۔ لیکن آپ نے روح کی طاقت حاصل کرنے کی طرف کوئی توجہ دی ہے؟ کوئی ریسرچ کی ہے؟

فقیر نے پچھلے سال "علم من الکتاب" کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے یہ بات پوری طرح واضح کر دی تھی کہ علم دو طرح کے ہیں۔ ایک "علم دین" ہے اور دوسرا علم دنیا ہے۔ دُنیا کا علم مادی ہے جبکہ روح کا علم روحی ہے۔ آپ جب دین کی بات کرتے ہیں اور فوج کو دیندار بناتے ہیں تو ان کو روح کا علم بھی سکھائیے لیکن دین کا علم کتاب کے ذریعہ نہیں حاصل ہو سکتا چونکہ روح کتاب میں نہیں آتی۔ روح تو امر رب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا "قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي"۔

Marfat.com

آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے۔ لیکن اللہ کے امر کو جاننے والے کون ہیں؟
وہ اولی الامر ہیں جن کی اطاعت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ
مِنْکُمْ فرما کر فرض کر دی گئی ہے اور وہ اولی الامر اولیائے کرام و پیران عظام
اور مرشدین برحق ہیں جو اللہ رب العزت کے ذکر سے نفسوں کا تزکیہ کراتے ہیں
اور اسکی تعلیم عطا فرماتے ہیں لیکن افسوس کہ ہم نے وہ بیج (ذکر) جس سے اسلام
یعنی روحانیت اور فرائض اسلام یعنی عبادات کی کاشت ہوتی ہے اور جس سے
عبادات پھل لاتی ہیں اور ایمان قوی ہوتا ہے ترک کر دیا ہے۔ بہرحال اللہ تبارک و تعالیٰ
نے دسویں پارہ میں سورۃ الانفال کی پینتالیسویں (۴۵) آیت میں ذکر کا جہاد سے تعلق
واضح فرما دیا ہے اور یہ بتا دیا کہ اگر تم نے اللہ پر بھروسہ کر کے بڑی سے بڑی فوجوں
کا مقابلہ کیا اور دنیا کے ترقی یافتہ دور میں اعلیٰ سے اعلیٰ ہتھیاروں کے استعمال
کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتائے ہوئے ہتھیار بھی استعمال کئے یعنی
ذکر بھی کیا تو تم فلاح پانے والوں میں اور یقیناً کامیاب ہو گے۔

جو حضرات اہل علم اور علمائے دین کہلاتے ہیں ان سے یہ فقیر بڑی عجز و انکساری
کے ساتھ پوچھتا ہے کہ آخر ذکر الٰہی کو بھول جانے کی وجہ کیا ہے؟ کہیں شیطان
نے تو ہمیں ذکر نہیں بھلا دیا ہے کیونکہ رحمٰن کا کام تو ذکر یاد دلانا ہے۔ وہ تو
یاد دہانی کرا رہا ہے وہ تو کہہ رہا ہے کہ تم میرا ذکر کرو۔ پارہ سیقول کی سورۃ البقرہ
میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے" فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ" پس میرا ذکر کرو
میں تمہارا چرچا کروں گا"۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اٹھائیسویں (۲۸) پارہ میں سورۃ المجادلہ
کی انیسویں (۱۹) آیت میں بھی تنبیہہ کی ہے کہ ذکر کو بھلا نہ دینا۔ اگر غافل ہو گئے تو خسارہ
والوں میں ہو جاؤ گے۔ ارشاد باری ہے اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ط
اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۵

Marfat.com

(ترجمہ) "جب شیطان غالب آجاتا ہے تو اللہ کا ذکر بھلا دیتا ہے۔ جب شیطان اللہ کا ذکر بھلا دے تو وہ شیطان کی جماعت بن جاتے ہیں اور شیطان کی جماعت خسارہ والوں کی جماعت ہے"۔ وہ مومن جو اللہ کی جماعت تھے جب اللہ کا ذکر بھول جائیں تو شیطان کی جماعت بن جاتے ہیں اور خوب سُن لو کہ شیطان کی جماعت گھاٹا پانے والی ہے۔ اس لئے اگر تم فلاح چاہتے ہو تو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ جب ہم ذکر الٰہی کرتے ہیں تو ہمارا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ جو حزب الشیطٰن ہیں وہ تو مذاق ہی اُڑائیں گے لیکن ہم قدم بہ قدم آگے جا رہے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے ہمیں بتایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر اس کی تمام عبادات کی بنیاد ہے۔ اگر ہم اللہ کا ذکر بھول گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ہم پر غالب آگیا ہے۔ ہمارے اعمال بھی اسی ارشاد باری کی تصدیق کر رہے ہیں۔ ہمارا عمل یہ ہے کہ ہم اللہ کا ذکر بھول گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو ہم سے سرزد نہیں ہو رہا ہے۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ ہماری ہر طرح کی عبادات بے اثر کیوں ہو گئی ہیں۔ نماز جو مومن کی معراج تھی اور اس کو فواحشات و منکرات سے بچاتی تھی کیا اثر دکھا رہی ہے آپ اپنی مساجد ہی کو دیکھ لیں شاید ہی کوئی ایسی خوش نصیب مسجد ہو گی جہاں فتنہ و فساد نہ ہو۔ کہیں امام صحیح نہیں، کہیں مقتدی پر تنقید ہے اور کہیں یہ جھگڑا ہے کہ یہ اِنتظامیہ غلط ہے اور وہ انتظامیہ صحیح ہے۔ مساجد کو جھگڑے و فساد کی جڑ بنا دیا گیا ہے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ نمازیں تو پڑھتے ہیں لیکن سود بھی لیتے ہیں اور ایسے ایسے کام کرتے ہیں کہ استغفر اللہ۔ روزے ہمیں تقویٰ کہاں دے رہے ہیں۔ ہم روزہ رکھ کر جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ ساری عبادات اپنی خصوصیات کھو چکی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادات کے پھل دار درخت کا بیج ہی نہیں لگا ہے۔ عبادات جس درخت سے پھل لاتی ہیں اس کا بیج تو ذکر تھا۔ عبادات جو پھل لائیں گی وہی مُفید ہوں گے

Marfat.com

لیکن یہ پھل اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر سے حاصل ہوتے ہیں۔ جس کھیتی کو پانی نہ ملے وہ سوکھ ہی جاتی ہے۔ ذکر عبادات کی کھیتی کی کھاد اور پانی ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ذکر وہ زمین ہے جس پر عبادات کی کاشت ہوتی ہے۔ یہ ذکر ہی ہے جو انسان کے قلب کو پاک کرتا ہے۔ ہمارے دیہات کے لوگ جب کپڑا یا برتن پاک کرتے ہیں تو کہتے ہیں "نبی کے کلمہ سے ہو جا پاک"۔ نبیؐ کے کلمہ سے مٹی وتانبے کے برتن اور نجس کپڑے پاک ہو رہے ہیں تو اللہ کے ذکر سے آپ کا ضمیر اور نفس کیسے پاک نہیں ہو گا جب آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ربوبیت کو یاد کریں گے اور اللہ کی توحید کا اقرار کر کے اس اقرار کی یاددہانی یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی ضربات (چوٹیں) اپنے قلب پر لگا کر اسے بیدار کریں گے تب ہی نفس کی آلائشیں ختم ہوں گی اور اسے مطمئنہ بنانے کا ذریعہ پیدا ہو گا۔ ہم جب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ورد اور ذکر کرتے ہیں تو آخر میں کہتے ہیں محمد رسول اللہ اور اس طرح ہمارا کلمہ طیبہ مکمل ہو جاتا ہے۔ نبی کے کلمہ سے ہمارا نفس پاک ہو جاتا ہے اور "نفس امارہ" پاک ہو کر "نفس لوامہ" میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نفس لوامہ کی خصوصیات ۲۹ پارہ میں سورۃ اَلْقِیٰمَۃِ کی دوسری آیت میں ارشاد فرمائی ہیں کہ وہ عجز وانکساری کرتا ہے اور گناہوں پر شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ اس طرح توبہ کی طرف راغب ہوتا ہے اور اس حکم کی تعمیل کے قابل ہو جاتا ہے کہ اپنے نفسوں کے ساتھ ذکر کرو عجز وانکساری کے ساتھ۔ اس طرح نفس "لوامہ" سے نکل کر "مطمئنہ" کے مقام پر آجاتا ہے اور جب مطمئنہ سے ترقی کرے تو بندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ورضوعنہٗ ہو جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نفس مطمئنہ والوں سے فرماتا ہے کہ میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔ میں تم سے راضی ہوں اور تم مجھ سے راضی ہو۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر اسلام یعنی "انقلاب مصطفےٰ" کی بنیاد ہے۔

Marfat.com

ہمارے سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ میں اذکار کے جو طریقے رائج ہیں وہ وہی ہیں جو اہل اللہ نے سکھائے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کلمۂ طیبہ کے حصۂ توحید کا ذکر ہے جس کو صوفیاء کی اصطلاح میں نفی اور اثبات کا ذکر کہا جاتا ہے۔ نفی "غیر اللہ" کی اور اثبات اللہ تعالیٰ کا۔ اس ذکر کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ "لَآ اِلٰہَ" دائیں طرف چار پسلیوں سے اوپر مقام روح سے شروع کرو تاکہ تمہاری روح غیر اللہ سے پاک ہو جائے اور پھر گردن گھما کر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب قلب پر لگاؤ۔ جب اِلَّا اللّٰہ کی ضرب قلب پر لگے گی تو قلب کا تصفیہ ہو جائے گا۔ جب روح کے تزکیہ کے ساتھ قلب کا تصفیہ ہوگا تو اللہ رب العزت کا نور اس میں جلوہ فگن ہو جائے گا اور پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر کرتے کرتے آخر میں مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ کہو گے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ سے اللہ رب العزت تمہارے نفس کو پاک کر دے گا۔ جب نفس پاک ہو گیا تو روح سے غیر اللہ کا اخراج اور قلب میں اللہ کا قیام ہو گیا۔ اسی کو نفی و اثبات کہتے ہیں۔ دوسرا ذکر اسم ذات کا ذکر ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ کا اسم ذات "اللہ" ہے۔ یہ جہری ذکر ہے اس لئے اس ذکر کو آواز کے ساتھ کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ کے اسم ذات کے ذکر کی آواز جہاں جہاں جائے گی وہاں رحمت کے فرشتے نازل ہوں گے اور اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ اس پورے علاقے کو اپنی رحمت کے سایہ میں لے لیگا۔

تیسرا ذکر جو ہمارے سلسلہ میں جاری ہے وہ ذکر انفاس ہے۔ ذکر انفاس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کا خاص مشغلہ ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ میں یہ ذکر دادا حضور قطب الاقطاب غوث الوقت صدر الصدور حضرت سید شاہ علی صاحب جیلانی القادری نقشبندی برقعہ پوش رحمۃ اللہ علیہ کی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے نسبتِ قوی کے ذریعہ پہنچا اور آپ نے اسے اپنے جدی سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ کے مشغلہ خاص یعنی "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کے ذکر کے بعد قائم فرمایا۔ ذکر انفاس کا طریقہ

Marfat.com

یہ ہے کہ منہ بند کر لیا جاتا ہے' زبان تالو سے لگالی جاتی ہے اور ہونٹ و دانت ملالئے جاتے ہیں۔ اس طرح آواز نکلنے کا راستہ بند ہو گیا اور صرف ناک سانس لینے کا ذریعہ رہ گئی۔ اب نیچے سانس نکالو تو اللہ کہو اور اوپر سانس کھینچو تو اللہ کہو۔

ذکر انفاس' مراقبہ' کے ساتھ کیا جاتا ہے اور مراقبہ اہل الذکر اپنی منزل اور مقام کے مطابق کرتے ہیں۔ مبتدی کا مراقبہ بغیر آواز نکالے ہوئے حضوری شیخ ہے اور بلند مرتبہ صوفیائے کرام مراقبہ' حضوری رسالت' اور اس کے بعد مراقبہ' حضوری حق تعالیٰ' فرمایا کرتے ہیں۔ اس عظیم الشان عبادت کی شان افضلیت اور مقام کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔

میرے عزیز! ذکر انفاس سے بڑی عبادت اور کیا ہو گی کیونکہ ہمارا سانس تو ہر حال میں جاری رہتا ہے۔ کھانا کھا رہے ہیں' غسل کر رہے ہیں' سو رہے ہیں' بیوی اور بچوں سے ہم کلام ہیں' مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں الغرض جہاں کہیں اور جس حال میں بھی ہوں یہ سانس ہمہ وقت جاری رہتا ہے کیونکہ اللہ کا ذکر سانس میں پیوست ہو گیا ہے۔ ذکر انفاس کرنے والوں نے اللہ کے ذکر کو اپنے سانسوں میں سمو لیا ہے۔ اس سوتے جاگتے کی عبادت کا مقابلہ کون سی عبادت کر سکتی ہے۔ جب ذکر انفاس سانس سے ترقی کر کے قلب میں آجاتا ہے تو قلب کو جاری کر دیتا ہے اور آواز کے بغیر جب قلب جاری ہوتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس قلب میں اللہ تبارک و تعالیٰ آگیا ہے اور اس طرح اللہ کا قیام دل میں ہو گیا۔ قلب گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اور یہ جہاں خون پھینکنے اور حاصل کرنے کی ایک مشین ہے وہاں لطیفہ ربانی بھی ہے۔ اہل اللہ جانتے ہیں کہ اس لطیفے کو بیدار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قلب جب اللہ کو پکار اٹھا تو پھر وہ جو خون ہمارے جسم کو فراہم کرے گا وہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہمارے جسم میں گردش کرے گا اور جسم کے ایک ایک روئیں

Marfat.com

کو سیراب کرے گا۔ اور جب دل ہمارے جسم کے روئیں روئیں میں اس طرح خون پھینکے کہ وہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو تو اللہ کا ذکر روئیں روئیں میں جاری ہو جائیگا۔ انسانی اندازے کے مطابق ہمارے جسم میں تین کروڑ پچاس لاکھ مسامات (باریک باریک سوراخ) ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے لگیں تو یہ عجیب و غریب ساز ہوگا جو بج رہا ہوگا اور بے آواز ہوگا۔ آخر ذکر الٰہی کے علاوہ وہ کون سی عبادت ہے جس میں اللہ تبارک تعالیٰ کو ہمہ وقت یاد کیا جاتا ہے؟ الغرض اللہ رب العزت کا ذکر وہ نعمت ہے جو ایمان والوں ہی کے لئے مخصوص کی گئی ہے۔ وَمَا علینا الا البلاغ

اللہ کی اِطاعت میں آنے کیلئے اولی الامر یعنی شیخ طریقت مرشد کامل کی اِطاعت لازم ہے

۲۳ مارچ ۱۹۸۱ء — المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر اور سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے جناب محمد فیاض خان صاحب کے مکان واقع جٹ لائنز میں گیارھویں شریف کے ایک عظیم الشان اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

میرے عزیزو! میں گذشتہ مختلف محافل اور سالانہ جشن گیارھویں شریف کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات واضح کر چکا ہوں کہ "ذکر الٰہی" نہ

Marfat.com

صرف تمام ہی عبادات بلکہ اسلام کے بنیادی اُصولوں کے تنا دار اور پھل دار درخت کا بیج اور کلمہ طیبہ سے لیکر جہاد فی سبیل اللہ (جہاد بالنفس اور جہاد بالسیف) تک تمام فرائض کی روح ہے۔ اس سلسلہ میں اولیائے کرام کی تعلیمات سے ذکر الٰہی کے فیضان اور نفس امارہ کی تفصیلات کا علم ہو سکتا ہے یعنی نفس امارہ کی بنیاد کیا ہے، نفس امارہ کو کس عمل سے اذیت ہوتی ہے اور اطاعت و عبادت خداوندی نفس امارہ کو کتنی تکلیف پہنچاتی ہے۔ آپ یاد رکھیئے کہ جہاد بالنفس کرنے والے ہی اہل مجاہدہ ہیں اور یہی اہل مشاہدہ بھی ہوتے ہیں۔ پیشہ ورانہ بندوق چلانا اور بات ہے یہ کام تو کافر بھی کرتے ہیں لیکن وہ اہل مجاہدہ نہیں ہوتے کیونکہ وہ خواہشات نفس کی خاطر جنگ کرتے ہیں۔ کافروں سے جنگ کرنا جہاد ہے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب بندہ ورغلا کر اطاعت خداوندی سے روکنے والے اندرونی دشمن "نفس امارہ" کے خلاف جنگ لڑ کر اس پر فتح حاصل کرے کیونکہ نفس امارہ کا کام بُرائی کی طرف لے جانا ہے جبکہ اللہ کا خوف بُرائی سے بچانا ہے۔ یہ مجاہدہ ذکر الٰہی کے ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ ذکر الٰہی مومن کے قلب میں خوف خدا پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے نفس امارہ کو جو شیطان کی اصل طاقت اور گمراہی کا خمیر ہے آدم کی سرشت میں چھپا کر رکھا ہے۔ اللہ کی طرف لے جانے والی چیز ذکر الٰہی ہے جو نورانیت کا سرچشمہ ہے۔ نفس ایمان کو کمزور کرتا ہے جبکہ ذکر ایمان کو مضبوط کرتا ہے اور بُرائی سے ڈرانے والی طاقت ہے۔ اگر مجاہدہ بالنفس ہو چکا ہو اور پھر جہاد بالسیف کیا جائے تو ایسے مجاہدین اسلام کے ہاتھوں شکست کفّار کا مقدر بن جاتی ہے خواہ جنگ کرنے والے کفّار کی تعداد اور ان کے وسائل و ہتھیار کتنے ہی عظیم اور ناقابل شکست کیوں نہ ہوں۔ اللہ کے ان مومن بندوں کو نہ صرف فتح و کامرانی حاصل ہوتی ہے بلکہ وہ رضائے

Marfat.com

الٰہی کے مستحق بھی ہوجاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں دسویں پارہ میں سورۃ الانفال کی پینتالیسویں آیت میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ
(ترجمہ) اے ایمان والو جب تمہارا مقابلہ کسی فوج سے ہوجائے تو تم اس کے مقابلہ میں جم جاؤ (یعنی مستحکم اور مضبوط ہوجاؤ) اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ فلاح (یعنی فتح و نصرت) پاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اور اللہ کے اسم ذات "اللہ" کا ذکر کثرت سے کرو۔ اس ذکر الٰہی کی طاقت ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی طاقت سے زیادہ ہوگی۔ اس طرح تمہارا رعب فضاؤں میدانوں اور سمندروں میں چھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا رعب دشمن کے دل میں بٹھا دے گا اور تمہارے دلوں سے دشمن کا خوف نکال دے گا۔ ذکر الٰہی کے ساتھ جہاد کرو تاکہ تم میں خوف خدا پیدا ہو۔ اس طرح اللہ کے لئے جینا اور اللہ کے لئے مرنا تمہارا مقصد و منشا ہوجائے گا اور تم فلاح کو پہنچ جاؤ گے۔

اسلام کے تمام بنیادی اُصولوں اور عبادات کا تفصیل سے جائزہ لے کر یہ بات پہلے بھی ثابت کی جاچکی ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک سے بھی "ذکر الٰہیؔ" کو خارج کر دیا جائے تو یہ تناور پھل دار درخت اُکھڑ جائے گا اور معنوی و حقیقی طور پر سب کچھ ختم ہوجائے گا۔ اس سلسلہ میں حج کی عبادت جو ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں کم از کم ایک بار فرض کی گئی ہے زیر بحث آنے سے رہ گئی تھی۔ حج کے سلسلہ میں ذکر الٰہی کی فرضیت اور حیثیت کسی لمبے چوڑے استدلال کے بغیر ہر مسلمان کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ عید الضحیٰ یعنی ماہ ذی الحجہ میں ایام تشریق کے دوران ہر فرض نماز کے بعد ذکر الٰہی "اللہ اکبر اللہ اکبر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد" جسے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل الذکر فرمایا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے

Marfat.com

رابطہ کا ذریعہ ہے کی گونج گنبد فلک تک پہنچتی ہے۔ میں اس سلسلہ میں قرآن کریم ذکر حکیم کی دو آیات پیش کرنا چاہتا ہوں جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوران حج ذکر کرنے کا حکم نازل فرمایا ہے۔ یہ دوسرے پارہ میں سورۃ البقرہ کی ایکسو اٹھانویں اور دو سویں آیات ہیں۔ ۱۹۸ ویں آیتہ میں اللہ تبارک کا ارشاد ہے۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝

(ترجمہ) "جب عرفات سے لوٹو تو اللہ کا ذکر کرو مسجد الحرام کے پاس اس طرح جیسا کہ تمہیں ہدایت کی گئی ہے اور اس سے قبل تم کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے۔" میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر مسجد الحرام کے پاس اللہ کا ذکر نہ کیا جائے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے حکم کے مطابق آپ نے فریضہ حج ادا کر لیا؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ لازم کر دیا ہے کہ جیسا تمہیں ذکر کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے اسی طرح ذکر کرو۔ اس لئے جب تک اس مقام پر احکامات خداوندی کے مطابق ذکر نہ کیا جائے اللہ کے حکم کے مطابق حج کی ادائیگی نہیں ہو سکے گی۔ اسی سورۃ کی ۲۰۰ ویں آیتہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ

(ترجمہ) "اور پھر جب تم حج کے مناسک پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسا کہ تم (زمانہ جاہلیت میں) اپنے آباء کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ" ۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں دوران حج عرفات سے واپسی پر مشعد الحرام میں ذکر کرنے کا حکم دے کر ذکر کو حج کا جزو لاینفک قرار دیتے ہوئے ۲۰۰ ویں آیتہ میں مناسک حج پورے کر چکنے کے بعد بھی ذکر الٰہی کرنے کو ضروری قرار دیا ہے اور ذکر کی اہمیت کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے اس رواج کو جو کفار مکہ میں حج کے بعد اپنے باپ دادا کا ذکر کرنے کی اہمیت کے بارے

Marfat.com

میں رائج تھا مثال بنا کر اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ ذکر الٰہی کرنا ضروری قرار دیا۔ چنانچہ دوران حج ذکر الٰہی کی گونج اسکی فرضیت کا واضح اعلان اس طرح کرتی ہے کہ بہرے کان بھی اس آواز بلند سے آشنا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ البتہ وہ شخص جو کہ سدا کا سن بہرہ ہے اس آواز کو نہیں سن سکے گا اور جب سنے گا ہی نہیں تو وہ اس گروہ میں شامل ہے جس کے لئے اللہ رب العزت نے پہلے پارہ میں سورۃ البقرہ کی ساتویں آیۃ میں ارشاد فرمایا ہے

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز
وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۠

(ترجمہ) اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ (اندھیرا) ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔" یہی وہ گروہ ہے کہ جس پر ذکر الٰہی نہ نصیحت کے طور پر اثر انداز ہو سکتا ہے اور نہ عبرت کے طور پر نہ قرآن حکیم بن کر ہدایت دے سکتا ہے اور نہ یاد دہانی کے طور پر میثاق الست پر دھیان دینے کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

میرے عزیزو! ذکر الٰہی سے صرف وہی حضرات مستفیض ہو سکتے ہیں جو ہدایت کے طالب ہوں۔ میں ان حضرات سے کہتا ہوں جن کو قرآن فہمی کا دعویٰ ہے کہ وہ قرآن کریم ذکر حکیم کی اس آیتہ کی تلاوت کریں جس میں حج کے عرصہ ایام تشریق میں ہر فرض نماز کے فوراً بعد ہر دعا اور ہر ندا سے پہلے با آواز بلند اوّل و آخر دو دو مرتبہ اللہ اکبر اور درمیان میں افضل الذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنا واجب قرار دیا گیا ہے اور یہ صدائے ذکر ہر اس مسلمان کی زبان سے با آواز بلند جاری کرائی گئی ہے جو نماز پڑھتا ہو تو کیا یہ بات اب بھی سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ سے صرف وہی حضرات بہرہ ور و مستفیض ہو سکتے ہیں'

Marfat.com

ہوتے رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ہوتے رہیں گے جو اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان لائے، آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرکے اِس قرآنی حکم کی تعمیل کرنے کو واجب جانتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ یہی حضرات ہدایت کے طالب ہونے کی وجہ سے ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور انہی حضرات پر سلامتی کی دعا کرنے کا حکم ہے۔ ہمارے علمائے دین کہلانے والے حضرات اپنی شکل وصورت کی طرف توجہ کئے بغیر سیرت النبیؐ کے جلسوں میں دوسروں کو سیرت النبیؐ اختیار کرنے اور اسوۃ الحسنہ پر عمل کرنے کی تلقین اور واعظ ونصیحت کرنے میں رات دن مصروف ہیں اور "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کی طرف توجہ کئے بغیر اپنی علمی قابلیت کا لوہا منوانے کے لئے ہر ذریعہ ابلاغ پر قابض ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ قوم اب سیرت النبیؐ اختیار کرکے اسوۃ الحسنہ پر عمل پیرا ہو جائیگی اس زبانی جمع خرچ کا فطری طور پر جو نتیجہ ہونا چاہیئے تھا وہ ہو رہا ہے۔

اب میں آپ کی توجہ اصل موضوع کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں جو نویں پارہ میں سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کے مفہوم سے متعلق ہے جن کی میں نے محفل کے آغاز میں تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ ان آیات میں اللہ ربّ العزت نے مومن کی شان بیان فرمائی ہے جس کی مزید توضیح وتشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک عام مومن بندے سے لے کر بلند ترین مقامات مقبولیت الٰہی پر فائز المرام ہونے والے اللہ کے محبوب بندوں تک درجہ بہ درجہ سب ہی کا اصل مقام واضح کر دیا گیا ہے۔ پہلے پارہ میں سورۃ البقرہ کی الٓمٓ (حروف مقطعہ جن کا صرف رازدار ہی جانتے ہیں) کے بعد چار آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۖ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (۲) الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

Marfat.com

بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ (۳) وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ج وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (۴)
اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ق وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵)

(ترجمہ) "ہدایت ہے ڈرنے والوں کے لئے جو غیب پر (محض نشانیوں کے مشاہدے کی صداقت سے) ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ نعمتیں انہیں عطا ہوتی ہیں ان میں سے اللہ کی راہ میں (مستحقین پر) خرچ کرتے ہیں اور ایمان لائے اس پر جو آپؐ پر نازل کیا گیا (قرآن کریم ذکر حکیم) اور اس پر جو آپؐ سے پہلے اُترا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح کو پہنچیں گے۔" سورۃ البقرہ کی ان چار آیات کا جائزہ لیجئے تو سورۃ الانفال کی تین آیات کے روشن آئینہ میں ان کا عکس نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ذکر حکیم سے ہدایت صرف خوف خدا رکھنے والے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قلوب میں خوف خدا رکھنے والے ہی فیضان کتاب الٰہی سے مستفیض بلکہ قرآن فہمی کے لائق مستحق اور اہل ہوتے ہیں۔ سورۃ الانفال کی دوسری آیۃ میں واضح طور پر بتادیا گیا ہے کہ مومنین وہ ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوف الٰہی سے بھر جاتے ہیں یہی وہ حضرات ہیں کہ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ اللہ رب العزت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور مضبوط اور مستحکم ہو جاتے ہیں اور انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ پر بھروسہ (توکل) کی نعمت سے مالا مال کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس قابل ہوسکیں کہ نماز نہ صرف پڑھا کریں بلکہ اسے قائم رکھنے کی صلاحیت واستطاعت بھی ان میں پیدا ہو جائے۔ چنانچہ سورۃ الانفال کی تیسری آیۃ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق یہی حضرات ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ نعمتیں انہیں عطا ہوتی ہیں اس میں سے (مستحقین پر) ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

اس ارشاد نے واضح کر دیا ہے کہ ایمان کے دعویدار خواہ کیسے ہی بلند بانگ دعوے کریں اور اپنے ایمان کی ڈینگیں ماریں لیکن حقیقت میں وہی لوگ سچے مومن ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنے قلوب میں، اپنی روح میں اور اپنی زبانوں پر جاری و ساری کر کے ایمان کی وہ تخم ریزی کی ہے جس سے عبادات و ریاضات کا پھیلی ہوئی جڑوں والا تناور پھل دار درخت وجود میں آگیا ہے۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس بلند مقامات و درجات ہیں اور ان ہی کے لئے مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور ان کے لئے یہ انعام بھی ہے کہ ان کو عزت والی روزی عطا کی گئی ہے جو نہ صرف ان کے لئے مبارک ہے بلکہ یہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اس کی راہ میں خوش عقیدہ اور سچے ایمان والے لوگوں (صحیح مستحقین) میں لنگر تقسیم کریں گے تو ان کے لئے بھی تبرک (برکت والی روزی) بن جائے گا۔ ان حضرات کے لئے سورۃ البقرہ کی پانچویں آیت میں کھلم کھلا ارشاد فرما دیا ہے کہ یہی حضرات اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی حضرات فلاح کو پہنچیں گے۔ قرآن کریم انہی حضرات کے لئے ہدایت فراہم کرتا ہے جو حقیقی فلاح ہے۔

میرے عزیزو! اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام میں وضاحت و صراحت کے ساتھ ذکر کے پہچاننے والوں کو صحیح معرفت عطا فرما دی گئی ہے اور اولیائے کرام و پیران عظام، ان کی اتباع کرنے اور ان سے محبت رکھنے والے مسلمانوں کا سچا مقام بھی بتا دیا گیا ہے۔ جس کا دل چاہے ایمان لے آئے اور قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ بلند مرتبہ کتاب جس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اسی کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے جو ڈرنے یعنی خوف خدا رکھنے والا ہو۔ اب کلام الٰہی کی ان آیات کے سیاق و سباق اور ترتیب ارشاد کو ملحوظ رکھ کر غور فرمائیں تو آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ۔

Marfat.com

۱۔ اللہ رب العزت کے نزدیک مومنین کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں

۲۔ اور جب وہ ذکرِ الٰہی کرتے ہیں تو خوفِ خدا والے یعنی متقی ہو جاتے ہیں۔

۳۔ جب یہ ذاکر متقی ہو جاتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بلند مرتبہ کتاب قرآن کریم ذکرِ حکیم ان کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنتی اور ہدایت فراہم کرتی ہے۔

۴۔ یہی حضرات ذکر کے غیب پر ایمان لاتے ہیں اور انہیں اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ ہوتا ہے جو متقی ہو جانے کے بعد لازمی ہے تو ان کے ایمان اور بھی زیادہ مستحکم اور مضبوط ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں وہ توکل (اللہ پر بھروسہ) کی نعمت سے سرفراز فرما دیئے جاتے ہیں۔

۵۔ اب یہی حضرات اس نعمت کے حامل ہو گئے کہ صرف نماز پڑھنے ہی پر اکتفا نہیں کریں گے بلکہ نماز قائم رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو بھی اس کی راہ میں خرچ کریں گے۔

۶۔ یہی ذکر کرنے والے حضرات سچے مومن ہیں جو اس کتاب (قرآن کریم) پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر بھی یقین رکھتے ہیں جو حضورؐ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں تھیں اور آخرت پر بھی (حساب و کتاب اور میثاق الست پر عمل کرنے کی یاد دہانی کی وجہ سے) ایمان و یقین رکھتے ہیں۔

۷۔ انہی ذاکر حضرات کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات ہیں

۸۔ اور انہی ذاکر حضرات پر مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اس طرح یہ دوسروں کے لئے دعا اور توبہ کا دروازہ بن گئے ہیں۔

۹۔ انہی ذاکر حضرات کے لئے عزّت و حرمت کی روزی پانا مخصوص ہے جو تقسیم ہو کر دوسروں کے لئے بھی باعثِ برکت یعنی تبرک بن جاتی ہے۔

Marfat.com

۱۰۔ یہی ذاکر حضرات فلاح پانے والے اور بلند مدارج پر پہنچنے والے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کی ان تمام خصوصیات کی تائید میں اکیسویں پارہ میں سورۃ الاحزاب کی اکیسویں آیۃ میں واضح طور پر ارشاد فرما دیا ہے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۝

(ترجمہ) "بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین نمونہ (عمل) کی پیروی تم میں سے اس کے لئے بہتر و مفید ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو"۔ چنانچہ جو حضرات اللہ رب العزت کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ (بہترین نمونہ عمل) سے استفادہ کرتے ہیں وہ خود بافیض ہو جاتے ہیں اور پھر ان کے بعد آنے والے زمانہ میں مسلمان ان کے اسوۃ الحسنہ جو درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ ہی کا عکس جمیل ہوتا ہے کی اتباع کر کے اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اطاعت کر کے اللہ رب العزت کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بلکہ خود خداوند کریم کی اطاعت کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ کی اطاعت میں آنے کے لئے اولی الامر یعنی شیخ طریقت مرشد کامل کی اطاعت لازم ہے جو مرید کو اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ رب العزت کی اطاعت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اولیائے کرام و پیران عظام ہر دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ کا بہترین نمونہ عملی طور پر بنتے رہیں گے اور اس نمونہ کی پیروی کے بغیر کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ کے فیضان سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ اب جس کا دل چاہے ایمان لے آئے، قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۃ الحسنہ کے فیضان سے مستفیض

Marfat.com

ہونے کی فکر کرکے اولیائے کرام کا نمونہ عمل جو اسوۃ الحسنہ رسالت پناہی کا عکس جمیل ہوتا ہے اپنا کر فلاح دارین حاصل کرلے۔ جو گمراہ ہونا چاہے وہ بیشک اس طریقہ سے ہٹ کر ہی ہو سکتا ہے اور پھر شیطان جو عرف عام میں "معلم الملکوت" کہلاتا ہے خود بخود اُستاد بن کر اس کی رہبری کے لئے نفس امارہ کو مقرر کردے گا۔

اللہ کا نور قلب میں اسی وقت آئے گا جب قلب صاف ہوگا اور قلب صاف اللہ کے ذکر ہی سے ہوتا ہے

۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء ۔ المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر اور سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے ندیم سینٹر نزد کریم آباد میں جناب محمد حسین نوری صاحب کے زیر اہتمام منعقدہ گیارھویں شریف کے عظیم الشان اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ ۔

اللہ تبارک و تعالےٰ نے سورۃ الانفال کی ان تین آیات میں مومنین کی شان بیان فرمائی ہے کہ جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب اللہ کے خوف سے بھر جاتے ہیں لیکن اگر کوئی ذکر ہی نہ کرے تو اللہ تعالےٰ کا خوف کس

Marfat.com

طرح پیدا ہوگا۔ اللہ کا خوف ہی انسان کو بُرائیوں سے روکتا ہے۔ خوف کی ایک حالت یہ ہے کہ اللہ ہمیں جہنم میں ڈال دے گا۔ خوف کی دوسری صورت اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی ہے کہ مالک کہیں ناراض نہ ہوجائے۔ اس کی مرضی کے خلاف کوئی عمل سرزد نہ ہوجائے۔ اور یہ خوف ہی ان کو بُرائیوں سے بچاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کلام بلاغت نظام میں سورۃ العنکبوت کی ۴۵ ویں آیۃ میں فرماتا ہے کہ نماز فواحشات و منکرات سے بچاتی ہے۔ یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ نماز ہمیں نہ فواحشات سے بچارہی ہے اور نہ منکرات سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں اللہ کا خوف نہیں ہے کیونکہ جو خوف پیدا کرنے والی چیز ہے وہ ہم نے اختیار نہیں کی جبکہ اللہ نے مومن کی یہ شان بیان فرمائی ہے کہ جب وہ ذکر کرتا ہے تو اس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوجاتا ہے۔ جب خوف پیدا ہوگا تو ظاہر ہے کہ وہ بُرائیوں سے بچے گا اور نیکیوں کی طرف راغب ہوگا اور اس مقام پر آجائے گا کہ وہ متقی ہوجائے۔ بغیر خوف خدا کے تقویٰ پیدا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے بندوں یعنی ذکر کرنے والوں ہی کو متقی فرمایا ہے اور ان کو نفس امارہ کے خلاف استعمال کے لئے ذکر الٰہی کا ہتھیار عطا فرمایا کیونکہ نفس امارہ کا مقابلہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جن کے قلوب میں اللہ کا خوف ہو۔ پہلا امتناعی مرحلہ یہ ہے کہ گناہ ہوگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ ناراض ہوجائیگا۔ جب یہ مرحلہ درپیش ہو تو لازماً یہ فکر ہوتی ہے کہ کہیں اللہ تعالےٰ ناراض نہ ہوجائے لہٰذا اللہ کے مومن بندے ایسا کوئی عمل نہیں کرتے جس میں اللہ کی رضا نہ ہو۔ وہ ان کاموں سے گریز کرتے ہیں جن کے لئے ممانعت کی گئی ہے اور ہر وقت اس کے حکم کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں۔ اس سے زیادہ بڑا متقی کون ہوگا جو ہر وقت اپنے مالک حقیقی کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز اختیار

Marfat.com

کرتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا مشاہدہ ایسا کرا دیتے ہیں کہ جب وہ اللہ کی نشانیوں کو دیکھتا ہے تو اس کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ جب ایمان مضبوط ہو گیا اور یقین پختہ ہو گیا تو وہ متوکل ہو گئے۔ توکل اللہ پر غیر متزلزل بھروسہ کا نام ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ محمد حسین نوری نے آپ کو گیارھویں شریف کا تبرک کھانے کی دعوت دی ہے۔ آپ بھروسہ کر کے گھر سے کھانا کھا کر نہیں آئے کہ یہاں آپ کو گیارھویں شریف کا تبرک کھانے کو ملے گا۔ آپ اللہ کے ایک بندے کے کہنے پر اتنا بھروسہ کرتے ہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ پر جو قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میں تمہیں روزی دوں گا آپ کو غیر متزلزل بھروسہ کیوں نہیں ہوتا حالانکہ آپ کا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو پتھروں کے اندر جو کیڑے ہیں ان کو بھی روزی دیتا ہے جبکہ وہ کون سی روزی کما کر لاتے ہیں۔

میرے عزیزو! سورۃ الانفال کی دوسری آیۃ ہی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا مومنوں کے لئے ارشاد ہے کہ جب ان پر اللہ کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو ان کے ایمانوں میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ انسان اگر اپنی حالت پر غور کرے کہ اللہ نے اسے کس طرح وجود بخشا ہے تو اس کی اپنی ذات اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک نشانی ہے۔ اے آدم کے بیٹے! تجھے ایک قطرہ نجس سے رحم مادر میں اس طرح پرورش کیا گیا کہ جس میں تیری کوشش اور سعی کو شمہ برابر بھی دخل نہیں ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ رحم مادر میں جب تجھے ایک جاندار کیڑے کی شکل میں خوراک کی ضرورت تھی تو ماں کے گندے خون سے جو ہر ماہ قدرتی نظام کے تحت ضائع ہوتا رہتا تھا تیری اس ضرورت کو پورا کیا گیا اور تجھے اس وقت تک یہ خوراک فراہم ہوتی رہی جب تک کہ تو شکل آدم میں متشکل نہ ہو گیا۔ کیا اللہ رب العزت کی یہ حکمت تیرے لئے نشانی نہیں ہے کہ جب تیرا وجود شکل انسانی میں ڈھل گیا تو تیرے منہ اور زبان کو خوراک کے لئے مقرر کرنے کی جگہ تیری

Marfat.com

ناف میں ایک نلکی لگادی جو تجھے خون مادر سے خوراک فراہم کرتی رہی۔ یہ اس لئے تھا کہ اللہ نے تیرے مُنہ اور زبان کو جسے اس نے اپنے پاکیزہ ذکر کے لئے منتخب کیا ہوا تھا گندگی اور نجاست میں ملوث نہیں ہونے دیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ تیری وہ پہلی خوراک اور غذا جو تجھے مُنہ کے ذریعہ اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے حاصل کرنی تھی تیرے دُنیا میں آنے سے تین چار ماہ قبل ہی تیری ماں کی چھاتیوں میں اُتار دی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے کہ تجھے اس نے بعد میں پیدا کیا لیکن تیری خوراک پہلے اُتار دی۔ جب تو شکم مادر سے دُنیا کی اس کھُلی فضا میں وارد ہو گیا تو تیری ناف میں لگی ہوئی وہ نلکی جو تجھے اب تک خوراک فراہم کرنیکا ذریعہ تھی سب سے پہلے عمل کے طور پر منقطع کر دی گئی کیونکہ اب تجھے وہ پاکیزہ غذا جو تیری ماں کی چھاتیوں میں تھی تیرے منہ کے ذریعہ فراہم کی جانی تھی۔ کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ تم نے کیا کمایا، کیا محنت کی، کیا روزگار کیا۔ آخر یہ روزی کہاں سے آئی؟ اے آدم کے بیٹے! تو غور کیوں نہیں کرتا کہ رزق رسانی کے اس نظام میں تیری شمہ برابر بھی کوشش اور محنت کو کوئی دخل نہیں ہے۔ قسم کھا کر کہنے والے نے جگہ جگہ اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے۔ پھر تم اس خالق پر توکل اور بھروسہ کیوں نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اللہ کا ذکر نہیں کرتے جو اللہ کا خوف پیدا کرتا ہے اور خوف خدا ہی مشاہدہ کے ذریعہ غیر متزلزل یقین کا ذریعہ ہوتا ہے۔

ذکر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ فقیروں کا کام ہے اور یہ تو افیون ہے حالانکہ قرآن کریم میں ذکر کے بارے میں صاف فرما دیا گیا ہے کہ مومن اللہ کے وہ بندے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب خوف خدا میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جو قلب خوف خدا میں مبتلا ہو جائیں ان کے ایمان زیادہ پختہ ہو جاتے ہیں اور اللہ کی نشانیاں انہیں نظر آتی ہیں۔ جب ہم ذکر نہیں کرتے تو خوف خدا پیدا نہیں ہوتا اس لئے ہم اللہ کی

Marfat.com

نشانیوں سے سبق حاصل نہیں کر سکتے اور ہمارا ایمان مضبوط نہیں ہوتا اس لئے اللہ پر توکل نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اگر اللہ پر توکل کرو گے اور دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو گا تب ہی برائیوں سے بچ سکو گے اور اس کے بعد اس لائق ہو جاؤ گے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سورۃ الانفال کی تیسری آیت میں ارشاد کے مطابق نماز قائم کر سکو۔

میرے عزیزو! اہل اللہ ہی ذکر کرنے والے ہیں۔ اللہ کے ان بندوں کو ساری دنیا میں تلاش کر لو، مولوی تو ہر فرقہ میں ملیں گے لیکن اولیائے کرام کسی فرقہ میں نہیں ملتے۔ ان کا تعلق کسی فرقہ کی جگہ آقائے مکی و مدنی سے ہے۔ یہ تو مکی و مدنی کے غلام ہیں۔ یہ حضرات جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوف خدا میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ان پر ظاہر ہوتی ہے۔ انہیں یہ خوف نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم میں ڈال دے گا بلکہ یہ فکر ہوتی ہے کہ مالک کہیں ناراض نہ ہو جائے۔ یہ خوف انہیں متقی بنا دیتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو نماز پڑھتے ہی نہیں بلکہ نماز قائم کرتے ہیں۔ انہی کی نماز ان کو فواحشات و منکرات سے بچاتی ہے کیوں کہ انہوں نے ذکر الٰہی کے ساتھ جو سب سے بڑا ہے نماز قائم کی ہے۔ ان کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس میں سے یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیا ہے تو یہ رزق تقسیم کرتے ہیں، اگر علم دیا ہے تو یہ علم تقسیم کرتے ہیں۔ انہیں جو بھی نعمت عطا ہوتی ہے یہ اس میں سے اللہ کی ذات کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں لیکن اللہ کے بندوں سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے، کوئی بدلہ نہیں لیتے۔ وہ تو اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے چاہے سب کچھ تقسیم کرنا پڑے۔

یہاں زیر تذکرہ ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تقسیم ہند سے قبل میں بمبئی میں اخبار "سلطان" نکالتا تھا۔ اخبار والوں کو اخبار کا کام ختم کرنے میں رات کے تین بج ہی

Marfat.com

جاتے ہیں۔ اس طرح میں رات کو تقریباً چار بجے سوتا تھا۔ اکثر دیر سے آنکھ کھلتی تھی۔ اگر وقت ہوتا تو مسجد میں نماز پڑھنے چلا جاتا ورنہ گھر پر ہی نماز پڑھ لیتا کہ مبادا مسجد تک گیا تو نماز قضا نہ ہو جائے۔ ایک مرتبہ امام مسجد مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ نماز جماعت سے پڑھا کریں۔ میں نے جواب دیا کہ میری کوشش تو یہی ہوتی ہے لیکن اخبار کے سلسلہ میں کیونکہ دیر سے سوتا ہوں اس لئے اگر جماعت میں شامل ہونے کا وقت ہوتا ہے تو مسجد آجاتا ہوں ورنہ گھر پر ہی نماز پڑھ لیتا ہوں۔ پھر میں نے ہنس کر مولوی صاحب سے عرض کیا کہ قبلہ ایک ذاتی سا سوال ہے آپ کو نماز پڑھانے کا کیا ملتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پانچسو روپے ملتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب ڈھائی سو روپے مجھے بھی ملنے چاہئیں اس لئے کہ نماز کے لئے وضو آپ بھی کرتے ہیں اور میں بھی کرتا ہوں۔ نماز میں جو کچھ آپ پڑھتے ہیں میں سنتا ہوں۔ آپ آگے کھڑے ہوتے ہیں اور میں آپ کے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے بھی کم از کم آدھا حصہ ضرور ملنا چاہیئے۔ امام اور مقتدی ایک ہی نماز پڑھتے ہیں۔ امام کو تنخواہ ملے تو مقتدی کو کیوں نہ ملے۔ الغرض وہی حضرات نماز قائم کرتے اور اللہ کی دی ہوئی روزی تقسیم کرتے ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالےٰ نے ذکر کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ ان کو یہ تمنا نہیں ہوتی کہ ان کی تعریف کی جائے گی۔ نہ ستائش کی تمنا ہے نہ صلہ کی پرواہ۔ وہ تو جو کچھ چاہتے ہیں اپنے رب ہی سے چاہتے ہیں اور وہ یہی ہوتا ہے کہ تو راضی ہو جا۔ اس کے سوا ان کی کوئی تمنا نہیں ہوتی۔

سورۃ الانفال کی دوسری اور تیسری آیتہ میں سب کچھ بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ دنیا میں کوئی شخص بھی اپنے آپ کو مومن کہتا رہے لیکن اللہ نے سند صرف انہیں دی ہے کہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ جو حضرات ذکر الٰہی کرتے ہیں ان کے دل خوف خدا سے بھر جاتے ہیں۔

Marfat.com

جب دل خوف خدا سے بھر جائیں تو اللہ کی نشانیوں سے ان کے ایمان زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ پر توکل کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ جب نماز قائم کر دیں تو اللہ کی راہ میں ہر وہ نعمت تقسیم کرتے ہیں جو انہیں اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ انہیں کے لئے ان کے رب کے پاس بلند مقامات اور اعلیٰ درجات ہیں اور انہیں کے لئے مغفرت اور عطائے بخشش کے دروازے آخرت میں بھی کھول دیئے گئے ہیں اور اس دُنیا میں بھی۔ اللہ نے انہیں مغفرت اور بخشش کی بشارت دے دی ہے اور انہیں کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس عزت والی روزی اور توکل ہے۔ ان دونوں باتوں پر فقیر آپ کی تھوڑی سی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ عزت والی روزی کسے کہتے ہیں۔ اگر آپ تاجر ہیں تو کہیں گے تجارت۔ ڈاکٹر کہے گا کہ میری روزی عزت والی ہے۔ میں انسانیت کی خدمت کرتا ہوں تب فیس لیتا ہوں، لوگ مجھے سلام بھی کرتے ہیں۔ حکیم صاحب کہیں گے کہ میں حق و حلال کے پیسے لیتا ہوں۔ لبِ دم آدمی آتا تو میں اس کی خدمت کرتا ہوں۔ مزدور کہتا ہے کہ میں سارا دن پسینہ بہاتا ہوں اس لئے میری روزی حلال ہے۔ یہاں حلال روزی کا ذکر نہیں بلکہ عزت کی روزی کا معاملہ ہے۔ جو شخص محنت کر کے کماتا ہے اس کی روزی حلال تو ہو ہی جائے گی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝ یعنی عزت والا رزق۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ یہاں گیارھویں شریف کی محفل میں جو کھانا کھائیں گے اسے آپ تبرک کہیں گے یا ڈنر۔ تبرک کے معنی کیا ہیں؟ تبرک کے معنی ہیں برکت والا کھانا۔ یہ کھانا اللہ رب العزت کے نام پر پکایا گیا ہے اور اسی کی نذر کیا گیا ہے اور اس کا ثواب حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے نام کر دیا گیا ہے۔ یہ کھانا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے نہیں پکایا۔ یہ کھانا محمد حسین نوری نے پکایا ہے۔ اس کھانے پر اللہ رب العزت کا نام لے کر قرآن کریم پڑھا گیا ہے اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی نیاز دی گئی ہے اس لئے یہ کھانا تبرک

Marfat.com

ہے۔ اگر صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق آپ کو کھانا کھلائیں تو کیا آپ اس کھانے کو تبرک کہیں گے؟ ہرگز نہیں۔ آپ کہیں گے کہ ہمیں جنرل صاحب نے دعوت دی تھی۔ ہم نے ان کے ساتھ ناشتہ یا لنچ یا ڈنر کھایا ہے۔ آپ اس کھانے کو اردو یا انگریزی میں کوئی بھی نام دیں لیکن اس کو تبرک نہیں کہہ سکتے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی فقیر آپ کو سوکھی روٹی کا ایک ٹکڑا بھی دے دے تو ساری مخلوق کی زبان پر یہی ہو گا کہ باباجی نے تبرک دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو عزت کی روزی کہا ہے وہ وہی ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام پر ملتی ہو۔ ابھی اس مقام پر آپ لوگوں نے مجھے حضور غوث پاک رضی کی جو نذر پیش کی ہے وہ اس طرح پیش کی ہے (اس موقع پر حضور علامہ موصوف نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر آداب نذر کا اشارہ فرمایا)۔ یہ فقراء ہی ہیں جو اسی طرح لیتے ہیں اور اسی طرح دیتے ہیں۔ یہی عزت کی روزی ہے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ قوم کو لوٹ کر کھا گئے۔ حضور غوث پاک رضی کا بچہ یہاں بیٹھ کر باآواز بلند کہہ رہا ہے کہ ہم پہلے کھلاتے ہیں اور خود بعد میں کھاتے ہیں۔ اللہ کے نام پر حضور غوث پاک رضی کی نذر کی یہ دیگ جو آج پکی ہے یہ میرے دادا کا کھانا ہے۔ میں پہلے آپ کو کھلاؤں گا۔ آپ اگر فقیر اور درویش ہیں تو پہلے کھلائیں گے اور بعد میں کھائیں گے۔ بہرحال عزت کی روزی وہ نذر ہے جو پیش کرنے والا ہاتھ جوڑ کر اور یہ سمجھ کر پیش کرے کہ اگر یہ قبول ہو جائے تو ہمارے لئے باعث برکت اور دونوں جہاں کی عافیت ہے۔ ڈاکٹر یا حکیم کی روزی تو یہ ہے کہ انہوں نے دو سو روپے فیس رکھی ہے جو طوعاً و کرہاً ادا کرنی ہی ہے اور اس کے علاوہ پچاس روپے روزانہ دوا کے بھی ہیں۔ تو میرے عزیزو! مجھے یہ بتایئے کہ عزت والی روزی یعنی عزت والا رزق درویش اور فقیر کا ہے یا کسی بڑے سے بڑے وزیر اعظم یا صدر کا؟

اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم سے یہ فقیر اس سے پہلے کئی مجالس میں یہ بتا چکا

Marfat.com

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر کو باسٹھ مقامات پر یاد دہانی نصیحت یا اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام کی رٹ قرار دیا ہے۔ پانچ جگہ قرآن شریف کے معنوں میں اور چھبیس ۲۶ مقامات پر نصیحت کے طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجموعی طور اکیس ۲۱ بارہ مقامات پر ذکر کی بات کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بندے ہر جمعہ کے خطبے یا نماز میں اکیسویں ۲۱ پارہ سے سورۃ العنکبوت کی پینتالیسویں ۴۵ آیۃ سنتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝

(ترجمہ) "اس میں شک نہیں کہ نماز فواحشات و منکرات سے بچاتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں"۔ مگر میرے عزیزو! ذکر جو سب سے بڑا ہے اس کا تو آپ نے بائیکاٹ کیا ہوا ہے اس لئے اس کے فیضان کہاں سے ہوں گے۔ بزرگانِ دین کے سلاسل میں رائج ذکر کسی نے اپنی طرف سے جاری نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ کے ارشاد کے مطابق "افضل الذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" یعنی سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر ہے۔ یہ ذکر تمام سلاسلِ تصوف میں رائج ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اللہ کے ذکر کو سب سے بڑا قرار دیا ہے لیکن اس دور میں لوگوں کو ذکر کے بارے میں بہت کم معلومات ہیں کیونکہ ذکر کی بات بہت کم رہ گئی ہے۔ تاہم یہ بات نہیں ہے کہ سلسلۂ اذکار بالکل ہی ختم ہو گیا ہے۔ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ اللہ کے بہت سے بندے اپنی اپنی کوٹھریوں اور جھگیوں میں ذکر کے اس سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ میں ذکر کا سلسلہ تین مختلف طریقوں سے جاری ہے جس پر یہ فقیر روشنی ڈالنا چاہتا ہے۔ ابھی ابھی آپ نے پہلا ذکر جو کیا ہے وہ نفی اور اثبات یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

Marfat.com

کا ذکر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نفی اور اثبات یہ دونوں چیزیں کلمہ طیبہ کے حصہ توحید میں ارشاد فرمادی ہیں۔ محمد الرسول اللہ کلمہ طیبہ کا حصہ رسالت ہے۔ حصہ توحید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے۔ اس ذکر کو ذاکر حضرات اپنے سینوں میں بھی رکھتے ہیں اور زبان پر بھی لاتے ہیں۔ اس ذکر کو بار بار دہرایا جائے کیونکہ ہم نے اللہ سے عہد یعنی میثاق کیا ہے جس کو ہم میثاق الست کہتے ہیں۔ جب تمام ارواح کو اکٹھا کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کہا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو ہم نے میثاق کیا تھا اور کہا تھا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ اس دُنیا میں ہم اپنی اس گواہی اور میثاق کو یاد کرتے، رٹتے ہیں اور بار بار دہراتے ہیں اور شیطان کو آگاہ کرتے ہیں کہ یہ توحید ہے جس کا ہم عہد کر کے اس دُنیا میں آئے ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں" لَا اِلٰہَ" نہیں ہے کوئی معبود تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا تمام معبودوں کی نفی ہو جاتی ہے اور اس طرح اپنی روح کو غیر اللہ سے پاک کرتے ہیں۔ حقیقی معبود کا اقرار اثبات معبود ہے وہ صرف ایک ذات " اِلَّا اللہُ" یعنی "اللہ" ہے۔ اس ذکر کا طریقہ جو سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ میں رائج ہے اس کی تشریح اس طرح ہے کہ لطائف ربانی دو ہیں۔ ایک لطیفہ روح اور دوسرا لطیفہ قلب۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے لطیفہ روح اِنسان کے دائیں طرف رکھا ہے (نیک لوگ ہر نیکی کا اور مبارک کام دائیں طرف سے شروع کرتے ہیں۔ آپ دائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہیں لیکن بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرتے ہیں۔ اسی طرح استنجا بھی بائیں ہاتھ سے کرتے ہیں۔ ہر مکروہ کام بائیں ہاتھ سے اور مبارک و مباح کام دائیں ہاتھ سے ہوتا ہے) دائیں طرف چار پسلیوں سے اوپر اگر چار انچ کی ایک سلاخ اُتار دی جائے تو وہ ٹھیک جگہ پر پہنچے گی۔ اسے لطیفۂ روح کہتے ہیں۔ "لَا اِلٰہَ" کو دائیں طرف سے شروع کرتے ہیں

Marfat.com

اور بائیں طرف قلب پر "اِلّا اللہ" کی ضرب لگاتے ہیں تاکہ آپ کی روح سمجھ لے کہ اللہ کے ماسوا کسی کی عبادت نہیں ہے۔ آپ نے اپنی روح سے اللہ کے سوا ہر ایک کو نکال دیا کہ معبود صرف ذات باری ہے۔ اب اللہ کو اس کے گھر میں اثبات یعنی ثبت کریں گے، قائم کریں گے اور اللہ کا گھر مومن کا قلب ہے۔ تو میرے عزیزو! نفی و اثبات یہ ہے کہ روح سے غیر اللہ کی نفی اور اللہ کو قلب میں قائم کرنا۔ اللہ کا نور قلب میں اسی وقت آئے گا جب قلب صاف ہوگا اور قلب صاف اللہ کے ذکر ہی سے ہوتا ہے۔ جب ذکر ہی نہیں کرو گے تو قلب کی صفائی کیسے ہوگی۔

دوسرا ذکر جو اس سلسلہ میں رائج ہے وہ اللہ تبارک وتعالےٰ کے اسم ذات کا ذکر ہے اور یہ ذکر نفی و اثبات کے ذکر کے بعد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے کلام بلاغت نظام میں فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۙ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ؕ (ترجمہ) "جس نے اپنے نفس کا تزکیہ (پاک) کیا وہی فلاح کو پہنچا اور جس نے اپنے ربّ کے نام کا ذکر کیا پس اس نے نماز قائم کی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اسم ذات "اللہ" ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسم ذات کو دہرانا اللہ کے اسم کا ذکر کرنا ہے اس ذکر کو باآواز بلند کیا جاتا ہے۔ اللہ، اللہ، اللہ۔ اس ذکر کی ضرب لطیفۂ روح پر بھی لگائیں اور لطیفۂ قلب پر بھی۔ کیا خبر ہے کہ کس کی ضرب سے کس کی روح اور کس کا خفتہ قلب بیدار ہو جائے کیونکہ اللہ کے نام کی ہر ضرب سے قلب و روح میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے ملکر ضرب کے ساتھ ذکر کرنا باعث فیضانِ قرآنی ہے۔

نفی و اثبات کا ذکر پہلے کیا کیونکہ حضورؐ کا ارشاد سامنے ہے کہ افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ پھر اللہ کے اسم ذات کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ذکر الٰہی کا دوسرا مرحلہ آتا ہے۔ اس مرحلہ میں ذکر انفاس کیا جاتا ہے۔ ذکر انفاس خاموشی کے

Marfat.com

ساتھ سانس سے کیا جاتا ہے۔ اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ منھ بند کر لیا جائے، زبان کو تالو سے لگا لیا جائے اور ناک کے نتھنوں سے سانس لیا جائے۔ جب سانس اوپر کھینچیں تو اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو اور سانس باہر نکالیں تو اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو۔ جب ذکر انفاس کرتے کرتے پختگی پیدا ہو جائے گی تو ذکر سانس کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیگا۔ اسے کہتے ہیں ؎ دل بہ یار دست بہ کار۔ دل کو یار کے ساتھ وابستہ کر کے سانس کو اللہ کے ذکر میں سمو لینا۔ جب ذکر تمہارے سانس سے جاری ہو جائے گا تو سوتے ہوئے بھی اللہ اللہ اور جاگتے ہوئے بھی اللہ اللہ، غسل خانہ میں ہو تو بھی اللہ اللہ اور مسجد میں ہو تو بھی اللہ اللہ، نماز پڑھ رہے ہو تو بھی سانس اللہ اللہ کا ورد کر رہا ہے اور دُنیا کے کام میں مصروف ہو تو بھی سانس کے ذریعہ اللہ اللہ کا ذکر جاری ہے۔ ذکر الٰہی جب اس طرح جاری ہو جائے تو اس عبادت کا مقابلہ کون سی عبادت کر سکتی ہے۔ اسی لئے ذکرِ انفاس کا جاری ہو جانا ایک نعمت عظمیٰ ہے لیکن یہ جاری اولیائے کرام کی صحبت ہی میں ہوتا ہے۔

اس محفل میں حضور غوث پاک رضؓ کا ذکر ضروری ہے اس لئے یہ فقیر اپنے جد امجد کا ارشاد بیان کرتا ہے حضور نے اپنے فرزند حضرت سید شاہ عبدالرزاقؒ سے فرمایا کہ "اے فرزند (آپ اور ہم سب بھی فرزند ہیں) کتابیں پھینک دے اور ہمارے پاس آکر بیٹھ کر علم اولیاء اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ میں نے کتابوں سے جس قدر علم حاصل کیا وہ میری پیاس نہ بجھا سکا لیکن حضرت شیخ ابوسعید مخزومیؒ کی صحبت میں بیٹھا تو علم سے سیراب ہو گیا میری پیاس بجھ گئی"۔ یہ علم عطا تھا۔ ذکر انفاس بھی عطا ہوتا ہے اور تعلیم کیا جاتا ہے لیکن تعلیم اور عطا کا طریقہ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں صحبت ہے، بغیر صحبت کے یہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ سانس کا تعلق پھیپھڑوں سے ہے اور سانس

Marfat.com

ہی سے زندگی قائم ہے۔ انسان کا سانس بند ہوجائے تو وہ مرجاتا ہے لیکن
سانس اگر اللہ کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہوجائے تو حیّ قیوم کی ذات کے ساتھ
ایسا وابستہ ہوجاتا ہے کہ انسان طبعی موت مرکر بھی نہیں مرتا۔ بلکہ وہ حیات ابدی
کا مالک ہوجاتا ہے۔ چنانچہ جن حضرات کو ذکر انفاس کی نعمت عظمیٰ عطا ہوتی ہے
ان کا سانس جب اندر جب جاتا ہے تو پھیپھڑوں سے ہوتا ہوا خون کی گردش کے
ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ جب ذکر انفاس خون کی گردش کے ساتھ قلب میں جائیگا
تو قلب کو جاری کردے گا۔ قلب گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو ہمارے جسم کے
بائیں طرف دھڑک رہا ہے اور جس کو اللہ رب العزت نے ایسی مشین بنا دیا ہے
کہ وہ خون حاصل اور سپلائی کرتا ہے۔ پھیپھڑے اس سپلائی کو ہوا دیتے ہیں۔ پریشر
پھیپھڑوں سے قائم ہوتا ہے۔ سانس اس پریشر کو لیکر جب جسم میں پہنچتا ہے تو دل
کے خون کے ساتھ ہر رگ و پے، انسان کے ہر عضو بلکہ روئیں روئیں کو سیراب
کرتا ہے کیونکہ آپ کے جسم کا ہر حصّہ آپ کے خون سے پرورش پا رہا ہے۔ اس طرح
خون جس سے ہمارا رواں بھی پرورش پا رہا ہے جب اس ذکر الٰہی میں شامل ہوگیا تو
ہمارے روئیں روئیں میں ذکر الٰہی شامل ہوگیا۔ ایک اندازے کے مطابق انسانی
جسم میں تین کروڑ پچپاس لاکھ مسامات ہیں۔ ایک لمحہ میں، ایک سانس میں جب
تین کروڑ پچاس لاکھ مقامات سے اللہ کی صدا جاری ہوگی تو اس عبادت کا کیا
ٹھکانہ ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ اولیائے کرام کا سونا، جاگنا، اٹھنا اور بیٹھنا
سب عبادت ہیں۔ یہ حضرات ہمہ وقت یاد الٰہی میں غرق رہتے ہیں کہ فرشتے بھی ان
کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے۔

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی قوم سے ناخوش ہوتا ہے تو اس کے نوجوان جو معاشرہ کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں گمراہی کا شکار ہوجاتے ہیں

۱۹ ر اپریل ۱۹۸۱ء — المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے فیڈرل۔ بی ایریا میں شب جمعتہ المبارک میں ذکر الٰہی کے عظیم الشان جلسہ سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر و تشریح بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ :-

حضور سرور کائنات فخر موجودات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ رب العزت نے بشیر (خوشخبری سنانے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) کے خطابات ارشاد فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان مومنین کو جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہوجاتا ہے اور جب وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں کا مطالعہ و مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور مضبوط ہوجاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر متوکل ہوجاتے ہیں، بہت سی خوشخبریاں سُنائی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں کہ ان کے لئے بلند درجات اور مغفرت کے علاوہ عزت و تکریم کی روزی ہے

Marfat.com

اس کے برعکس وہ حضرات جو مومن ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن خدا سے (اسکی نافرمانی ہی نہیں بلکہ اس کے احکامات سے کھلی بغاوت کرتے ہوئے) نہیں ڈرتے، اس کی نشانیوں سے عبرت نہیں پکڑتے، مشاہدوں سے سبق نہیں لیتے اور سخت عذاب الٰہی سے اور نعمتوں کے چھن جانے کے اندیشہ سے خوف خدا میں مبتلا نہیں ہوتے انہیں خداوند عزوجل کے غیض و غضب سے ڈرایا ہے۔

آپ نے اللہ کا ذکر کرنے والے مومنین پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے انعام و اکرام پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے صدر مملکت نے رابطۂ عوام کے موجودہ دورے میں مختلف مقامات پر کی جانے والی تقاریر میں جہاں ہمیں نظام اسلام کے نفاذ اور مستحکم دفاعی انتظامات کی خوشخبریاں سُنائی ہیں وہیں اللہ رب العزت کے عذاب سے ڈراتے ہوئے عطائے ربی سے حاصل شدہ پاکستان جیسی نعمت عظمیٰ کے چھن جانے کے اندیشے کا اظہار کر کے سُنت رسول کی ادائیگی کے ساتھ قوم کو دعوت فکر دی ہے کہ وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے۔ چنانچہ کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ ہم ان کھلی نشانیوں سے جو ہمارے معاشرہ میں ظاہر ہو رہی ہیں اس حقیقت کو پہچانیں کہ اللہ رب العزت ہمارے اعمال سے راضی ہے یا ناراض؟ میں اس موقع پر یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قومی اعمال کا محاسبہ اور جائزہ لینے کا قدم سب سے پہلے اُسے اُٹھانا چاہیئے کہ جو قوم میں سب سے زیادہ مقتدر با اختیار اور سب سے زیادہ اہم شخصیت کا مالک ہو۔ ہمارے ملک میں ہی نہیں بلکہ دُنیا بھر میں بحیثیت حکمران جنرل ضیاء الحق کو اختیارات اور اقتدار کی بلاشرکت و مداخلت غیر جو طاقت اس وقت حاصل ہے وہ دُنیا

Marfat.com

کے کسی اور حکمراں کو حاصل نہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے جنرل ضیاء الحق کو ان اعمال کا محاسبہ کرنے اور اس کا صحیح جائزہ لینے کا فرض ادا کرنا چاہیئے جو ان کے اپنے یا ان کے مقرر کردہ حاکموں کے احکامات کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور جس کی خدائے پاک کے حضور جوابدہی کے لئے صرف ان کی ذات ہی تنہا ذمہ دار ہے۔ اس سلسلہ میں صدر مملکت کے علم میں ہونا چاہیئے کہ اللہ رب العزّت کی ناراضگی کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ جب کسی قوم سے ناخوش ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کے نوجوان جو معاشرہ کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ہوا کہ خود حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا باپ کا نافرمان اور ناخلف ہوگیا۔ یہ نشانی ہمارے دیندار معاشرہ میں ہائی جیکروں کے پیدا ہونے سے ظہور میں آچکی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کے نافرمان اور ناخلف بیٹے سے زیادہ بدتر حالت میں کہ اس مغضوب و معتوب الٰہی نے اپنے باپ کو باپ تسلیم کرنے سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ ان کے راستہ پر چلنے سے انکار کیا تھا جبکہ ہمارا فرزند نوح تو اپنے باپ کو باپ تسلیم کرنے سے انکار کر کے اپنی ماں کو گالی دینے سے بھی باز نہیں آیا۔ کیا ایسے کریہہ واقعات اللہ رب العزّت کی ناراضگی کی نشانیاں نہیں ہیں۔ ہمارے دینی معاشرہ میں ہائی جیکروں اور بے دینوں کا پیدا ہونا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ رب العزّت ہمارے اعمال سے ناراض ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں اس کی یہ ناراضگی کسی بڑی تباہی اور عذاب کو دعوت نہ دیدے۔

میں آج موقع کی مناسبت سے کہ شبِ جمعہ ہے صدر مملکت کو ان اعمال کی طرف جو قرآنی احکامات کی خلاف ورزی کی ایک روشن مثال ہیں متوجہ کرنا

Marfat.com

چاہتا ہوں۔ یہ قرآنی احکامات صدر مملکت اور اس مملکت کے باشندوں کی بھاری تعداد مساجد میں ہر جمعہ کی نماز میں سنتی ہے۔ قرآن کریم کے اٹھائیسویں پارہ سے سورۃ الجمعہ کی نویں، دسویں اور گیارہویں آیات کی قرأت جمعہ کے خطبہ کے دوران یا نماز دوگانہ میں ملک کی تمام مساجد میں کی جاتی ہے جن کا ترجمہ سیدھے سادھے الفاظ میں یہ ہے "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لئے (اذان کے ذریعہ) پکارا جائے پس دوڑو اللہ کے ذکر کے لئے تمام خرید و فروخت (کاروبار) چھوڑ کر اگر تم سمجھدار ہو تو یہ تمہارے حق میں بہت اچھا ہے (آیۃ ۹) پھر جب نماز ختم ہو جائے تو کثرت سے اللہ کا ذکر کر کے اللہ کا فضل تلاش کرو اس اُمید پر کہ تم فلاح پاؤ گے (آیۃ ۱۰) اور جب انہوں (مسلمانوں نے) کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے۔ آپ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہت اچھا دینے والا ہے (آیۃ ۱۱)"

جناب صدر ہر جمعہ کو یہ احکامات و ارشادات خداوندی سننے کے بعد آپ جمعہ کے دن کیا کرتے ہیں اور آپ کے نافذ کردہ احکامات کے تحت یا آپ کے مقرر کردہ حاکموں کے حکم کے تحت جمعہ کے دن کیا اعمال ہوتے ہیں؟ اگر آپ سن سکیں تو میں بتاؤں حالانکہ یہ کام ان حضرات کا تھا جو علمائے دین کہلاتے ہیں اور جن کی آواز آپ کے کانوں تک براہ راست پہنچتی ہے مگر وہ تو سونے میں تولے جانے کے انتظار میں خاموش بیٹھے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پہچانے کا فرض میں پورا کرتا ہوں۔ آپ خوش ہوں یا ناخوش مگر سنئے کہ جمعہ کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ دو چیزوں یعنی تجارت اور کھیل سے روکا ہے لیکن آپ کی حکومت کی سرپرستی میں نہ صرف یہ کہ ان احکامات سے

Marfat.com

کھلی بغاوت کی جارہی ہے بلکہ نوجوانوں کو اس بغاوت پر آمادہ کرنے میں بھرپور کردار بھی ادا کیا جارہا ہے۔ جناب صدر! میں پوچھتا ہوں کیا جمعہ بازار ہفتہ کے چھ دوسرے دنوں میں نہیں لگایا جاسکتا؟ اسی طرح کرکٹ، ہاکی اور دوسرے میچ کیا جمعہ کے علاوہ منعقد نہیں ہوسکتے؟ مگر افسوس ہے کہ جناب صدر آپ خود ان میچوں میں نہ صرف شرکت فرماتے ہیں بلکہ تالیاں بجاکر آذان یعنی ندائے نماز کی گونج کو عملاً دبانے کے مرتکب بھی ہو رہے ہیں۔ آپ اور آپ کی حکومت کے حکام اس سب کے جواز میں صرف ایک بات کہہ سکتے ہیں کہ یوم جمعہ کیونکہ چھٹی کا دن ہے اس لئے فرصت کے اوقات کو جمعہ بازار اور کھیل کے میچوں میں صرف کیا جاتا ہے۔ میں اس کالعدم جماعت سے جو کالعدم تو ہے لیکن اس کے کرتا دھرتا کالعدم نہیں اور جو جمعہ کی چھٹی کا سارا کریڈٹ اپنے لئے مخصوص سمجھتی ہے پوچھتا ہوں کیا انہوں نے جمعہ کی چھٹی اس لئے کرائی تھی کہ جمعہ کے دن ان کے رب نے جن دو کاموں سے منع فرمایا ہے وہی کام اس عبادت کے دن کئے جائیں اور اللہ رب العزت کے غصہ کو دعوت دی جائے ان حالات میں ہمارا نظام اسلام اس کے سوا کیا ہے کہ

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

میں آخر میں جناب صدر سے دردمندانہ استدعا کرتا ہوں کہ وہ اسٹیڈ قائم کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کے ذکر کے لئے محفل خانے بھی تعمیر کرائیں جمعہ بازار بند کرکے اتوار بازار لگائیں۔ اسٹیڈیم میں اگر اتوار کو میچ ہو تو جمعہ دن اللہ کے حکم کی تعمیل میں محفل خانوں میں ذکر الٰہی کی محفلیں منعقد ہوں تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سے راضی ہو اور اس کا وہ غصہ جس کا اظہار اس ک نشانیوں سے ہو رہا ہے دور ہو جائے ورنہ جناب صدر آپ کا یہ اندیشہ

اللہ کا غضب ہم سے وہ نعمت جو اس نے عطا کی تھی کہیں چھین نہ لے عملی شکل اختیار نہ کر جائے اور ہم کسی تباہ کن طوفان کا شکار نہ ہو جائیں۔ خدا کرے ایسا نہ ہو۔ آمین ثم آمین۔

اللہ رب العزت کے نزدیک انسانیت کیلئے معراجِ شرف وکمال یہ ہے کہ اولاد آدمؑ "نفس امارہ" کی ہلاکت خیزی پر قابو پا کر اسے مسخر کر لے اور کائنات سے خونریزی و فتنہ و فساد کا خاتمہ کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا سچا خلیفہ ہونے کا اہل بنائے

۲۴ر اپریل ۱۹۸۶ء — المرکز المشائخ الاسلام کے بانی وصدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے جمشید روڈ پر محفل گیارھویں شریف کے کثیر اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

اس سائنسی دور کو ترقی یافتہ دور سمجھنے اور کہنے والے حضرات کے نزدیک اولاد آدم علیہ السلام کی ترقی وکمال کی معراج یہ ہے کہ وہ سیاروں پر کمند پھینکے اور نظام شمسی کے سیاروں پر قبضہ جما کر کائنات کو مسخر کر لے لیکن اللہ رب العزت کے نزدیک انسانیت کے لئے معراجِ شرف وکمال یہ ہے کہ وہ "نفس امارہ" کی ہلاکت خیزی پر قابو پا کر اسے مسخر کر لے اور کائنات سے

Marfat.com

خونریزی و فتنہ و فساد کا خاتمہ کر کے اپنے آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا سچا خلیفہ ہونے کا اہل بنائے کیونکہ زمین و آسمان، چاند اور سورج یا اور جو کچھ بھی اس کائنات میں پیدا کیا گیا ہے اسے خالق و مالک کائنات نے انسان کے لئے خود ہی مسخر فرما دیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ تم اُس کی اِس خوبصورت تخلیق کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ اپنے رویہ اور عمل سے یہ شہادت دیتے ہو کہ تم نفس امارہ کے خونخوار درندے کی چیر پھاڑ اور اس زہریلے اژدھے کی آتشیں پھنکاروں سے اس کائنات کو تباہ و برباد کرنے کے درپے ہو یا انسان یعنی اولاد آدمؑ کے سب سے بڑے دشمن اور شیطان کے اس ایجنٹ اور فرما بردار غلام کی خونریزی و فتنہ و فساد کی ہلاکت خیزی سے خالق حقیقی کی اس حسین تخلیق کو بچانے کے لئے بدی کی دونوں طاقتوں (شیطان اور نفس امارہ) پر غلبہ حاصل کرنے بالخصوص نفس امارہ کی حالت بدل کر اسے "نفس لوامہ" بنانے کی غرض سے اسے مسخر کرنے کے لئے جہاد کر رہے ہو۔ اگر تم نفس امارہ کے خلاف جہاد کر کے اسے نفس لوامہ میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہی شرف و کمال انسانیت کا وہ دروازہ ہے جو تمہیں اس عالیشان قلعہ میں داخل کرنے کے لئے کھلتا ہے جسے جنت الفردوس کہتے ہیں۔ اس کے بعد رب العزت کے فضل خاص سے تمہارا تبدیل شدہ نفس لوامہ اپنی حالت کو نفس مطمئنہ میں تبدیل کرنے کے قابل ہو جائے گا جو تمہارا شمار اللہ رب العزت کے خاص بندوں میں کرا کے تمہیں مقبولیت کی معراج تک پہنچا دے گا۔ یہی انسانیت کے شرف و کمال کی حقیقی معراج ہے اور اللہ ربّ العزت نے ایسے ہی حضرات کو انسانیت کے بشری جامہ سے نوازا ہے۔ تو میرے عزیزو! اگر نفس امارہ کی تسخیر کے بغیر آدمؑ کا یہ بیٹا جس کے لئے اللہ ربّ العزت نے اپنی حسین تخلیق

Marfat.com

کائنات کو مسخر کر دیا ہے اور حوا نے عقلی جوہر سے نظام شمسی کے ایک ستارہ پر پہنچنے کے لئے مادہ کی جوہری طاقت کو کام میں لا کر جدّ و جہد کر رہا ہے نظام شمسی پر قابض ہو جائے تو یہ پورا نظام شمسی تباہی اور ہلاکت خیزی کے سوا اور کسی انجام تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کا مشاہدہ پوری دُنیا کر بھی چکی ہے کہ ایٹم کی جوہری طاقت کا پہلا مظاہرہ ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی کی صورت میں ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اس لئے اگر اپنی ذات میں چھپی ہوئی اس درندگی پر قابو پائے بغیر جسے ہم بدی کی اندرونی طاقت یعنی نفس امارہ کہتے ہیں ہم نے نظام شمسی کے کسی سیارے پر قبضہ جما لیا تو پورا نظام شمسی ہلاکت خیز اژدھوں کی آتشیں پھنکاروں سے خاکستر ہو جائے گا۔ یہ قیامت اگرچہ کہ ابھی دور ہے لیکن اس کے آثار و نقوش بہت اُبھرے ہوئے اور واضح ہیں۔ تو کیا یہی وہ معراج شرف و کمال ہے جس کا یہ دعویدار ہے؟ دوسری طرف یہ صورت ہے کہ نفس امارہ کو مسخر کرنے والے انسان کو اللہ ربّ العزّت نے جو طاقت اس کے ایمانی جوہر کی صورت میں عطا فرمائی اُس نے اس سے اِس کائنات کو اور زیادہ حسین بنانے میں کردار ادا کیا اور اسے سلامتی و امن و عافیت اور مسرت کا گہوارہ بنانے کے لئے دین اسلام جو حقیقت میں "انقلاب مصطفیٰ" کہلایا جانا چاہیئے کائنات میں نافذ و جاری کیا۔ یہی وہ حضرات ہیں جنہیں اللہ رب العزّت نے "مومنؑ" کے خطاب سے نوازا ہے اور ان کی خصوصیات یہ ارشاد فرمائی ہیں کہ جب وہ اللہ رب العزّت کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی نشانیوں کے مشاہدہ اور مطالعہ سے ان کے ایمان اور مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ درحقیقت یہی حضرات نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ رب العزّت نے انہیں جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس کی خوشنودی کے لئے اس کی راہ میں خرچ

Marfat.com

کرتے ہیں۔ یہی حضرات سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات ہیں اور انہی کے لئے مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عزت کی روزی مقرر کر دی گئی ہے۔

تو میرے عزیزو! اللہ رب العزت کے پاس جن کے لئے اعلیٰ مدارج و مقامات ہوں شرف انسانیت کی معراج انہی کو عطا ہوتی ہے اور یہی حضرات اللہ رب العزت کے دوسرے عام بندوں یعنی اولاد آدمؑ کے لئے بخشش و مغفرت کے ذرائع اور عزت و تکریم کے رزق کے وسائل فراہم کرتے رہتے ہیں۔ ان کا رویہ اللہ رب العزت کی مخلوق بنی آدمؑ کے ساتھ صرف یہی نہیں ہوتا کہ یہ اپنی ذات کو تکلیف پہنچانے والے انسان کو معاف فرما دیتے ہیں جیسا کہ بعض مذاہب کے سربراہوں نے کیا جس کی حالیہ مثال موجودہ پاپائے روم جو عیسائیوں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا ہیں نے اپنے اوپر قاتلانہ حملہ کرنے والے کو معاف فرما کر پیش کی ہے۔ بیشک یہ بھی ایک بڑی بات اور اخلاقی خوبی ہے لیکن یہ معراج انسانیت نہیں ہے کیونکہ وہ ملزم موجودہ عادات و اطوار کے ساتھ سلامت رہ کر دوسرے لوگوں کے لئے باعث اذیت بن سکتا ہے۔ معراج انسانیت اور شرف کمال انسانی تو یہ ہے کہ اس کی حالت کو بدل کر اسے پاک اور صالح بنا دیا جائے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدر اپنی نگاہ کرم کے فیضان سے بدل دیا کہ حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شہید کرنے کی نیت سے آئے تھے لیکن "انقلاب مصطفےٰ" کی برکت سے دولت ایمان نے حیات ابدی کا مالک بنا دیا۔ اسی طرح امام عالی مقام حضرت مولا حسین علیہ السلام نے حضرت حرؓ کو جو کربلا میں قافلۂ حسینی کو سب سے پہلے روک کر شہادت کے المیہ

Marfat.com

کے بانی ہوئے نہ صرف مغفرت اور ایمان سے مشرف کیا بلکہ وہ رفاقت حسینی کے اعزاز کے ساتھ مرتبہ شہادت سے سرفراز ہو کر حیات ابدی کی دولت سے بھی مالا مال ہو گئے۔ اسی طرح اسلام کے بطل جلیل حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کہ جب ایک چور آپ کے گھر میں چوری کرنے آیا تو آپ نے اس سے نہایت شفقت اور پیار سے دریافت فرمایا کہ میاں تم کس غرض سے چوری کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ظاہر ہے مال حاصل کرنے کے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ آپ نے یہ فرما کر کہ ہم تمہیں وہ دولت دیدیتے ہیں کہ جس کی موجودگی میں تمہیں کسی اور خزانے کی نہ ضرورت رہے گی اور نہ طلب اسے اپنی روحانی توجہ سے دولت ایمان سے مالا مال فرما دیا اور نہ صرف اس کی معافی اور بخشش ہو گئی بلکہ وہ چور قطب وقت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو کر دوسروں کی مغفرت اور بخشش کا ذریعہ فراہم کرنے والا مومن ہو گیا۔ یہ ہے معراج انسانیت اور اس کا شرف کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت میں یہی حضرات اس کائنات میں اللہ رب العزت کے سچے خلیفہ اور اس کی کائنات پر حقیقی حاکم ہیں۔

Marfat.com

توبہ گناہوں کی مغفرت اور نفس امارہ کی اصلاح کا ذریعہ ہے

۱۴ جون ۱۹۸۱ء ـ المرکز المشائخ الاسلام کے بانی وصدر اور سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے جناب محمد یونس صاحب علوی القادری کے زیر اہتمام موسیٰ لائن میں گیارہویں شریف کے ایک عظیم الشان اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ ـ

ان تین آیات میں ذکر کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ اتنی تفصیل اور اس انداز سے آیا ہے کہ جیسے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی دوسری آیۃ میں یہ بات واضح فرمادی ہے کہ "اللہ کے نزدیک وہی حضرات مومن ہیں کہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب خوف خدا میں مبتلا ہو جاتے ہیں ـ جب خوف خدا پیدا ہو جائے گا تو رب تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں کی معرفت ان کو حاصل ہو جائے گی اور ان نشانیوں کے مطالعہ سے ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جائیں گے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ اور توکل کریں گے ـ یہی حضرات نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے اس کی خوشنودی کے لئے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ـ یہی حضرات سچے مومن ہیں اور ان کے لئے ان کے رب کے پاس بلند درجات و مقامات ہیں اور مغفرت اور عزت والی روزی یعنی رزق ہے"۔ اللہ تبارک و

Marfat.com

تعالیٰ نے یہ ان بندوں کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرتے اور سنتے ہیں۔

میرے عزیزو! بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہماری بُرائیوں کی جڑ جھوٹ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جھوٹ بہت سی برائیوں کو جنم دیتا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ رشوت ہماری برائیوں کی جڑ ہے کہ جب سے معاشرہ میں رشوت آئی ہم خراب ہو گئے ہیں لیکن یہ فقیر کہتا ہے کہ یہ بھی بُرائیوں کی بُنیاد نہیں ہے۔ بُرائیوں اور گمراہی کی بُنیاد اور جڑ جس سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کر سکتا خدا سے بے خوفی ہے۔ اگر اللہ کا خوف نہیں ہوگا تو انسان جھوٹ بھی بولے گا، شراب بھی پیئے گا اور رشوت بھی لے گا۔ اصلاح کا واحد راستہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کا خوف ہے۔ اگر کسی کے دل میں خوف خدا ہے تو مجھے بتایئے کیا وہ چوری کر سکتا ہے؟ اس کی مثال اس طرح سمجھ لیجئے کہ کوئی خواہ کتنا ہی بڑا ڈاکو ہو لیکن اس کو ڈاکہ ڈالتے وقت اگر پولیس کی موجودگی کا احساس یا شبہ بھی ہو جائے تو وہ خوف کی وجہ سے چوری نہیں کرے گا کہ پکڑے جائیں گے۔ جب پولیس موجود نہیں تو وہ یہ عمل کرتے ہیں۔ اس لئے بُرائیوں سے بچنے کا واحد راستہ خوفِ خدا ہے ۔ یہ بنیادی بات ہے۔ میں اس کو بار بار دہراؤں گا اور آپ بار بار سمجھ لیں کہ آپ کی بُرائیوں اور گناہوں کی جڑ اور بنیاد جھوٹ اور شراب خوری نہیں بلکہ اللہ سے بے خوفی ہے۔

سورۃ الانفال کی دوسری آیتہ پر آپ غور کیجئے کہ اللہ کے نزدیک ایمان والے کون ہیں۔ یہاں ایمان والوں کی تشریح یہ ہے کہ جو اللہ کا ذکر کرے گا اس کے دل میں خوف خدا پیدا ہو گا اور جس کے دل میں خوف خدا پیدا ہو گا وہی ایمان والا ہے۔ جس کے دل میں خوف خدا پیدا نہیں ہو گا اللہ کے نزدیک وہ

Marfat.com

ایمان والا نہیں ہے۔ اللہ کا ذکر اور ایمان لازم و ملزوم ہیں۔ نہ خالی ایمان لانے سے کام چلے گا اور نہ خالی اللہ کا ذکر کرنے سے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بالکل اٹل فیصلہ ہے۔ اس سے پتہ یہ چلا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک مومن بندے وہی ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں چونکہ اللہ کا ذکر کرنے ہی سے ان کے قلب میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے اور خوف کی پہلی منزل توبہ ہے۔ انسان گناہوں سے توبہ اسی وقت کرتا ہے جب وہ اللہ سے ڈرتا ہے کہ میں نے یہ گناہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا اور توبہ پر قائم بھی وہی رہے گا کہ جس کو اللہ کا خوف ہو گا۔ اگر اللہ کا خوف نہیں ہے تو ادھر توبہ کی اور ادھر توڑ دی۔ بندوں کے خوف سے یا کسی لالچ کے تحت یا نیک کہلوانے کی خاطر اپنے طور پر کی گئی توبہ قائم نہیں رہے گی اور آدمی پھر گناہوں میں ملوث ہو جائے گا۔ آپ اگر اللہ کے خوف کی وجہ سے توبہ کریں گے کہ شراب بُری چیز ہے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور میرا رب ناراض ہو جائے گا تو وہ توبہ قائم رہے گی۔ کوئی گناہ اپنی جگہ خواہ کتنا ہی بڑا اور کتنا ہی بدترین ہو وہ توبہ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔ بہرحال جب ذکر الٰہی کرنے سے اللہ کے مومن بندوں کے قلب میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے تو وہ پچھلے گناہوں کو یاد کر کے توبہ کرتے ہیں۔ ان پر گریہ طاری ہوتا ہے۔ وہ روتے ہیں اور ان گناہوں کو جو پہلے کر چکے ہیں رو رو کر معاف کرا لیتے ہیں اور آئندہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو بھی گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے میں اس کے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ جب اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ پاکیزگی تزکیہ سے حاصل ہوتی ہے اور تزکیہ نفس کا ہوتا ہے۔ نفس امارہ گناہ کراتا ہے۔ گناہ کوئی ایسی غلاظت یا گندگی نہیں ہے کہ جسے آپ پانی سے دھو دیں۔ یہ گندگی نفس امارہ کی پیدا کردہ ہوتی ہے۔ اور نفس امارہ کو پاک کر دیا جائے تو گناہوں کا سلسلہ

Marfat.com

بند ہو جاتا ہے۔ توبہ گناہوں کی مغفرت اور نفس امارہ کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔ آدمی جب ذکر الٰہی کرے گا تو وہ مقام توبہ پر آجائے گا اور اس کی توبہ قبول ہو کر اس کے گناہوں کی معافی کا باعث ہوگی۔ جب گناہوں سے معافی ہو جائیگی تو وہ پاک ہو جائے گا اور جب پاک ہو جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرے گا۔ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں تو چاہے کافر ہوں یا مومن سب کے سامنے ہیں لیکن ان نشانیوں پر غور و فکر اور ان کا مطالعہ و مشاہدہ وہی کرتا ہے کہ جس کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں سے جب وہ عبرت حاصل کرتا ہے' ان سے سبق لیتا ہے تو اس کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے اور جب ایمان زیادہ مضبوط ہو جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ کرے گا۔ یہی اصلاح شدہ لوگ ہیں اور یہی حضرات نماز قائم کرسکتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو نعمت انہیں دی ہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی چوتھی آیۃ میں مہر لگادی کہ یہی حضرات سچے مومن ہیں۔ میرے عزیزو! تزکیہ شدہ، تصفیہ شدہ ہونے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام توبہ پر آکر توبہ کرکے نفس امارہ سے پاک ہونے کی وجہ سے یہ حضرات سچے مومن ہیں۔ جب یہ نفس کی آلائشوں سے پاک اور سچے مومن ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے لئے اعلیٰ درجات ہیں اور انہی کے لئے مغفرت و بخشش کے دروازے کھل گئے ہیں کیونکہ جب یہ توبہ کرتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں معاف فرما دیتا ہے۔ انہیں بخشش دیتا ہے۔ جن پر بخشش کے دروازے کھل جاتے ہیں وہ اولیائے کرام اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے دوست ہیں۔ انہیں کے لئے عزت والی روزی ہے۔

میں آپ کو پچھلی کسی محفل میں بتا چکا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے انسانوں

Marfat.com

کی دو جماعتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت اور دوسری حزب الشیطان یعنی شیطان کی جماعت۔ اللہ کی جماعت مومنوں کی ذکر الٰہی کرنے والی جماعت ہے اور یہی جماعت اولیائے کرام کی جماعت ہے۔ شیطان کی جماعت کون ہیں یہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ۲۸ ویں پارہ میں سورۃ المجادلہ کی ۱۹ ویں آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ "یہ لوگ جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر شیطان نے غالب آکر بھلا دیا ہے یہ اصل میں شیطان کی جماعت ہے اور شیطان کی جماعت خسارہ والی ہے"۔ حزب اللہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تیئسویں ۲۳ پارہ میں سورۃ الزمر کی بائیسویں ۲۲ آیۃ میں فرمایا "کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا وہ تو اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس جیسا ہو جائے گا کہ جو سخت دل ہے تو خرابی ہے ان کی جن کے دل اللہ کا ذکر نہ کرنے سے سخت ہو گئے"۔ کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ سینہ نور سے بھر گیا ہے ان ہی جیسا ہے کہ جن کے قلب اللہ کا ذکر کرنے سے بھاگتے ہیں؟ کیا وہ اور مومن ایک جیسے ہو جائینگے؟ نہیں! وہ اور مومن ایک جیسے نہیں ہوں گے۔ اس آیۃ مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں کا ذکر کیا ہے یعنی وہ ایمان والے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور جو ذکر نہیں کرتے دونوں برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ جو ذکر الٰہی نہیں کرتے ان کا قلب ذکر سے بیزار ہونے کی وجہ سے سخت ہو گیا ہے۔ ایمان والے وہ ہیں جن کا قلب اللہ کے ذکر سے نرم اور رقیق ہو جاتا ہے پس ان کے لئے خرابی ہے جن کے دل اللہ کا ذکر نہ کرنے سے سخت ہو جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے چوبیسویں ۲۴ پارہ میں اسی سورۃ کی پینتالیسویں ۴۵ آیۃ میں فرمایا "اور اللہ وحدہٗ لاشریک کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے سمٹ جاتے ہیں ان کے دل اور جب اللہ کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ

Marfat.com

بہت خوش ہوتے ہیں۔ اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں جماعتیں وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیں کہ ایک تو وہ ہیں جو ذکر الٰہی کرتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے قلب میں نور پیدا فرماتا ہے اور ان کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور ایک وہ ہیں کہ اللہ کا ذکر ہو تو ان کے قلب سمٹ جاتے ہیں، سخت ہو جاتے ہیں۔ مذہب کے نام پر سیاسی جماعتیں بنانے سے سینے اسلام کے لئے نہیں کھلتے۔ اللہ کا ذکر ان پر بھاری ہے اور ان کے قلب ذکر الٰہی کے لئے سمٹ گئے ہیں۔ جب ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں حق وہو کی بات کہاں ہے لیکن جب وہ اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کرتے ہیں تو بہت مسرور ہوتے ہیں۔ حاکم وقت کا ذکر کریں گے تو بڑی تعریفیں کرینگے کہ اس نے اسلام کا بول بالا کر دیا۔ اس نے اسلام پھیلا دیا کسی کو کہیں گے کہ وہ بانی تحریک اسلام ہے اپنے لیڈروں اور مولویوں کا بڑی شان سے ذکر کریں گے۔

میرے عزیزو! حقیقت میں اسلام وہی نافذ کر سکتے ہیں جن کے سینے اسلام کے لئے کھول دیئے گئے ہیں، جن کا شرح صدر کر دیا گیا ہے اور ان کے قلوب نور سے بھر گئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مقام توبہ پر آتے ہیں تو ان کی توبہ قبول ہوتی ہے اور جس کسی کو توبہ کراتے ہیں اس کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے۔ جب یہ کسی کو صدق دل سے داخل سلسلہ کر لیتے ہیں اور وہ شخص اگر سچا ہے تو نسبت قائم کرتا ہے اور جب اہل ذکر سے اس کی نسبت قائم ہوتی ہے تو شیطان اور نفس امارہ کی غلاظتیں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ وہ مامون ہو جاتا ہے۔ مامون حضرات ہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط یہ اولیائے کرام ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو بشارت دے دی ہے کہ ان کے لئے فلاح اور مغفرت کے دروازے کھول

Marfat.com

دیئے گئے ہیں اور ان کے لئے عزت والی روزی ہے۔

میرے عزیزو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے دو راستوں میں یہ بتا دیا ہے کہ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں ان کے قلوب اللہ کے خوف سے بھر جاتے ہیں اور جب اللہ کا خوف کسی کے دل میں پیدا ہو جائے تو وہ یقیناً گناہوں سے توبہ کرے گا۔ اللہ سے ڈرنے کی پہلی نشانی یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ گناہ نہ کرے لیکن اگر وہ گناہ کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ سے ڈرا نہیں ہے۔ قلب میں خوف خدا ہو تو یہ نہیں ہو سکتا کہ گناہ سرزد ہو جائے۔ اللہ کے خوف کے باوجود بھی اگر گناہ ہوتا ہے تو اسے سہو کہتے ہیں جو اکثر و بیشتر انبیاء علیہم السلام سے بھی سرزد ہوا ہے جو معصوم تھے اور یہ گناہ مغفرت میں روڑے نہیں اٹکاتے بلکہ مغفرت کا ذریعہ بنتے ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے ایک بھول ہوئی۔ انہوں نے وہ کام کر لیا جس سے اللہ تبارک وتعالےٰ نے منع فرمایا تھا۔ جب اس بھول کا نتیجہ ان کے سامنے آیا تو وہ اللہ سے ڈرے اور تین سو سال تک روئے اور مقام توبہ پر آئے۔ کوئی مولوی صاحب مجھے بتائیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے بعد کوئی گناہ کیا ہے۔ پھر انہوں نے کوئی گناہ اور غلطی نہیں کی۔ وہ مامون تو تھے ہی مقام توبہ پر آنے کے بعد معصوم اور پاک بھی ہو گئے۔ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تو انہوں نے یہ تسبیح پڑھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہ یہ توبہ اور استغفار ہے۔ یہ اللہ کے خوف کی دلیل ہے۔ خوف خدا ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اللہ کی نیابت اور خلافت کے وارث ہوتے ہیں اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی خلافت اور نیابت کے وارث ہوں وہی اللہ تبارک وتعالیٰ

Marfat.com

کا ذکر کرتے ہیں وہی سچے مومن ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی خلافت و نیابت اس دنیا میں قیامت تک جاری و ساری رہے گی۔ اولیائے کرام اسی خلافت راشدہ کو قائم رکھے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو فرض عائد کیا ہے یہ اس کو پورا کرتے رہیں گے اور نفس امارہ کی گمراہیوں سے انسانوں کو بچاتے رہیں گے۔ یہ کہنا بہت آسان ہے کہ نفس امارہ آدم کی سرشت، اس کی فطرت اور جبلت میں شامل ہے۔ گناہ انسان کی سرشت میں شامل ضرور ہے لیکن انسان کو پاک ہونے کا راستہ بھی بتا دیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہم کو پاک کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نازل فرمایا۔ کہاں نور اور کہاں خاک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل نور ہے اور تمہارا اصل فتور ہے۔ وہ نور تمہیں نفس امارہ کے فتور سے پاک کرنے کے لئے آیا اور تمہیں پاک کر دیا اس سے پہلے تم کھلے ہوئے گمراہ تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پاک کیا اور پاک کرنے کا طریقہ اپنے دوستوں کو بتایا جو اس طریقہ کو بروئے کار لا کر تمہیں قیامت تک پاک کرتے رہیں گے اور اس طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ یہی رشد و ہدایت کا سلسلہ ہے جو اولیائے کرام نے قائم کیا اور انشاء اللہ تاقیامت قائم رہے گا۔

اس کتاب کا حق

یہ ہے کہ خود اس کا مطالعہ فرمائیں، اپنے متعلقین کو مطالعہ کی تاکید اور ترغیب فرمائیں اور اسکے بعد کسی اہل علم کی خدمت میں اس کتاب کو پیش فرما دیجئے۔

Marfat.com

دُنیا کا ہر وہ کام جو سانسوں میں ذکرِ الٰہی اور قلوب میں یادِ خدا کو آباد کر کے کیا جائیگا عین عبادت ہوگا

۱۷ جون ۱۹۸۱ء - المرکز المشائخ الاسلام کے بانی وصدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے فیڈرل - بی ایریا میں شب برأت کی مخصوص عبادات کی محفل کے اجتماع سے "ذکرِ الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ پہلے پارہ سے سورۃ البقرہ کی ایکسو چودھویں اور اٹھارویں پارہ سے سورۃ النور کی ۳۶ ویں، ۳۷ ویں اور ۳۸ ویں آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام بلاغت نظام کا یہ حصّہ جس کی میں نے ابھی تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے آج کی شب کی مناسبت سے عجیب وغریب معاملوں کے ساتھ سامنے آیا ہے۔ آج کی شب اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے رحمتوں اور برکتوں کی شب ہے جس کی راوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابوتراب علیہ السلام اور بہت سے صحابہ ہیں۔ مولائے کائناتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شب کی برکتوں اور فضیلتوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اس شب کو اللہ تبارک وتعالیٰ اس دنیا میں بسنے والے مومنوں اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور

Marfat.com

فرماتا ہے کہ ہے کوئی جو آج کی شب مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اسے معاف کردوں' ہے کوئی جو آج کی شب مجھ سے رزق مانگے اور میں اسے رزق دوں' ہے کوئی جو آج کی شب مجھ سے روزی مانگے اور میں اسے روزی دوں اور ہے کوئی جو آج کی شب مجھ سے درازئ عمر اور بلاؤں کا رد مانگے اور میں اس کی عمر دراز اور بلائیں رد کردوں۔ آپ غور فرمائیے کہ اللہ رب العزت کافروں سے مخاطب نہیں ہے کیونکہ کافر لاکھ بخشش طلب کریں لیکن ان کی بخشش اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں اور نہ یہ مشرکوں سے خطاب ہو رہا ہے بلکہ اللہ رب العزت ایمان والوں سے مخاطب ہے اور اللہ کے نزدیک ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب خوف خدا سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ قلب میں خوف خدا پیدا ہونا ہی تقویٰ ہے۔ تو آج کی شب میرا رب اہل الذکر کو پکار رہا ہے کیونکہ وہ اسے پکار رہے ہیں۔ وہ ان کا ذکر کر رہا ہے کیونکہ وہ اس کا ذکر کر رہے ہیں جیسا کہ اس نے دوسرے پارہ میں سورۃ البقرہ کی ایکسو باون ویں[۱۵۲] آیۃ میں فرمایا کہ "پس تم میرا ذکر کرو اور میں تمہارا ذکر کردوں گا اور میرا حق مانو یعنی شکر ادا کرو (اس سے پھر کر) ناشکری نہ کرنا"۔ مانگنے والے اللہ کا ذکر کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں' ہمارے دوستوں کو' ہمارے متوسلین و مریدین کو معاف فرما دے' ہمیں بخشش دے اور ان کا رب ان کے لئے مغفرت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس رات میں یہ نعمتیں' انعام' رحمتیں اور برکتیں اپنے ان مومن بندوں ہی کے لئے مخصوص رکھی ہیں کہ جو اس کا ذکر کرتے ہیں اور جب وہ اللہ کی نشانیوں کو دیکھتے ہیں' ان کا مطالعہ و مشاہدہ

Marfat.com

کرتے ہیں تو ان کے ایمانوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کی نشانیوں کا جو حضرات مشاہدہ کرتے ہیں وہ اہل مجاہدہ ہوتے ہیں اور اہل مجاہدہ ہی اہل ذکر ہیں۔ اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور توکل کی نعمت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ یہی لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے اس کی خوشنودی کے لئے دوسرے لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات یقینی ہے کہ نماز اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ آپ اہل ذکر مومن نہیں ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ نماز "معراج المومنین" ہے لیکن پہلے آپ مومن تو ہو جائیے تب نماز معراج ہوگی۔ اور مومن کی شان یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب خوف خدا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جب ذکر ہی نہیں کرتے تو مومن کہاں سے ہوں گے اور جب مومن ہی نہیں تو نماز معراج کہاں سے ہوگی' اللہ تک رسائی کس طرح حاصل ہوگی۔ اللہ رب العزت قرآن کریم ذکر حکیم میں فرماتا ہے کہ "اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز فواحشات و منکرات سے بچاتی ہے مگر اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔" اگر اللہ کے ذکر کے بغیر نماز ہوگی تو وہ کس طرح فواحشات و منکرات سے بچائے گی۔

اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی چوتھی آیۃ میں اپنے مومن بندوں کے لئے حتمی فیصلہ بلکہ سرٹیفکٹ دے دیا کہ یہی سچے مومن ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجے ہیں اور بخشش کے دروازے ان پر کھول دیتے گئے ہیں اور ان کے لئے عزت کی روزی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سچے مومن بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے مومن بھی۔ اگر جھوٹے مومن نہ ہوتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ مومن ہونے کا محض دعویٰ کرنے والے اللہ کے نزدیک مومن نہیں ہیں۔ بلکہ ذکر کرنے والے مومن ہیں۔

Marfat.com

میرے عزیزو! آپ آج کی رات اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں دیکھئے کہ کیا عجیب و غریب امتزاج ہے۔ اللہ کے نزدیک مومن ہونے کی بنیاد اور جڑ ذکرِ الٰہی ہے۔ چنانچہ ذکر کی فضیلت ثابت کرنے کی غرض سے میں نے گذشتہ کسی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سورۃ الجمعہ کی تفسیر بیان کی تھی اور اپنے ملک کے صاحبانِ اقتدار اور اہلِ اختیار حضرات کی خدمت میں قرآنی احکام پہنچانے کا فریضہ ادا کرتے ہوئے درخواست کی تھی کہ اللہ رب العزت نے جمعہ کے دن دو باتوں کا حکم دیا ہے اور دو باتوں سے منع فرمایا ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے نماز اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونے کا حکم دیا ہے جبکہ "تجارت اور خرید و فروخت" یا "کھیل" کود کو اس عبادت میں رکاوٹ بننے کی وجہ سے ان کو چھوڑنے اور بند کر دینے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ ہمارے ملک کے اربابِ حل و عقد اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈریں۔ ملک کی معیشت کے لئے اگر ناگزیر ہے تو بازار ضرور لگائیں لیکن جمعہ بازار کی جگہ خرید و فروخت اور تجارت کے لئے اتوار، پیر یا ہفتہ کے ایام میں سے کوئی اور دن مقرر کر کے ماہرینِ اقتصادیات کے احکام کی پیروی کریں۔ اس کے لئے محض جمعہ ہی کے دن کا انتخاب تو ضروری نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے میں احکاماتِ خداوندی کی خلاف ورزی کا نہ صرف غالب امکان ہے بلکہ لازمی امر ہے۔ اسی طرح جمعہ کے روز کھیل جیسے کرکٹ، ہاکی اور کشتی وغیرہ خواہ وہ بین الاقوامی میچوں کی صورت میں ہوں یا مقامی تفریح، ورزش اور بچوں کے مشغلہ کے طور پر اور کتنے ہی مفید اور ضروری کیوں نہ ہوں لیکن احکاماتِ خداوندی کی تعمیل سے زیادہ ضروری نہیں ہو سکتے جبکہ نمازِ جمعہ کے بعد بھی اللہ رب العزت نے کھلی اجازت نہیں دی ہے۔ اس طرح جمعۃ المبارک کی تعطیل (حالانکہ

Marfat.com

تعطیل کا اسلام میں سرے سے کوئی تصور ہی نہیں ہے، کو ارشاد باری تعالےٰ کے مطابق کہ اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوئے ذکر الٰہی کثرت سے کیا جائے" تاکہ فلاح و بہبود کی اُمید بر آئے، اللہ رب العزت کی عبادت بالخصوص ذکر الٰہی میں صرف کرنے اور اس طریقہ سے خوشنودیٔ ذات باری حاصل کرنے کا ذریعہ بنانے کے ساتھ ساتھ فلاح دارین کا وسیلہ بنایا جائے۔ جس طرح ہمارے حاکمان ارضی اس ملک کو اسلامی نظام کی خوشخبریوں کے تحفے عطا فرماتے رہتے ہیں اگر نوجوانوں کی ترغیب اور عبادت خداوندی یعنی ذکر الٰہی کی ترویج کے لئے "محفل خانے" یا "بیوت الاذکار" کے قیام کی ضرورت کو بھی محسوس کریں جیسا کہ وہ کھیلوں کے لئے اسٹیڈیم (کھیل خانے) قائم کرنے پر قوم کا روپیہ بے دریغ صرف کرتے ہیں تو یہ عمل نہ صرف اسلامی ہوگا بلکہ خود ان کے لئے آخرت کی بھلائی اور ذریعہ نجات بھی ہو سکتا ہے کیوں کہ اللہ رب العزت کے ذکر کے لئے "بیوت الاذکار" یا "محفل خانوں" کا قیام ایسا ہی مبارک ہے جیسا کہ مساجد کا۔ میری اس بات پر بعض حلقوں کی طرف سے مجھ سے کہا گیا ہے کہ جب مساجد موجود ہیں تو بیوت الاذکار یا محفل خانوں کی کیا ضرورت ہے اور اگر اس سلسلہ میں احکام خداوندی موجود ہیں تو ان کی وضاحت کی جائے؟ لہٰذا یہ فقیر اس وضاحت کے لئے اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے قرآن کریم ذکر حکیم کی وضاحت پیش کرنا چاہتا ہے اور واضح طور پر یہ بتانا چاہتا ہے کہ اللہ رب العزت نے جہاں مساجد میں "ذکر الٰہی" کو جاری فرمانے کا حکم دیا ہے وہاں ذکر الٰہی بلکہ "اللہ رب العزت کے" نام کا ذکر کرنے کے لئے جو "بیوت الاذکار" یا محفل خانے قائم ہوتے ہیں ان کی عظمت اور رفعت کے بارے میں اپنے حکم کا بھی صاف صاف اعلان فرما دیا ہے۔ چنانچہ اٹھارہویں[۱۸] پارہ میں سورۃ النور کی ۳۶ ویں، ۳۷ ویں اور ۳۸ ویں آیات میں ارشاد فرمایا کہ۔

Marfat.com

ان گھروں (بیوت الاذکار یا محفل خانوں) میں جن کے مقام کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح و شام (۳۶) وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتی کوئی تجارت اور نہ کسی قسم کی خرید و فروخت ذکر الٰہی سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکواۃ دینے سے وہ ڈرتے ہیں اس دن سے (جس دن) جس میں اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں (۳۷) حتیٰ کہ اللہ رب العزت انہیں بدلہ دے ان کے سب سے بہتر کام کا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ انعام دے اور اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے (۳۸)"۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ گھر جن میں اللہ رب العزت کے نام کا ذکر ہوتا ہے اور جن میں صبح و شام مرد (رجال) اللہ رب العزت کی تسبیح کرتے ہیں محفل خانے اور بیوت الاذکار ہیں جن کے مقام کو بلند کرنے کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم صادر فرمایا ہے اور ان عبادت کدوں میں عبادت کرنے والے اللہ رب العزت کے وہ مومن بندے ہیں جنہیں جمعتہ المبارک کے علاوہ بھی کوئی تجارت اور کسی قسم کی خرید و فروخت ذکر الٰہی کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکواۃ دینے سے غافل نہیں کر سکتی۔ یہی مردان خدا ہیں جو اس دن سے ڈرتے ہیں جب الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں تا آنکہ اللہ رب العزت انہیں بدلہ دے گا ان کے سب سے زیادہ بہتر کام کا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ انعام سے نوازے گا کیوں کہ وہ جس کو چاہے بغیر حساب کے روزی اور رزق عطا فرماتا ہے۔ انہیں مردان خدا کا ذکر اللہ رب العزت نے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات میں کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے مومن بندے جب ذکر الٰہی کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ متقی حضرات

Marfat.com

اولیائے کرام ہی ہیں جنکو اللہ کے ذکر سے نہ تجارت کا نفع اور لالچ روک سکتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی خرید و فروخت انہیں عبادات خداوندی سے غافل کرسکتی ہے۔ تسبیح و تحلیل اور ذکر و فکر ہی وہ سب سے بہتر اعمال ہیں جن کی برکت سے یہ نماز قائم کرنے اور زکواۃ دینے کے لائق ہوجاتے ہیں۔

عزیزان گرامی! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ رَبّ العزت نے ذکر الٰہی اور تسبیح و تحلیل کی عبادات کو یوم جمعۃ المبارک کے علاوہ بھی صبح و شام یعنی ہر وقت بکثرت اختیار کرنے اور اس میں مشغول رہنے کو فلاح کی اُمید کے ساتھ ساتھ اللہ رَبّ العزت کے فضل اور زیادہ انعام و اکرام کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ تو کیا یہ دور (پندرھویں صدی کا آغاز) جسے ہم بزعم خود احیائے اسلام کا دور کہتے ہیں جمعہ کی نمازوں کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول ہونے کا دور ہے؟ کیا واقعی ہم وہ گھر قائم کررہے ہیں جن میں اللہ رَبّ العزت کی پسندیدہ عبادات تسبیح و تحلیل اور ذکر الٰہی کا اہتمام ہوتا ہو اور جنہیں اللہ رَبّ العزت نے بلند مقام عطا فرمانے کا حکم صادر فرما رکھا ہے؟ اگر یہ احیائے اسلام کا دور ہوتا تو ان میں سے کم از کم کسی ایک نشانی کا دُنیا کے کسی اسلام کا نام لینے والے ملک بالخصوص اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اور "نظام اسلام کے نفاذ کی سرزمین" والے ملک پاکستان میں کہیں کسی طرف تو اس کا چرچا ہوتا لیکن اس کے برعکس یہ ہمارے ہی نہیں بلکہ ساری دُنیا کے مشاہدے میں ہے کہ ہم روزانہ ذکر الٰہی میں مشغول رہنے اور "بیوت الاذکار" قائم کرنے اور محفل خانوں میں عبادات الٰہی کی ترویج کرنے کی جگہ اللہ رَبّ العزت کے فرمان کے مطابق جمعۃ المبارک کو بھی ذکر الٰہی کی کوئی محفل منعقد نہیں کرتے۔ اس دن کو ہم نے کھیل کود کے لئے ایسا مقرر کرلیا ہے کہ ہر گلی و کوچہ، ہر شہر اور قریہ بلکہ شاید ہر گھر میں کھیل کود ذکر کرکٹ اور

Marfat.com

ہاکی وغیرہ) اور "لہو لعب" کی ممانعت کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہو رہی ہے اور ان کی اس حکم خداوندی کے خلاف بغاوت پر انہیں سیاسی، سماجی بلکہ خود حکومتی سطح پر انعام و اکرام سے نواز کر کھیل کود کے لئے ان کی حوصلہ افزائی اور ہمت آفرینی کی داد اور شاباشی دی جا رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں میں احکامات خداوندی کی خلاف ورزی کا کوئی خوف پیدا نہیں ہو رہا ہے۔ اگر کبھی خدا کا کوئی بندہ سورۃ الجمعہ کے احکامات کی یاد دہانی کراتے ہوئے "محفل خانوں" اور "بیوت الاذکار" کے قیام کی طرف قوم اور حکومت وقت کے کرتا دھرتا بالخصوص علمائے دین کہلانے والے حضرات کو متوجہ کرتا بھی ہے تو پھر اسے قرآنی احکامات کی شہادت پیش کرنی پڑتی ہے۔ بہرحال اگر اسی پر اکتفا ہو جائے کہ احکام خداوندی ہی کو سن کر ان پر عمل کرنے کی توفیق ہو جائے تو یہ بہت بڑی کامیابی سمجھی جائیگی لیکن ایسا ہے نہیں۔ حالات کی گواہی اس نتیجہ پر پہنچا رہی ہے کہ چودھویں صدی احیائے اسلام کا دور نہیں لا رہی ہے اور اللہ رب العزت کی پیشن گوئی کے مطابق وہ مردان خدا جنہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر، نماز قائم کرنے اور زکواۃ دینے سے غافل نہیں کرتی، اس دن اور اس وقت بلکہ اس دور سے خائف ہیں کہ جب دل (عبادات الٰہی بالخصوص ذکر الٰہی و تسبیح و تحلیل کی طرف سے) الٹ جائیں گے اور آنکھیں طوطے کی طرح پھر جائیں گی۔ چنانچہ یہ دور حقیقت میں ایسا ہی ہے کہ قرآن کریم ذکر حکیم کی آیات کی روشنی اور شہادتیں بھی نظر نہیں آتیں اور بالخصوص ہمارے علمائے دین کہلانے والے گروہ نے تو اس سے آنکھیں ہی پھیر لیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مساجد کو "محفل خانوں" اور "بیوت الاذکار" کے طور پر عبادت گاہیں بنانے کی تلقین کر کے اس گھر کو قائم کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کرنے کا بہانہ تراش لیا جاتا ہے جسے اللہ رب العزت نے

Marfat.com

بلند مقام عطا فرمانے کا حکم صادر فرما دیا ہے۔ لیکن جب اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے بندے مردان خدا اللہ کا ذکر اور تسبیح و تحلیل کا اہتمام کریں تو یہی حضرات انہیں روکنے اور یہ کہکر فتنہ و فساد پر آمادہ ہوجاتے ہیں کہ یہ شرک، بدعت اور نعوذ باللہ غوغا آرائی ہے۔ کیا ہمارے ملک کی بیشتر مساجد میں اس قسم کے فسادات روا نہیں رکھے جا رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ عدالتوں میں مقدمہ بازیاں تک ہو رہی ہیں۔ مساجد کو فتنہ و فساد کا اکھاڑہ بنانے والے یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ رب العزّت نے ان فسادیوں کو جو اللہ رب العزت کی مساجد کی رونق جو اس کے نام کے ذکر سے پیدا ہوتی ہے ختم کر کے ویرانی میں تبدیل کر رہے ہیں سب سے بڑا ظالم قرار دیتے ہوئے قرآن کریم ذکر حکیم کے پہلے ہی پارہ میں سورۃ البقرہ کی ایکسو ۱۱۴ چودھویں آیۃ میں ارشاد فرمایا کہ "اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کے ذکر سے منع اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ ان لوگوں کو نہیں بھیجا تھا کہ مسجدوں میں جائیں تو ڈرتے ہوئے۔ ان کے لئے دُنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔"

میرے عزیزو! جب ہم نے مساجد کے احترام و تقدس کو فساد اور فتنہ پروری کی بھینٹ چڑھا دیا ہے تو کیا اب بھی ضروری نہیں ہے کہ ہم وہ "بیوت الاذکار" قائم کریں جن میں مردان خدا اس کے نام کا ذکر کریں اور صبح و شام بلکہ ہر وقت اسکے ذکر اور تسبیح و تحلیل میں مصروف رہیں۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ کاروبار دُنیا سے فارغ ہوجائیں اور جنگل کے باسی بن کر زندگی گذاریں۔ نہیں! بلکہ کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والے مردان خدا پر ربّ العزّت کا یہ انعام ہوتا چلا آرہا ہے کہ ان کے مقامات اذکار پیدا ہوجاتے ہیں۔ یہ لطائف ہیں جن کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں لطائف ربانی کہا جاتا ہے۔ یہ وقت سلوک

Marfat.com

کے اس موضوع پر بات کرنے کا نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں صرف اسقدر عرض کرنا کافی ہے کہ کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والے مردان خدا کے سینوں میں" ذکر انفاس اور ذکر قلبی" جاری ہو جاتے ہیں جن کا میں کسی اور تقریر میں تفصیل سے ذکر کر چکا ہوں۔ چنانچہ ذکر انفاس جو سانس کے ساتھ کیا جاتا ہے جب جاری ہو جاتا ہے تو اس ذاکر کا ہر سانس اللہ رب العزت کے نام یعنی اسم ذات" اللہ" کے ذکر سے مملو ہو جاتا ہے۔ وہ کہیں کسی مقام پر اور کسی حال میں بھی ہو اس کا ذکر جاری رہتا ہے۔ آپ غور کیجئے کہ اس سے زیادہ ذکر الٰہی میں تواتر اور تسلسل بلکہ کثرت اور کس طرح ہو سکتی ہے۔ لیکن اس مقام اعلیٰ تک پہنچنے کے لئے زبان سے ذکر الٰہی کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ کلام الٰہی میں سورۃ الاعراف کی ۲۰۵ دو سو پانچویں آیتہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ" اپنے رب کا ذکر اپنے سانس سے کرو زاری اور ڈر کے ساتھ بغیر آواز نکالے اور زبان سے (آواز سے) بھی صبح و شام (ہر وقت) اور اس (عمل) سے غفلت نہ کرنا"

تو ایسا ذکر جس کا حکم اللہ رب العزت نے صادر فرمایا ہے اُسی وقت ممکن ہے جبکہ اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کیا جائے کیونکہ ایسی عظیم عبادت جو فرشتوں سے بھی ممکن نہیں ہے اس عالم آب و گل میں ان ہی حضرات نے کی ہے اور پیچھے آنے والوں میں مثال اور اسوۃ الحسنہ اس عمل کو آگے بڑھانے کے لئے چھوڑا ہے اور یہ درحقیقت حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اسوۃ الحسنہ ہے۔ یہی اذکار وہ عبادات ہیں جو اس خاکی انسان کو مومن کا درجہ دلا کر اس زمین پر اللہ رب العزت کا سچا خلیفہ بناتے ہیں اور ان اذکار کا صوفیائے کرام کے سلاسل تصوف اور اولیائے کرام کے سلاسل طریقت میں رائج طریقہ ہی صحیح طریقہ ہے۔ چنانچہ ذکر اسم ذات اور ذکر نفی و اثبات

Marfat.com

بالجہر بھی کیا جاتا ہے اور سانس کے ساتھ بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر متنازعہ اور متفقہ حدیث شریف ہے کہ "افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ"۔ سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے۔ یہ کلمہ طیبہ کے حصہ توحید کا ذکر ہے جو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں "نفی واثبات" کا ذکر کہلاتا ہے یعنی قلب وروح سے غیر اللہ کی نفی اور اللہ رب العزت کا اثبات۔ یہ ذکر مومن کے لئے ذریعہ روحانی ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ اس سے بڑا موحد کون ہو گا جو اللہ رب العزت کی توحید کے اعلان کو رگ وجان بنالے اور اپنے قلوب اور سینوں میں بسالے۔ یہی وہ ذکر ہے جو اللہ رب العزت کی توحید کا پہلا اور موثر اعلان ہے جس کے بغیر نہ کوئی مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ مسلمان اس ذکر کے بغیر مومن کے درجہ تک ترقی پا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام نے اس ذکر توحید الٰہی کو تمام اذکار پر مقدم جان کر بالجہر اختیار فرمایا اور اسکی تعلیم وتلقین اپنے مریدین و متوسلین کو فرمائی اور ان کو اس کا صحیح طریقہ سکھایا جو تمام سلاسل سلوک میں رائج اور جاری وساری ہے۔ اس ذکر کو با آواز بلند کرنے کی ایک حکمت تو یہ ظاہر ہے کہ دنیا اس "اعلان کلمۃ الحق" کو سن لے اور اس ذکر کی آواز جہاں جہاں بھی پہنچے فرشتے ان مقامات کو حفظ وامان اور عافیت عطا کر کے وہاں سے بلاؤں کو رد کر دیں دوسرے یہ ذکر اپنے ذاکر کی رگ وپے میں توحید کا نور دوڑا دے تاکہ اسکی رگوں میں بھاگنے اور گھومنے والا خون نوری ہو کر اس کے قلب کو ایسی نورانیت بخشے جس کی تقسیم ہر بن مو کے لئے جاری وساری ہو جائے۔ اس عمل کے تواتر اور تسلسل کے لئے اذکار کی محفلیں منعقد ہونا ضروری ہیں یا نہیں؟ اگر محفلیں منعقد ہونا ضروری ہیں تو پھر محفل خانوں اور "بیوت الاذکار" کا قیام بھی ضروری ہے کیونکہ یہی محفل خانے وہ عبادت گاہیں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ ایسے مردان خدا

Marfat.com

تربیت وتعلیم پاتے ہیں جو ذکر انفاس کے مالک ہوں اور ان کا ہر سانس ذکر اسم ذات یعنی "اللہ اللہ" کے ساتھ جاری ہے تاکہ ہر وقت اور ہر صبح وشام وہ اللہ ہی کو پکارتے رہیں اور اسی کی یاد میں مستغرق ہو کر ہر وہ کام انجام دیں جو اس دنیائے آب وگل میں رہتے ہوئے انہیں انجام دینا ہے۔ ایسے ہی حضرات کی تجارت "فضل ربی" کا باعث اور ان کی اپنے بیوی اور بچوں سے صحبت ومحبت، دوست احباب سے نسبت اور ربط وضبط سب کچھ عبادت اور باعث نزول رحمت ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر کام اس وجہ سے باعث خوشنودی ذات باری ہو جاتا ہے کہ اس کی یاد اور اس کا ذکر اس کے شامل حال ہوتا ہے۔ دنیا کا ہر وہ کام جو سانسوں میں ذکر الٰہی اور قلوب میں یاد خدا کو آباد کر کے کیا جائے گا عین عبادت ہوگا۔ ایسی تجارت اس لئے عبادت ہوگی کہ اس میں مکر وفریب، دغا اور دھوکہ اور ڈنڈی مارنے کی ذلت وخواری نہیں ہوگی۔ کیا ہمارے "علمائے دین" کہلانے والے حضرات جو سورۃ الجمعہ کی تفسیر میں" وابتغوا من فضل اللہ" کو تجارت قرار دیتے ہیں ہمارے ان تجارتی حالات کو جو قرن اولیٰ سے لیکر اس وقت تک ذکر الٰہی سے بے بہرہ اور یاد خداوندی سے ناآشنا لوگوں کے پیدا کردہ ہیں فضل ربی کا باعث قرار دینے میں حق بجانب ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اللہ کے ذکر سے منہ موڑنے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ نمازیں تو شامل رہتے تھے لیکن نماز کے بعد جب اللہ رب العزت کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی توحید کا بیان اور اس کی حمد وثنا یا ذکر وتسبیح فرمانے کے لئے خطبہ عطا فرماتے تھے تو وہ تجارت اور کھیل کود میں مصروف ہو جایا کرتے تھے۔ ان کی اس منافقانہ روش کا ذکر اللہ رب العزت نے سورۃ الجمعہ میں فرما دیا ہے۔ تو کیا آج ہمارے نوجوانوں کو کھیل کی ترغیب دینے اور ان

Marfat.com

کے لئے جمعتہ المبارک کے دن خاص طور پر کھیل کے میدانوں (اسٹیڈیم) میں کھیلوں کا اہتمام کرنے والے حکام اور ارباب اقتدار اور قوم کو ذکر الٰہی سے دور کر کے یہ کہہ کر جمعہ بازار لگانے کی ترغیب دینے والے مولوی حضرات کہ نماز کے بعد "تجارت" کی اجازت ہے (اور اس ترغیب کے نتیجہ میں نماز جمعہ ہی غائب ہو جاتی ہے کیونکہ جمعہ بازار میں خرید و فروخت کا سلسلہ صبح سے لیکر رات کے آٹھ بجے تک جاری رہتا ہے) خدا کے خوف سے بالکل خالی ہیں؟ ان کے قلوب میں نہ خوف خدا ہے اور نہ وہ اس انجام سے ڈرتے ہیں جو "اصحاب سبت" کے واقعہ سے عبرتناک طور پر نظر آتا ہے۔ یہ بے خوفی حاکمان وقت اور علمائے دین کہلانے والے گروہوں میں بیک وقت محض اس لئے ہے کہ ان میں سے اکثر بلکہ ممکن ہے کہ سب ہی اللہ رب العزت کے ذکر سے نہ صرف تہی دامن ہیں بلکہ منحرف اور باغی ہونے کی حد تک دور ہو چکے ہیں۔ اس ماحول میں اگر کوئی اللہ کا بندہ "بیوت الاذکار" اور محفل خانے قائم کرنے کی بات کرتا ہے تو اس گروہ کی طرف سے قرن اول کے منافقین کی پیروی جیسی حرکات کر کے بیوت الاذکار کی مخالفت کی جاتی ہے۔ اس لئے اس دور میں اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ اللہ رب العزت کے وہ مومن بندے جو اہل اللہ اولیائے کرام کی پیروی اور تقلید بلکہ ارادت و اطاعت کا طرۂ امتیاز رکھتے ہیں اذکار و افکار کی محفلیں منعقد کریں اور ان محفلوں کے ذریعہ "بیوت الاذکار" اور محفل خانوں کے قیام کی جدّ و جہد کی جائے۔ کیوں کہ جس عبادت کو جاری کرنے کی مخالفت معتبر کہلانے والے لوگوں کی طرف سے ہو اس کا عمل تواتر سے جاری کرنا لازم بلکہ فرض ہو جاتا ہے۔ آخر میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں میری یہ دعا ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا رحم اور کرم فرما کر

Marfat.com

اس کے علماء کہلانے والے حضرات اور صاحب اقتدار حاکموں اور روحانی پیشواؤں کو ان کی صحیح اور اصلی اسلامی اور ذات باری تعالیٰ کی پسندیدہ حالت پر واپس لوٹا دے اور راہ مستقیم پر قائم رکھے تاکہ امت محمدیہ کا نظام معاش و معاشرت، نظام دین و مذہب اور دل و روح کا نظام تباہ و برباد ہونے سے بچ جائے۔ کیونکہ ان کے تباہ ہونے سے خلقت کی معاش، دین اور دل تباہ ہوتے جارہے ہیں بلکہ ہو چکے ہیں۔ ہمارے بھائیوں کو ہدایت پر قائم فرمادے اور ان کی عقلیں درست رکھ۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ آمین ثم آمین؟

ایسے مؤحّد جو صرف توحید ہی کے سہارے ایمان والے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں "سچے مومن" نہیں ہیں

۲۰ جون ۱۹۸۱ء ۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقۂ علوی القادری کے برصغیر پاک و ہند میں مؤرث اعلیٰ قطب الاقطاب صدر الصدور حضرت سید شاہ علی صاحب قادری نقشبندی برقع پوش رادھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سہ روزہ عرس سراپا قدس کی تقریبات کے پہلے دن ایک بڑے اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہٗ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری

تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ پانچویں پارہ سے سورۃ النساء کی ۱۴۲ ویں اور ۱۴۳ ویں اور ۲۸ ویں پارہ سے سورۃ المجادلہ کی انیسویں آیات کی تشریح و تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ تمام مذاہب عالم اس حقیقت پر متفق ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر آج تک ان کی اولاد دو حصوں میں منقسم ہو کر دو گروہوں کی شکل میں اپنے کردار سے پہچانی جاتی رہی ہے اور آئندہ بھی قیامت تک انسانوں کے یہی دو گروہ اس عالم میں سرگرم عمل رہیں گے۔ یہی ایک بات تمام مذاہب اپنی اپنی زبانوں میں مختلف انداز سے کہتے چلے آرہے ہیں۔ ہم مسلمانوں کے نزدیک بھی یہی دو گروہ مختلف ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ ایک گروہ کو اللہ رب العزت نے قرآن کریم ذکر حکیم میں "حزب اللہ" اور دوسرے کو "حزب الشیطان" قرار دیا ہے اور ان دونوں گروہوں کے مختلف درجے اور مقام بھی بتا دیتے ہیں۔ جیسا کہ "گروہ مومنین" کو "حزب اللہ" اور گروہ مشرکین و کفار کو "حزب الشیطن" قرار دیا گیا ہے اسی طرح اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ فرما کر مومنوں میں سچے مومن اور جھوٹے مومن کا فرق بھی ظاہر فرما دیا ہے اور منافقین کی جماعت کو حزب اللہ سے الگ کر دیا ہے جبکہ کافروں میں اصل کافر وہ لوگ ہیں جو مُشرک بھی ہیں۔ اس طرح یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کوئی شخص مُوحد ہونے کے باوجود بھی کافر ہو سکتا ہے کیوں کہ مومن ہونے کے لئے خدائے بزرگ و برتر کو واحد جاننا اور ماننا ہی کافی نہیں ہے ایسے مُوحد جو صرف توحید ہی کے سہارے ایمان والے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں "سچے مومن" نہیں ہیں۔ چنانچہ سچے مومن کی شان بیان فرماتے ہوئے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "بیشک وہی لوگ مومن ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوف خدا سے بھر جاتے ہیں اور جب وہ اللہ رب العزت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور زیادہ قوی

Marfat.com

ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ (توکل) کرتے ہیں۔ یہی لوگ نماز قائم کرتے اور اللہ کی راہ میں (اسکی خوشنودی کے لئے) جو انہیں عطا کیا گیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ درحقیقت یہی لوگ سچے مومن ہیں اور ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات، مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔"

میرے عزیزو! اللہ ربّ العزت نے ان آیات میں جو انعامات ارشاد فرمائے ہیں یہ ایسے مومنوں کے لئے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور یہی حضرات "سچے مومن" ہیں۔ تو بنیادی بات "ذکر الٰہی" ہے۔ جو حضرات ذکر الٰہی نہیں کرتے ان کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ وہ "سچے مومن نہیں" بلکہ جھوٹے ہیں اور جھوٹے مومنوں کے لئے اللہ رب العزت نے "منافق" کا خطاب تجویز فرمایا ہے اور یہی وہ حضرات ہیں جو "حزب الشیطٰن" بن گئے ہیں کیونکہ اٹھائیسویں ۲۸ پارہ میں سورۃ المجادلہ کی انیسویں ۱۹ آیۃ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ۔" ان لوگوں پر شیطان غالب آگیا اور اس نے انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا۔ یہی لوگ حزب الشیطٰن ہیں اور خوب اچھی طرح سن لو کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے۔" اسی طرح پانچویں ۵ پارہ میں سورۃ النساء کی ۱۴۲ ویں اور ۱۴۳ ویں آیات میں ان منافقین کا ذکر جو ذکر الٰہی اول تو کرتے ہی نہیں اور اگر دنیا کو دکھانے کیلئے کرتے بھی ہیں تو بہت تھوڑا اس انداز سے فرمایا ہے کہ "بے شک منافقین اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غفلت کی موت مارے گا اور (یہ لوگ) جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بے دلی ہارے جی کے ساتھ لوگوں کو دکھانے کے لئے اور (یہ لوگ) اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر تھوڑا۔ بیچ میں ڈول رہے ہیں، ڈگمگا رہے ہیں، نہ ادھر کے اور نہ ادھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔"

Marfat.com

تو یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ نماز بے دلی سے پڑھکر وہ لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ وہ نمازی اور مومن ہیں لیکن ذکرالٰہی سے پہلوتہی ان کے ایمان کا بھانڈہ پھوڑ دیتی ہے کہ یہ لوگ سچے مومن نہیں ہیں کیونکہ سچے مومن تو وہی حضرات ہوتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلب میں خوف خدا پیدا ہو کر قلب کو رقیق کر دیتا اور اس میں نور بھر دیتا ہے جو تقویٰ ہے اور اس کا لازمی نتیجہ وہ انعامات ہیں جن کا مختصر جامع مگر مکمل ذکر اللہ رب العزت نے سورۃ الانفال کی محولہ بالا آیات میں فرما دیا ہے۔ درحقیقت یہی ذاکر و شاغل حضرات اہل اللہ کہلاتے اور اولیائے کرام کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اللہ کریم ان کے ذریعہ اپنے ذکر کی نعمت تقسیم فرماتا اور دوسروں کو ذاکر الٰہی بناتا ہے اور قیامت تک بناتا رہیگا۔

ذکر الٰہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام عبادات کی روح ہے

۱۲ جون ۱۹۸۱ء ــــ سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقۂ علوی القادری کے برصغیر پاک و ہند میں مورث اعلیٰ قطب الاقطاب صدر الصدور حضرت سید شاہ علی صاحب قادری نقشبندی برقع پوش رادھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سہ روزہ عرس سراپا قدس کی تقریبات کے دوسرے دن ایک بڑے اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ

Marfat.com

حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ چوتھے پارہ سے سورۂ آل عمران کی ایکسو اکیانویں ۱۹۱ آیتہ سے لیکر ایکسو چورانویں ۱۹۴ آیتہ کی تشریح وتفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

"ذکر الٰہیٰ اللہ رَبّ العزت کی ایسی عبادت ہے کہ جسے آپ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں اور جس طرح کوئی جسد بغیر روح کے زندہ نہیں کہلایا جاسکتا اسی طرح کوئی عبادت بھی بغیر ذکر الٰہی کے اپنی افادیت کے ساتھ قائم نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رَبّ العزت نے سوائے ذکر الٰہی کے کسی اور عبادت کے لئے کثرت سے کرنے کا حکم صادر نہیں فرمایا ہے اور وہ ذکر "ذکر اسم ذات باریٰ یعنی اللہ کے نام کا ذکر ہے۔ میں یہاں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ بعض حضرات "ذکر الٰہیٰ کو یاد الٰہی قرار دے کر بہانہ بازی کا موقع پیدا کرتے ہیں کہ دل میں ہر وقت اللہ رَبّ العزت کو یاد کرنا ذکر الٰہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ "ذکر" کے معنیٰ "یاد" کے ہیں لیکن جس ذکر کو کثرت سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے بارے میں قرآن کریم ذکر حکیم کے نویں پارہ ہی میں سورۃ الاعراف کی دوسو پانچویں آیتہ میں ان الفاظ کے ساتھ وضاحت بھی فرمادی گئی ہے کہ "اپنے رَبّ کا ذکر کرو اپنے سانس کے ذریعہ زاری اور ڈر سے اور بغیر آواز نکالے زبان سے (آواز نکال کر) قول کے ذریعہ اور اس سے غفلت نہ کرنا" آپ نے غور فرمایا کہ اللہ رَبّ العزت نے جس ذکر کو صبح وشام اور کثرت سے کرنے کے احکامات اپنے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قیامت تک کے لئے نافذ فرمادیئے ہیں ساتھ ہی ساتھ اس کے عمل کا طریقہ بھی تجویز فرمادیا ہے کہ وہ ذکر سانس کے ذریعہ بغیر آواز نکالے (ذکر انفاس) اور زبان سے

Marfat.com

قول کے ذریعہ (ذکر بالجہر) کیا جانا چاہیئے اور اس تجویز کردہ طریقہ پر عمل کا اسوۂ حسنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کرنے والوں کو معلوم ہے کہ حضور نے اذکار کے سلسلہ میں کلمہ طیبہ کے حصہ توحید کو "افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ" فرما کر سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر قرار دیدیا ہے۔ چنانچہ حضورؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے والوں نے جس طرح حضورؐ سے نماز سیکھی اور دوسری تمام عبادات جیسے روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی تعلیم و تربیت حاصل کی اسی طرح اذکار کی بھی تعلیم حاصل کی اور اسی طریقہ پر ذکر کرنے والوں کا ذکر قلوب کو رقیق کر کے اس میں خوف خدا پیدا کرتا ہے۔ اسی لئے یہی حضرات وہ گروہ مومنین ہیں جن کا ذکر اللہ رب العزت نے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات میں ارشاد فرمایا ہے اور اس کی تائید چوتھے پارہ میں سورۃ آل عمران کی ایکسو اکیانویں [191] آیۃ میں فرمادی ہے۔ میں آپ کو ان آیات کی تلاوت کی دعوت دیتا ہوں۔ سورۃ الانفال کی دوسری آیۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "بیشک وہی لوگ مومن ہیں کہ جو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ اللہ رب العزت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں۔" اب ذرا سورۂ آل عمران کی ایکسو اکیانویں [191] آیۃ تلاوت فرمائیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وہ لوگ جو اللہ رب العزت کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے ہوئے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے اور (اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ کر کے) آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ بیکار نہیں بنایا تو پاک ہے (پاکی تجھ ہی کو ہے) ہمیں دوزخ کی آگ سے بچالے" آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ ذاکر حضرات ہی ہیں جن کی دُعاؤں کو اللہ رب العزت نے انبیاء علیہ السلام کی دعاؤں کی طرح اپنے کلام

Marfat.com

بلاغت نظام کے ذریعہ ہم تک پہنچایا ہے اور ان دُعاؤں کا تفصیل سے ذکر ایکسو بانویں[۱۹۲] آیتہ سے ایکسو چورانویں[۱۹۴] آیتہ تک میں ان الفاظ میں فرمایا کہ "اے ہمارے رب بیشک تو جسے دوزخ میں ڈالے اسے ضرور تو نے رسوائی دی اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (۱۹۲) اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کو سُنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری بُرائیوں کو (محو کر) چھپا دے اور ہماری موت مقبول بندوں کے ساتھ کردے (۱۹۳) اور اے ہمارے رب ہمیں وہ انعام عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کی معرفت وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں فرماتا (۱۹۴)" آپ نے غور فرمایا کہ یہ دُعائیں ان حضرات کی ہیں جو رب العزّت کا ذکر لا الٰہ اِلّا اللہ کہکر قول سے کرتے ہیں کھڑے ہوکر اور بیٹھے ہوئے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے اپنے سانس سے اللہ کو پکار کر ذکر انفاس کرتے ہیں یہی حضرات سچے مومن ہیں اور ان ہی کے لئے وہ انعامات ہیں جن کا وعدہ اللہ رب العزّت نے ان سے اپنے رسولوں کی معرفت کیا ہے۔ ان ہی حضرات کی دُعائیں مستجاب ہوتی ہیں جس کا اعلان اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ آل عمران کی ایکسو پچانویں[۱۹۵] آیتہ کے شروع میں ان الفاظ میں فرمادیا ہے کہ "اور رب العزّت نے انکی دُعاؤں کو قبول فرمالیا ہے اور ان کے لئے بخشش کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں"۔ ان ہی حضرات کے لئے عزت کی روزی مقرر ہوچکی ہے جو بے حساب ہوتی ہے اور اسے مخلوق "تبرک" کہتی ہے اور یہی حضرات اولیائے کرام اور ان کے پیرو کار اور غلام مریدین صادق ہیں۔

Marfat.com

آج بھی اگر سماع (قوالی) کو عبادت جان کر اختیار کیا جائے تو اسکی نورانیت و روحانیت سے سینے انوار کے گنجینے بن سکتے ہیں

۲۲ رجون ۱۹۸۱ء — سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقۂ علوی القادری کے برصغیر پاک و ہند میں مورث اعلیٰ قطب الاقطاب صدر الصدور حضرت سید شاہ گل صاحب قادری نقشبندی برقع پوش رادھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سہ روزہ عرس سراپا قدس کی تقریبات کے تیسرے اور آخری دن قل شریف کے بعد محفل سماع کے ایک کثیر اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلۂ عالی نے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کی تشریح فرمائی آپ نے فرمایا کہ :-

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ "زمین و آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ ہی کو پکار رہا ہے"۔ اس میں شک نہیں کہ کوئی اور کلمہ اس پکار سے زیادہ نہ کلمۂ حق ہے اور نہ کلمۂ توحید مگر ہر ایک کی پکار کا رنگ اور انداز جدا گانہ ہے۔ چڑیوں کا چہچہانا، درندوں کی چنگھاڑ اور دھاڑ سب ہی میں اللہ کی پکار اور اس کے وجود کا اظہار موجود ہے۔ اس طرح ہر ذی روح اور بے جان مخلوق اپنے خالق کے وجود کا اقرار کرتی چلی آرہی ہے اور تا قیامت کرتی چلی جائے گی لیکن انسان ایک ایسی مخلوق ہے جسے اس پکار پر اختیار دے کر اسے اظہار کی قدرت عطا کی گئی ہے۔ اور اسی اختیاری قدرت کی وجہ ہی سے اس کا محاسبہ یوم معلوم ضروری اور لازمی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ انسانوں کو

Marfat.com

اس پکار یعنی اس کلمۃ الحق اور کلمۂ توحید کی طرف رجوع کرنے اور اسکے اختیاری اعمال و افعال کو اس پکار کا تابع بنانے کے لئے انبیاء السلام مبعوث فرمائے گئے لیکن انسانوں کا یہ بھٹکا ہوا گروہ اپنے خالق حقیقی جس کے وجود کی پکار غیر اختیاری طور پر خود اس کے اپنے وجود میں موجود ہے کو بھلا کر مخلوق کو خالق سمجھ بیٹھا اور اس کی پرستش اور پوجا پاٹ میں مبتلا ہو گیا اور اس طرح کلمۃ الحق اور کلمۂ توحید کی پکار کو سُنکر اور سمجھکر ہدایت پر قائم رہنے کی صلاحیت شرک و کفر کیوجہ سے ضائع کر بیٹھا۔ درحقیقت ہدایت پر واپس لانے کا کام ہی ان تمام انبیاء علیہم السلام کے سپرد فرمایا گیا تھا۔ چنانچہ ہر نبی اور ہر رسول نے جھوٹے معبودوں کی نہ صرف زبان سے نفی فرماکر معبود حقیقی کا پیغام توحید پہنچایا بلکہ ان جھوٹے خداؤں سے خود معبود حقیقی کی حقانیت کا اقرار لے کر خالق و مالک کائنات کا ذکر مخلوق میں عام کیا اور انہیں ہدایت یعنی صراط مستقیم پر قائم فرمایا جیسا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ایک طرف تو جھوٹے خداؤں یعنی بتوں کو سربسجود کر کے ان کے عجز کا مظاہرہ کرایا تو دوسری طرف اللہ رب العزت کے حکم سے آگ کی جلا ڈالنے والی خصوصیت سلب کر کے اس کے پرستاروں پر اس کی مجبوری اور لاچاری ظاہر فرمادی۔ غرض ہر نبی اور رسول نے اللہ رب العزت کی وحدانیت، اس کے معبود حقیقی ہونے کی حقیقت اور اس کے وجود کی شہادت ان گمراہوں کے سامنے ان ہی کے خداؤں کے ذریعہ مختلف معجزات دکھا کر پیش کی اور دعوتِ ہدایت قبول کرنے کی طرف متوجہ کیا حتیٰ کہ حضور اکرم نور مجسم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتعداد معجزات کے علاوہ "شق القمر" کا مظاہرہ بھی فرمایا اور چاند سورج اور ستاروں کے پرستاروں کو مشاہدہ کرایا کہ اللہ رب العزت کے محبوب رسولؐ کے پاس اللہ تعالےٰ کی

Marfat.com

دی ہوئی یہ طاقت موجود ہے کہ اگر جلال کا اظہار مقصود ہو تو انگلی کے ایک اشارہ سے چاند کا وجود حصوں بخروں میں تقسیم ہو سکتا ہے اور جمالی شان کا مظاہرہ کرنا ہو تو یہ حصے بخرے پھر اصلی وجود بن سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت اس شان کا مالک ہے کہ زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے اور مردہ سے زندہ۔ وہی بے روح کو حیات عطا کرتا ہے اور زندوں کو موت کے آغوش میں پہنچا دیتا ہے۔ وہی تمہارا حقیقی معبود اور رب ذُو المنانُ المستعان ہے اور اسی کا ذکر بندہ کو زیبا اور اسی کی عبادت روا ہے۔ یہ ذکر ہی وہ پکار ہے جو تمام مخلوق میں جاری و ساری ہے اور یہ ذکر ہی وہ شعار ہے جو نوری اور انواری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر الٰہی کے اس نور کو مسلمانوں کے سینوں میں اُتار کر ان کو سورۃ الانفال کی پہلی آیۃ والاموٴمن بنایا جس کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ " بیشک وہی لوگ مومن ہیں جو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا یعنی تقویٰ پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ اس کی نشانیوں (چاند، سورج، زمین و آسماں غرض کہ ہر نشانی) کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے ایمانوں میں زیادہ مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر الٰہی کی تعلیم ہی کے ذریعہ ان مومنین کو اس قابل بنایا کہ اللہ رب العزت کے سورۃ الانفال کی تیسری آیۃ میں ارشاد کے مطابق یہ حضرات نماز قائم کرنے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتیں اس کی خوشنودی کے لئے اس کی راہ میں خرچ کرنے کی خصوصیت کے مالک ہو کر اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ سچے مومن ہونے کی سند سے نوازدیئے گئے ہیں ان کے رب کے پاس ان کے لئے اعلیٰ درجات (ولایت کے مقامات بلند) ہیں اور ان پر مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں (جن میں یہ حضرات قیامت تک اپنے مریدین و متوسلین کو بھی

Marfat.com

داخل کراتے رہیں گے) اور عزت کی روزی (جسے مخلوق "تبرک" کہتی ہے) عطا فرما دی گئی ہے۔ ان ذاکر و مشاغل حضرات کی جماعت یعنی اہل تصوف، اہل سلوک اور اولیائے کرام کا گروہ قیامت تک کے لئے اعلائے کلمۃ الحق پر مامور کر دیا گیا ہے اور رسالت پناہیؐ کے حقیقی کام کو آگے بڑھاتے اور قائم رکھتے ہوئے ان ہی حضرات نے "ذکرِ الٰہیؐ" اور اس کے "قرآنی فیضان" کو مخلوق تک پہنچانے کا فریضہ انجام دینے کی ذمہ داریاں پوری کی ہیں، آج بھی پوری کر رہے ہیں اور ہمیشہ پوری کرتے رہیں گے۔ ذکرِ الٰہیؐ کی اس پکار کو جس کے لئے جن و انس پیدا کئے گئے ہیں صحیح طور پر جاری رکھنے اور انجام دینے کے مختلف طریقے اولیائے کرام نے جاری فرمائے اور ان پر عمل کر کے انسان کو راہ حق و صفا دکھائی۔

ذکر الٰہی کے ان مختلف طریقوں میں ایک طریقہ "سمع" یعنی عرف عام میں قوالی بھی ہے۔ اس قوالی کا قول نہ صرف جاندار اور ذی روح کے ذریعہ عمل میں لایا گیا ہے۔ بلکہ ان گمراہوں، مشرکوں اور کافروں کو جنہوں نے "گانوں" اور "بھجنوں" کے ذریعہ جھوٹے خداؤں کی پرستش اور پوجا پاٹ کو شعار بنا رکھا تھا ہدایت یعنی صراط مستقیم پر لانے کے لئے "خشک تار و خشک چوب اور خشک پوست" سے ذکر الٰہی کرا کر "آوازِ دوست" کو ذریعہ ایمان رسانی کیلئے رائج فرمایا۔ برصغیر پاک و ہند میں بزرگان سلسلہ عالیہ چشتیہ بالخصوص حضور خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ذریعہ تبلیغ کو ایسا عام کیا کہ جو شخص ایک دفعہ سمع کی آواز سے روشناس ہوا اس کی شناسائی ذکر الٰہی کے ذریعہ اپنے معبود حقیقی سے ہو گئی اور "خشک چوب و خشک پوست سے نکلی ہوئی صدائے دوست یاد الٰہی میں تبدیل ہو کر نغمہ سرا ہوئی تو "اللہ، اللہ" سے فضا گونج اٹھی اور اسی گونج کی روحانیت اور نورانیت نے

Marfat.com

اسے عبادت کا درجہ عطا کر دیا۔ چنانچہ آج بھی اگر اس طریقہ عبادت کو عبادت جان کر اختیار کیا جائے تو اسکی نورانیت و روحانیت سے سینے انوار کے گنجینے بن سکتے ہیں یہ طریقہ "ذکر الہٰی" اپنے تمام فیوض و برکات کے ساتھ ہمیشہ تبلیغ دین کا ذریعہ بنا رہے گا۔ اگر اس طریقہ ذکر الہٰی کو عبادت کے اطوار نہ دیئے گئے تو پھر یہ "غناء" ہے جو نہ صرف حرام ہے بلکہ یہ تبلیغ گناہ کا ذریعہ بھی بن جائے گا۔ اللہ رب العزت ہمیں اولیائے کرام وصوفیائے عظام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ثم آمین۔

ذکر الہٰی کو تمام عبادات میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ اسے اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں جا بجا متعدد بار کثرت سے کرنے کے احکامات نافذ فرمائے ہیں

۲۴ رجولائی ۱۹۸۱ء سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقہ علوی القادری کے زیر اہتمام بسلسلہ شہادت مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام عزیز آباد' فیڈرل بی ایریا میں سالانہ عرس سراپا قدس کی تقریبات منعقد کی گئیں۔ اس تقریب کے عظیم الشان اجتماع سے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ تعالیٰ نے "ذکر الہٰی کے قرآنی فیضان" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نویں پارہ سے

Marfat.com

سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی - آپ نے فرمایا کہ :-

اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ ماہ رمضان المبارک تقویٰ اور پرہیزگاری کا مہینہ ہونے کی وجہ سے خیر و برکت اور نورانیت و روحانیت کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں اللہ رب العزت نے روزے اس لئے فرض فرمائے کہ اس کے مومن بندے پرہیزگاری حاصل کر کے متقی ہو جائیں کیونکہ اس کے بغیر وہ معاشرہ جس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے تشکیل فرمائی تھی کہ وہ تمام انسانوں کی رہبری کر کے ان کو فلاح و بھلائی کا راستہ دکھائے اور بُرائی و تباہی سے بچائے نہ اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکتا ہے اور نہ اپنے وجود کی غرض و غایت کی کماحقہ تکمیل کر سکتا ہے۔ الحمدللہ سالہائے ماسبق کی طرح امسال بھی ہمیں یہ ماہ مبارک عطا ہوا ہے لیکن اس حال میں کہ ہم دوسرے انسانی معاشروں کو فلاح و بہبود کی راہ دکھا کر انہیں برائیوں اور تباہ کاریوں سے بچانے کے بجائے خود روز بروز شاہراہ فلاح سے دور ہو کر انحطاط و زوال کا شکار بلکہ تباہیوں سے ہمکنار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ ہم ماہ مبارک کا احترام نہیں کرتے یا صاحب صوم و صلواۃ نہیں رہے کیونکہ یہ امر واقع ہے کہ رمضان المبارک میں اگر ہم احترام رمضان کا آرڈیننس نہ بھی جاری کریں تب بھی ہمارے معاشرہ میں روزہ داروں کی تعداد الحمدللہ بہت زیادہ ہے اور ہماری مساجد صلواۃ التراویح کی رونقوں سے بقعۂ نور بنی ہوئی ہیں۔ حیف صد حیف کہ ہماری یہ عبادتیں نہ ہمیں متقی بنا سکی ہیں اور نہ اس معاشرہ کی بقا میں مددگار ثابت ہو سکی ہیں بلکہ اس کے برعکس ہر آنے والی صدی ہمارے لئے ایسا رمضان المبارک لیکر آتی ہے

Marfat.com

جو ہمیں اس سے پہلی صدی کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کی نعمتوں میں کمی ہی سے نوازتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر آنے والے سال کے رمضان المبارک کے فیوض و برکات کم سے کم تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس حقیقت کا سب ہی اعتراف کرتے ہیں اور اپنے اپنے ذہنوں اور عقلی اُپج کے ذریعہ اس کا سبب بھی تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کوئی قرآن حکیم کتاب کریم سے رجوع نہیں کرتا، کوئی قرآن کے بتائے ہوئے اہل الذکر سے نہیں پوچھتا، کوئی قرآن پہچاننے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہیں کرتا کہ وہ رمضان المبارک جو تقویٰ عطا فرما کر اُس معاشرہ کی تکمیل کرتا تھا کہ جس میں خوف خدا ہو صدیوں سے روز بروز کس گھٹا میں چھپتا چلا جا رہا ہے۔ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہبری فرما رہے ہیں اور "اہل الذکر" اس سوال کا جواب دے رہے ہیں۔ اگر ہم کانوں آنکھوں اور دلوں سے وہ مہریں جو ہم نے لگا رکھی ہیں توڑ دیں تو اس کا جواب ہمارے کان خوب سن سکتے ہیں، آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور قلب تصدیق کر سکتے ہیں اور وہ جواب ایک ہی ہے کہ رمضان المبارک تو آج بھی وہی ہے جو چودہ سو ایک سال پہلے تھا۔ وہ تو وہی ندا آج بھی دے رہا ہے، اسکی وہی آذانیں آج بھی گونج رہی ہیں کہ اے مومنوں آؤ اور مجھ سے تقویٰ حاصل کرو۔ میرا پرہیزگاری کا فیضان آج بھی سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے اس سے پیاس بجھاؤ۔ وہ تو ہر سال مومنوں کو پکارتا ہے لیکن اللہ رب العزت کے نزدیک مومن وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب خوف خدا سے بھر جاتے ہیں اور جب وہ اس کی نشانیوں کا مشاہدہ (یا مطالعہ) کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (جس کا اقرار روزہ کے افطار کی دُعا کا حصّہ بھی ہے)، یہی حضرات نماز قائم کرتے ہیں

Marfat.com

اور جو کچھ ان کے رب نے انہیں عطا فرمایا ہے اس کی خوشنودی کے لئے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہی حضرات سچے مومن ہیں اور ان ہی کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات اور عزت کی پاک روزی ہے۔

میرے عزیزو! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ رب العزت کے نزدیک مومن وہی حضرات ہیں جو ذکر الٰہی کرتے ہیں لیکن ہم نے اس ذکر کو چھوڑ دیا ہے جسے تمام عبادات میں یہ امتیاز بلکہ فخر حاصل ہے کہ اسے معبود حقیقی نے قرآن کریم کتاب حکیم میں جا بجا متعدد بار کثرت سے کرنے کے احکامات نافذ فرمائے ہیں کیونکہ ذکر کے علاوہ جس قدر بھی عبادات ہیں ان سب کے اوقات اور تعداد مقرر ہے۔ ذکر الٰہی وہ واحد عبادت ہے جسے مومنوں کو رگِ جاں بنانے اور اپنے سانسوں میں بسانے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ ہم نے ذکر الٰہی کو بارہ پتھر باہر کر کے ہر عبادت کو بے روح کر دیا ہے کیونکہ ذکر الٰہی تمام عبادات کی روح ہے۔ عبادات کو اس روحانیت سے خالی کرنے کے ذمہ دار وہ "علمائے دین" کہلانے والے گروہ ہیں جو عبادات کو بھی مادی انداز ہی سے جانتے اور کرتے ہیں۔ یہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے روحانیت کو "رہبانیت" کی گمراہ کن مثال دے کر عبادات اسلام کو اصل روح سے محروم کر دیا ہے۔ ان حضرات کا بار بار یہ کہنا ہے کہ "اسلام میں رہبانیت نہیں ہے" سمجھ سے بالاتر ہے۔ آخر ان علمائے دین کہلانے والے حضرات نے "اسلام کی روحانیت" والی عبادت کو رہبانیت قرار دے کر اسلام کی کون سے خدمت انجام دی ہے البتہ ان کی اس تبلیغ سے رہبانیت کو تقویت ضرور حاصل ہوئی ہے کیونکہ اسلام کی روحانیت والی عبادت مسلمانوں سے دور ہوتی اور چھوٹتی چلی گئی اور بے روح اور مادی عبادات جو راہبوں کا مشغلہ اور کفار و مشرکین کا وطیرہ تھیں مسلمانوں میں جڑ پکڑتی چلی گئیں۔ ان "علمائے

Marfat.com

دین" کہلانے والے حضرات نے کہا کہ "اسلام میں ترک دنیا نہیں ہے" تو انہوں نے رمضان المبارک کی ایک اہم عبادت جو مسلمانوں پر "فرض کفایا" کے طور پر روحانی فیضان کے حصول کا ذریعہ بنا کر جاری کی گئی تھی اور جسے "اعتکاف" کا نام دیا گیا تھا سمجھنے کی زحمت گوارہ نہیں فرمائی۔ اس عبادت میں "مسجد میں اعتکاف کرنے والوں کو" ان کے اس حلال حق کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کی ماہ رمضان المبارک میں مومنوں کو اجازت ہے یعنی ان کی بیویاں جو ان کا لباس ہیں ان کے لئے ممنوع قرار دیدی گئیں ہیں۔ آپ غور کیجئے کہ "معتکف" کو اس درجہ دنیا سے دور کرکے اس کو صرف رب کا بندہ بننے اور اسی سے رشتہ رکھ کر باقی سب دنیا سے قطع تعلق کرنے کا حکم ہے اور اس دنیا کے لئے خود کو مردہ تصور کرنے کی نیت اس اعتکاف کی روح ہے۔ کیا یہ احکامات خداوندی واضح اور بلند بانگ انداز میں نہیں بتا رہے ہے کہ سال میں ایک مہینہ (رمضان المبارک) ایسا بھی ہے جس میں ترک دنیا کی تربیت دے کر تمہیں اس قابل بنایا جائے گا کہ تم متقی ہو سکو کیونکہ خداوند عزوجل کو تمہارے بھوکا اور پیاسا رہنے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ وہ تو تمہیں متقی کرنا چاہتا ہے' ایسا متقی کہ جس کا دل خوف خدا سے بھر جائے اور یہی متقی "ذاکر الہٰی" ہوتے ہیں یہی حضرات وہ متقی ہوتے ہیں جو سال میں صرف ایک مہینہ کے دس دن ہی تک کے اعتکاف پر اکتفا نہیں کرتے۔ یہ اعتکاف تو ان کے لئے تربیت کی سالانہ مشق ہوتی ہے تاکہ دنیا کی محبت ان کے دلوں سے نکل جائے اور اس دنیا کی مادی آلائشوں کا ان کے قلب و روح پر کوئی برا اثر قائم نہ ہو سکے اور ان کا جسم مادی کثافت سے پاک ہو کر ایسا لطیف ہو جائے کہ بیوی بچوں کی محبت اور مصروفیت فتنہ نہ بن سکے بلکہ معبود کی خوشنودی کا ذریعہ بن جائے کیونکہ ان کا ہر لمحہ اور ہر عمل ذکر الہٰی کی برکت سے ان کے لئے ہمہ وقتی اعتکاف کے فیضان سے مملو ہو جاتا ہے۔ یہی حضرات اولیائے کرام ہیں جن کے بارے

Marfat.com

میں اللہ رب العزت نے اپنے کلام بلاغت نظام میں بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ یہ ذکر الٰہی میں صبح و شام مصروف رہتے ہیں اور اسکی تسبیح و تحلیل میں دن رات اس طرح گذارتے ہیں کہ رات کے حصوں میں صبح کے تڑکے سورج طلوع ہونے سے قبل اور کبھی سورج غروب ہونے سے پہلے الغرض ذکر الٰہی کا ان سے ایسا تعلق و ربط قائم ہو جاتا ہے کہ وہ ان کی جان بن جاتا ہے۔ ان ہی حضرات کے لئے اللہ رب العزت نے پندرھویں[۱۵] پارہ میں سورۃ الکہف کی اٹھائیسویں[۲۸] آیۃ میں ارشاد فرمایا ہے کہ "اور اپنے سانس (جان) ان سے مربوط اور مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر دوسروں پر نہ پڑیں۔ کیا تم دنیا کا سنگھار چاہو گے۔ اور اس کا کہنا ہرگز نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے تجاوز کر گیا۔" اللہ رب العزت کے اس واضح ارشاد کے بعد بھی کیا اس بات میں کسی قسم کا ابہام یا شک باقی رہ جاتا ہے کہ ہمارے زوال اور معاشرہ کی تباہی و بربادی کا واحد سبب یہ ہے کہ ہم نے اولیائے کرام یعنی ان حضرات کی صحبت ترک کر دی ہے جو صبح و شام اپنے رب کی تسبیح کرتے، اسی کو پکارتے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم عبادات کے روحانی فیضان سے محروم ہو گئے اور دل سے خوف خدا جاتا رہا ہے۔ اس کے برعکس ہم نے دنیا کے سنگھار کو اپنانے اور مادی ترقی کو دین سمجھانے والے حضرات کو جو علمائے دین کہلاتے ہیں اپنا رہبر بنا لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ اس حکم الٰہی کی خلاف ورزی تھی جس میں ہم سے کہا گیا تھا کہ "کیا تم دنیا کے سنگھار چاہو گے" اور ہم نے واقعی دنیا کے سنگھار کو پسند کر لیا کیونکہ ہمیں علمائے دین کہلانے والوں نے بتایا کہ دین یہی ہے اور ہمیں اللہ کے ذکر سے اس طرح دور کر دیا کہ جمعتہ المبارک کے فیضان سے متعلق سورۃ الجمعہ

Marfat.com

میں جس فضل الٰہی کو اللہ کے ذکر میں "تلاش کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اس فضل الٰہی کو ان علمائے دین کہلانے والے حضرات نے تجارت اور کھیل کی مصروفیت قرار دیدیا یہ بالکل واضح ہے کہ ہم نے ان حضرات کا کہنا مانا جن کے دل اللہ کے ذکر سے غافل ہو چکے ہیں اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چل کر اپنے (دینی کام کو) حد سے متجاوز کر چکے ہیں۔ اس کا نتیجہ ہمارے اعمال کی شکل میں معاشرہ کی تمام خرابیوں کا آئینہ دار ہو کر ہمارے سامنے ہے۔

میرے عزیزو! اولیائے کرام اور سلاسل تصوف سے وابستہ حضرات کی صحبت ہی در اصل وہ صحبت ہے جس کا اللہ رب العزت نے "کونوا مع الصادقین" فرما کر حکم دیا ہے اور اس کی وضاحت سورۃ الانعام کی باونویں آیت میں اس طرح ارشاد فرمائی "اور انہیں مت چھوڑو جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام (ہر وقت کثرت سے ذکر کرتے ہیں) اسکی رضا چاہتے ہیں تم پر ان کے حساب سے کچھ عائد نہیں ہوتا اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر اگر تم انہیں چھوڑ دو تو ظالموں جیسے ہو جاؤ گے۔" قرآن کی اس وضاحت کے بعد مسلمانوں کو ذکر و فکر میں مشغول رہنے والوں کی صحبت نہیں چھوڑنی چاہیئے تھی لیکن "علمائے دین" کہلانے والے گروہ نے "ذکر الٰہی" سے غافل کر کے معاشرہ میں وہ سب برائیاں پیدا کر دیں کہ جو دل میں خوف خدا نہ ہونے کے باعث پیدا ہو جانا چاہیئے تھیں۔ تسبیح و تحلیل اور ذکر و فکر کو "رہبانیت" قرار دے کر مومنوں کی عبادات کو بے روح کرنے میں شیطان نے اپنی جماعت کو بھرپور طور پر برسر عمل کر رکھا ہے جبکہ "حزب اللہ" بھی اپنے رب کے کرم سے مصروف عمل ہیں اور یہ کشمکش شروع ہی سے جاری ہے اور رہتی دنیا تک جاری رہے گی۔ قرآن کریم آدمؑ کے بیٹوں اور انسانیت کے دعویداروں کو ہمیشہ سے یہ پیغام دے رہا ہے کہ اے اپنے عمل میں با اختیار انسان اگر تو اپنی ذات کے

Marfat.com

اختیار کو استعمال کر کے اللہ کا ذکر کرے اور اپنے رب کو پکارے تو مسلمان اور مومن بن کر اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے لیکن اگر تو نے ایسا نہ کیا تو فطرت کے جبر سے مجبور ہو کر تجھے اپنے رب کو ضرور پکارنا پڑے گا کیونکہ یہ رب تبارک وتعالیٰ کا فیصلہ ہے جو اس نے اٹھارویں پارہ میں سورۃ النور کی اکتالیسویں آیت میں ارشاد فرمادیا ہے کہ "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں جو کچھ زمین اور آسمانوں میں پیدا کیا گیا اور پرندے پر پھیلائے ہوئے سب ہی نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح اور اللہ کو ان کے اس عمل کا علم ہے"۔ اے انسان کہلانے والے آدمؑ کے بیٹے تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو جبر سے اپنے رب کو جانوروں اور پرندوں کی طرح پکارے لیکن اپنے اس اختیار کو جو تجھے امتیازی طور پر دیا گیا تھا اور جس نے تجھے تمام مخلوق میں افضل ترین بنا کر مقام خلافت ربانی عطا فرمانے کی عزت بخشی تھی کام میں نہ لائے اور گمراہ ہو کر بھٹکتا پھرے اور ذکر خداوندی سے جن کے دل غافل ہو گئے ہیں ان کا کہنا مانتا رہے لیکن ان کا ساتھ چھوڑ دے جنہوں نے ذکر الٰہی کو رگ جاں بنایا اور اپنے سانسوں میں بسایا ہے۔ اللہ کے ولی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام اولیائے کرام کے سرخیل اور رہبر و مرشد ہیں جنہیں اللہ رب العزت کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت سے سات سال قبل چار سال کی عمر سے ذکر و فکر کی تعلیم کی بسم اللہ شریف اپنی صحبت میں غار حرا میں فرما کر یہ دولت عطا کی جس کی تقسیم اولیائے کرام کے ذریعہ قیامت تک ہوتی رہے گی۔ یوم علیؑ اسی تقسیم کی تقریب کا سالانہ عرس سراپا قدس ہے۔ جس کا مقدر جاگے گا وہ اس مینارہ نور سے روشنی حاصل کرے گا۔

علیؑ امام من است و منم غلام علیؑ
ہزار جانِ گرامی فدا بہ نام علیؑ

Marfat.com

ذکرِ الٰہی کے قرآنی فیضان

انقلابِ مُصطفیٰ و نظامِ مُرتضیٰ

اور

خلافتِ راشدہ

حضور آقائی و مولائی سیّدی و مُرشدی

شیخ المشائخ حضرت علّامہ

جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی

کے

خطبات سے اقتباسات

Marfat.com

کتاب "صور اسرافیل" پیش کرنے پر مبارکباد

ہم دستخط کنندگان ذیل

حلقہ علوی القادری کو اس کے اس کارنامے پر جو اس نے "صور اسرافیل" جیسی بلند پایہ مذہبی کتاب پیش کر کے انجام دیا ہے دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور آئندہ ہر سال اس قسم کی مطبوعات پیش کرتے رہنے کی توفیق کیلئے بارگاہ خداوندی میں دست بہ دعا ہیں۔

ہم ہیں امت محمدی کے لیئے قرآنی فیضان کے متمنی

محمد یٰسین — حامد علی بھوجانی

اے ون ڈیکوریشن سروس — بھوجانی ٹریولز لمیٹڈ

کچھی میمن سوسائٹی سراج الدولہ روڈ کراچی — ۳ موہن داس بلڈنگ ایم۔ اے جناح روڈ کراچی

جناب محمد اقبال میر اور جناب محمد جاوید میر

پریسٹیج ایڈورٹائزنگ لمیٹڈ

۹۔ کراچی چیمبرز حسرت موہانی روڈ کراچی

Marfat.com

نسل انسانی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسکے دو قوی ترین دشمنوں یعنی "نفس امارہ" اور شیطان کی نہ صرف نشاندہی فرمائی بلکہ "انقلاب مصطفےٰ" کے ذریعہ بدی کی ان دو عظیم طاقتوں سے اسے نجات بھی دلادی

۲ مئی ۱۹۸۱ء سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے زیر اہتمام مختلف مزارات پر حاضری کا سالانہ سلسلہ ۲ مئی ۱۹۸۱ء سے شروع ہوا جس کی افتتاحی حاضری حضرت عبداللہ شاہ اصحابی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف واقع ٹھٹھہ پر دی گئی صبح سات بجے بسوں اور کاروں کے ذریعہ قافلہ ۵/۸ ۲۸ عزیز آباد سے روانہ ہوا ٹھٹھہ پہنچ کر المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر اور سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے مرشد اعلیٰ شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے حلقۂ ذکر اور نماز جمعہ کے دو مختلف اجتماعات سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان اور انقلاب مصطفےٰ و نظام مرتضیٰ" کے زیر عنوان خطاب فرماتے ہوئے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ ساتھ تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی تشریح بیان فرمائی۔

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے

Marfat.com

فرمایا کہ اللہ رب العزت نے "کن" فرما کر اس کائنات کو وجود بخشا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم وبیش انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اس کائنات کے نظام کی تشکیل فرمائی لیکن انسان جو اشرف المخلوقات اور اس سرزمین پر خداوند عزوجل کا نائب و خلیفہ تھا اس کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں نے اس نظام کائنات کی شکست و ریخت کا کام بھی ساتھ ساتھ شروع کر دیا۔ جیسے جیسے یہ کائنات تدریجی نظام کے ذریعہ تکمیلی مراحل طے کرتی گئی نظام کائنات کی شکست و ریخت کا کام بھی ترقی پاتا چلا گیا تا آنکہ اللہ رب العزت نے کائنات اور بالخصوص ممتاز کائنات انسان کے لئے اپنا نظام (دین اسلام) اپنی رحمت کے ذریعہ معراج تکمیل تک پہنچا دیا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اور بالخصوص اشرف الانسان مومنوں پر یہ احسانِ عظیم فرمایا کہ اپنی رحمت کو پیکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں وجود بخش کر ان کی نجات کے لئے نازل فرما دیا تاکہ وہ ایک عظیم آخری اور قطعی انقلاب کے ذریعہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انسان کو بدی کی ان دو قوی ترین طاقتوں سے چھٹکارا دلا دیں جو انسان کے اندر اس کے اندرونی دشمن "نفس امارہ" کی حیثیت سے موجود ہے اور باہر سے اس اندرونی بدی کی عظیم طاقت کی رہبری اور رہنمائی کرنے والا مکار اور فریب کار قوی ترین دشمن ابلیس یعنی شیطان لعین کی صورت میں اسے اور اسکی خلافت خداوندی کی فضیلت و عزت کو تباہ کرنے میں مصروف ہے۔

چنانچہ نسل انسانی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والتسلیم نے اس کے دو قوی ترین اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی نہ صرف نشاندہی فرمائی جو "نفس امارہ" اور "شیطان" ہیں بلکہ بدی کی ان دو عظیم طاقتوں سے "انقلاب مصطفےٰ" کے ذریعہ نجات دلا دی جس کا حاصل کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ حضور محسن انسانیت ﷺ نے اعلان نبوت سے پہلے چالیس سال

تک اس اندرونی محاذ پر انقلاب کی عظیم کامیابی کا راستہ انسان کو دکھایا جو نفس امارہ کی تمام شرارتوں اور انسان دشمن کاروائیوں کا قلع قمع کرنے کا واحد راستہ تھا۔ غار حرا میں اس کا عملی تجربہ کر کے مثالی نمونہ کے طور پر نسل انسانی کے لئے مصلحتین اور صالحین کی تربیت کا انقلابی نظام" ذکر الٰہی اور فکر حضوری رب تعالیٰ" کے ذریعہ قائم فرمایا اور ایک مصلح انسانیت اور صالح المومنین کو غار حرا میں اس اندرونی محاذ پر انقلاب کی تربیت اس لئے دی تھی کہ اندرونی دشمن" نفس امارہ" کی تباہ کاریوں سے نجات حاصل کئے بغیر بیرونی دشمن شیطان سے چھٹکارہ پانا انسانوں کے لئے ممکن ہو ہی نہیں سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ سب سے پہلے اندرونی محاذ پر انقلاب لایا گیا اور" نفس امارہ" سے نجات کا ذریعہ" ذکر الٰہی اور فکر حضوری ربانی" کو بنایا گیا اور اسی کی تربیت پہلے مکمل کی گئی تاکہ طریقت کے نوری اور اندرونی نظام کو مستحکم کر کے بیرونی دشمن کا مقابلہ شریعت کے ظاہری ہتھیاروں سے کرنا آسان ہو جائے اور" انقلاب مصطفےٰ" کی تکمیل ہو سکے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا دین" نظام مرتضیٰ" کے ذریعہ جاری ہو سکے۔

میرے عزیزو! تمام ادیان عالم اور مذاہب انسانی میں اندرونی دشمن "نفس امارہ" سے مقابلہ کا رجحان موجود ہے اور انہوں نے اپنے اپنے طریقہ پر اس کا اہتمام بھی کیا ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے پہلے دنیا میں جس قدر بھی ادیان و مذاہب تھے وہ یا تو سرے سے باطل تھے یا اگر حق پر مبنی کوئی دین تھا بھی جیسے اسلام تو وہ خود نامکمل تھا اس لئے اس کائنات کی تدریجی تکمیل کے ساتھ مکمل اور منظم دین کی ضرورت واضح تھی۔ چنانچہ" انقلاب مصطفےٰ" نے اسکی تکمیل کی اور قیامت تک کے لئے اس کی تنظیم ضروری پائی۔ قرآن کریم ذکر حکیم نے جو اللہ رب العزت کی آخری اور مکمل کتاب ہے قیامت تک مومنین

Marfat.com

کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۃ الحسنہ" کو رہبری و رہنمائی کا ذریعہ قرار دیا اور مومنوں کی جماعت یعنی امت محمدیہ کو پوری انسانیت کی امامت و قیادت کی ذمہ داری سپرد فرمانے کا اعلان واضح طور پر کر دیا اور اس کا طریقہ کار بھی متعین فرما دیا۔ یہ کوئی سمجھ میں نہ آنے والی یا زیادہ غور طلب بات نہیں ہے کہ عمل کا اسوۂ حسنہ یعنی "بہتر نمونہ" مثالی و مماثل عمل کے سوا اور کسی ذریعہ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ عمل کی مثال تو عمل ہی سے پیش کی جاتی ہے اس لئے عمل کا نمونہ عمل کے بغیر پیش ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن ہماری سب سے بڑی کم نصیبی بلکہ بدبختی یہ ہے کہ خصوصاً تین چار صدیوں سے ہماری اکثریت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۂ حسنہ" کتابوں سے حاصل کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ کتابیں ہمیں حروف و الفاظ کے سوا اور کچھ نہیں دے سکتیں۔ یہ حروف و الفاظ خبر کی بہم رسانی کا بہترین مواصلاتی ذریعہ تو ہوتے ہیں لیکن عمل کا نمونہ یعنی "اسوۂ حسنہ" کی عملی و حقیقی صورت پیش کرنے سے یکسر قاصر ہوتے ھیں۔ یہ ایک ایسا حقیقی کائناتی کلیہ ہے کہ جسے آج تک نہ کوئی جھٹلا سکا ہے اور نہ آئندہ جھٹلا سکے گا کیونکہ اس کی تکذیب ممکن ہی نہیں ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم باشعور اور اہل عقل انسان کو جب کسی عمل کی ترغیب یا کچھ کرنے کی تعلیم دیتے ہیں تو وہ عمل نمونہ کے طور پر بار بار اس کے سامنے دہراتے ہیں تو پھر بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا عمل بغیر "عملی نمونہ" کے بار بار ہمارے سامنے آئے بغیر ہم اسے اپنا لیں اور اپنے عمل میں لے آئیں۔ یہی وجہ ہے کہ "انقلاب مصطفےٰ" کے عملی نمونہ کے طور پر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک خلیفہ کو "غار حرا" کی تنہائیوں میں اپنا رفیق بنایا اور ایک خلیفہ کو غار ثور کی صحبت کے لئے ہم سفر تجویز فرمایا تاکہ باطنی اور ظاہری دونوں محاذوں پر "انقلاب مصطفےٰ" کی تکمیل کا نمونہ پیش کیا جا سکے اور انقلاب کے بعد تنظیم کا کام

Marfat.com

پوری خوش اسلوبی کے ساتھ قیامت تک جاری و ساری رہے۔ تاریخ گواہ ہے اور اس کا مطالعہ یہ مشاہدہ پیش کرتا ہے کہ غار حرا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک راز مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام قیامت تک کے لئے طریقت کی تنظیم کے سرخیل و رہنما ہیں کیونکہ وہ تمام ہی سلسلہ ہائے طریقت کے پیشوا اور امام ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظام شریعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفۃ الرسول ہونے کی حیثیت سے "اسوۂ حسنہ" کی عملی تشکیل ہیں۔ چنانچہ "انقلاب مصطفےٰ" کی جس تنظیم کا نمونہ اولیائے کرام نے بار بار ہمارے سامنے پیش کیا ہے وہ طریقت ہے۔ اولیائے کرام کا یہ نمونہ ہر دور میں ہمارے سامنے پیش ہوتا رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک اپنی اصلی شکل میں پیش ہوتا رہے گا۔ اسی تنظیم کے نظام کو ہم "نظام مرتضیٰ" کے نام سے پکارتے ہیں جو "انقلاب مصطفےٰ" کو زندہ اور متحرک کئے ہوئے ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک زندہ اور متحرک رکھے گا۔

نظام مرتضیٰ کی حیثیت دین مبین میں اساسی ہے

۹ مئی ۱۹۸۱ء سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے زیر اہتمام اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی

Marfat.com

دوسری حاضری حضرت عبداللہ شاہ صاحب غازی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف واقع کلفٹن پر دی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں تبرک تقسیم کیا گیا۔ حاضرین کے کثیر اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان اور" انقلاب مصطفےٰ و نظام مرتضیٰ" کے زیر عنوان خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی تشریح بیان فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا کہ لفظ "نظام" یوں تو ایک چھوٹا سا چہار حرفی لفظ ہے لیکن یہ ایک ایسی حقیقت کے وجود کی غمازی کرتا ہے جس پر ساری کائنات کے قیام کا انحصار ہے۔ اس کے برعکس لفظ "انتشار" اسی قدر اہمیت کے ساتھ تباہی و بربادی کا آئینہ دار ہے جس کا کائنات کی ہر شے پر اطلاق ہوتا ہے اور مخلوق کا کوئی حصہ اس سے مبرا نہیں ہے۔ اللہ رب العزت کی نازل کردہ کتاب محکم میں "نظم و ضبط" کی افادیت اور افتراق و انتشار کی تباہ کاریوں کو پوری وضاحت کے ساتھ مثال در مثال بیان کیا گیا ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت آدمؑ کی نسل کو انسانیت کے نظم و ضبط سے نواز کر افتراق اور انتشار کے شیطانی کرتوتوں کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لئے ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تا آنکہ تکمیل نظام کائنات کا مرحلہ آگیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ التسلیم نے دین مکمل کی تشکیل فرما کر قیامت تک کے لئے انسان کو ایک انقلابی نظام عطا فرمادیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انقلابی نظام کو کسی آرڈیننس کے ذریعہ نافذ نہیں فرمایا بلکہ تدریجی عمل کی تربیتی تدریس کے ذریعہ اسے وجود بخشا اور دنیا کو یہ راستہ دکھایا کہ صحت مند اور صالح

Marfat.com

معاشرہ افراد کی اصلاح اور تعمیر اخلاق و روحانیت کے ذریعہ وجود میں آیا کرتا ہے۔ جب معاشرہ اپنے کلی وجود کی حیثیت میں صالح اور صحت مند ہو جاتا ہے تو اس سے ایک اچھی حکومت ظہور میں آتی ہے جو ایک فلاحی مملکت کی مثالی سلطنت ہوتی ہے۔ درحقیقت یہی انقلابی نظام دین اسلام کا وہ نظام ہے جسے آپ انقلاب مصطفیٰ سے قائم کیا ہوا "نظام دین اسلام" کہہ سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارا یہ سوچنا کہ حکومت جب تک اسلامی قدروں کی حامل نہ ہوگی یعنی جب تک حکومت کی سطح پر نظام اسلام کا نفاذ نہیں ہوتا اس وقت تک معاشرہ میں نظام اسلام قائم نہیں ہو سکتا، سخت قسم کی غلطی بلکہ ناقص سوچ کے سوا اور کچھ نہیں میرے عزیزو! یہ سوچ اور فکر گھوڑے کے آگے گاڑی جوتنے کے مترادف ہے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی خبر ہمیں واضح طور پر یہ بتا رہی ہے کہ سرکار علیہ السلام نے سب سے پہلے "انقلاب" کی ابتداء اپنے کمسن چار سالہ بھائی حضرت ابوطالب کے فرزند حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہم السلام سے فرمائی جنہیں آپ اعلان نبوت سے سات سال پہلے اپنے ساتھ غار حرا میں تعلیم ذکر و فکر کے لئے لے جایا کرتے تھے اور یہ تدریجی عمل اس تربیتی تدریس کی تکمیل کے لئے ضروری تھا جس نے حضرت علیؓ کو علم کا دروازہ بنا دیا۔ اب آپ ذرا غور فرمائیں کہ چار سال کی عمر آج بھی دنیا بھر کے مسلمانوں میں بچوں کی تدریس کے لائق سمجھی جاتی ہے اور رسم بسم اللہ اسی عمر میں ادا کر کے بچہ کو تعلیم کے قابل سمجھا جاتا ہے، اس طرح اس کی تعلیم کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کے لئے کس تعلیم کو منتخب کیا گیا تھا۔ یہ تعلیم "ذکر الٰہی" کی تعلیم کے سوا اور کیا تھی کیونکہ پوری امت بلاتفریق مکاتب فرقہ و فقیہہ تسلیم کرتی ہے کہ حضور علیہ السلام غار حرا میں "ذکر الٰہی" اور "مشغول فکر حضوری ذات باری" میں مصروف رہا کرتے تھے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے

Marfat.com

پہلے بلکہ اس وقت تک اکیلے تنے شاگرد کو جو اس تخلیہ کا واحد رازدار تھا اسی عمل کے تدریجی مرحلوں سے آشنا فرمایا کرتے تھے اور یہ اس لئے تھا کہ اللہ رب العزت کے سورۃ الانفال کی دوسری آیۃ میں ارشاد کے مطابق مومن (ایمان لانے والا) ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس کے دل میں خوف خدا پیدا ہو جو ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق ذکر الٰہی ہی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد آیات ربانی کا مشاہدہ اس کے ایمان کو اس قدر مضبوط کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ پر توکل کر سکے اور جب وہ اس تدریجی عمل کے ذریعہ متوکل ہو جائے گا تو پھر وہ اس قابل ہو جائے گا کہ نماز قائم کرلے اور جو کچھ اللہ رب العزت نے اسے نعمت عطا فرمائی ہے اس میں سے اس کے نام پر خرچ کرلے اس طرح وہ "سچا مومن" اور ان درجات اعلیٰ کا مالک بن جائے جو اس کے لئے اس کے رب کے پاس ہیں۔ آخرت میں اس پر مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور دنیا میں اسے عزت و حرمت والی روزی جسے زبان خلق سے تبرک کہلایا جاتا ہے عطا کی جائیگی۔

اس صورت اور شکل میں انقلاب مصطفےٰ سے دنیا کو بہرور کیا گیا اور مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابوتراب علیہ السلام پر اس انقلاب مصطفےٰ کی تنظیم کی ذمہ داری اس لئے عائد کی گئی کہ وہ واحد ہستی اور شخصیت تھی کہ جس نے اس انقلاب کے زیر سایہ تربیتی تدریس حاصل کی تھی اور اندرونی طور پر "نفس امارہ" و بیرونی طور پر شیطان لعین کی انتشار و افتراق پردازی کا مقابلہ کر کے ایک نظام طریقت قائم کرنے کی صلاحیت اور قابلیت کا طرۂ امتیاز غار حرا میں حاصل کیا تھا۔ چنانچہ نظام مرتضیٰ کی حیثیت دین مبین میں اساسی ہے اور اس بنیاد ہی پر اللہ رب العزت کی اس خلافت ارضی کا محل تعمیر ہوا ہے جو خالص طور پر دین اسلام کا تشخص ہے کیونکہ اسلام کے بغیر نہ کوئی انسان اشرف المخلوقات ہو سکتا ہے اور نہ ہی خلیفۃ اللہ۔

Marfat.com

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے تیرھویں پارہ میں وارد سورۃ الرعد کی آخری آیتہ کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت کے اس ارشاد کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو انسانیت بلکہ پوری کائنات کے لئے آخری اور مکمل "انقلاب" ہے کی گواہی کیلئے کہ اللہ کافی ہے اور وہ شخص کہ جس کے پاس "علم الکتاب" ہے۔ کتاب کا علم اگر قرآن کریم کے علم کو فرمایا گیا ہے تو یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس آیتہ مبارکہ کے نزول کے وقت کلام الٰہی کی تنزیل و ترسیل جاری تھی اور کتاب زیر تکمیل تھی۔ قرآن کریم کا نزول مکمل نہ ہوا تھا اس لئے کتاب کے علم کا مکمل ہونا ممکن نہ تھا۔ اس وجہ سے کتاب کے معنیٰ ذکر الٰہی کے ہیں جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم اور کتاب مبین کے معنی میں لفظ "ذکر" کو اپنے کلام بلاغت نظام میں متعدد جگہ ارشاد فرمایا ہے۔ بیشک غار حرا میں "ذکر الٰہی" کا کورس کم از کم ایک شخصیت مولائے کائنات ہی کی ہے کہ جو پورا کر چکی تھی۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کو اور اس عالم شواہد میں اہل الذکر کو کافی سمجھا گیا۔ چنانچہ نبوت کے بارے میں اہل الذکر کی شہادت اور اس کے علم کے بارے میں چودھویں پارہ میں سورۃ النحل کی تینتالیسویں آیتہ اور سترھویں پارہ میں سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیتہ ان الفاظ کے ساتھ اعادہ کرتی ہیں کہ "اگر تمہیں علم نہیں (نبوت کے بارے میں) تو اہل الذکر سے دریافت کرو۔"

میرے عزیزو! ذرا غور فرمانے کا مقام ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس معمورۂ عالم میں ذاتی طور پر موجود اقدس کے ساتھ کار نبوت انجام دے رہے تھے تو اس دور کے انسانوں کے سامنے آپ کی نبوت کے لئے صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی گواہی کو ہی کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ ان میں موجود شخصیت اہل الذکر یا صاحب علم الکتاب کی شہادت کو ملا کر کافی فرمایا گیا ہے۔ تو اس نبوت کے قیامت تک جاری و ساری

Marfat.com

رہنے کی صورت میں یوم معلوم تک آنے والی نسل بنی آدم کے سامنے شہادت دینے والی شخصیت کا وجود اور ظہور تو لازمی طور پر ضروری اور لابدی ہوا۔ چنانچہ اس کے لئے ایک نظام کی ضرورت لازم تھی اور وہ نظام مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابوتراب علیہ السلام کے ذریعہ قائم کیا گیا جسے نظام طریقت یعنی نظام مرتضیٰ کہتے ہیں اولیائے کرام کے ذریعہ خلافت ارضی کا جو سلسلہ رشد و ہدایت جاری و ساری ہے وہ قیامت تک کبھی ختم نہیں ہو سکے گا کیونکہ نظام مرتضیٰ کو چلانے اور قائم رکھنے کے لئے خلافت راشدہ کا وجود لازم و لابدی ہے یہی وجہ ہے کہ نواسۂ رسول مولا حسن علیہ السلام نے اس نظام خلافت کو نظام سیاست سے الگ کر کے خلافت راشدہ اور سیاسی امریت کو علیحدہ علیحدہ کر دیا اور ان کے بھائی حسین علیہ السلام نے اس نظام خلافت راشدہ کو قائم رکھنے کیلئے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں فرمایا۔

خلافت ارضی سے مراد خلافت رشد و ہدایت ہے جس پر صرف اللہ رب العزت کا صالح، مومن، متقی اور متوکل بندہ ہی فائز ہو سکتا ہے

۵ / مئی ۱۹۸۱ء سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقۂ علویہ کے زیر اہتمام اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی تیسری حاضری قطب الاقطاب حضرت سید شاہ عالم صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف واقع عیدگاہ میدان بندر روڈ پر دی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں تبرک تقسیم کیا گیا۔ حاضرین کے کثیر اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان اور

Marfat.com

"انقلاب مصطفٰے و نظام مرتضیٰ" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی روشنی میں فرمایا کہ۔

نسل انسانی کا ہر معاشرہ اور امت جو اس کرہ ارض کے شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک کسی بھی خطہ میں سانس لے رہا ہے خود اپنی ذہنی اور عقلی قوتوں سے پیدا کردہ تباہی و بربادی کے امکانات کی نشانیوں اور آثار کو دیکھ کر حیران و پریشان ہے کہ اس دنیا کا کیا حشر ہونے والا ہے۔ دانشور اور مفکرین کا گروہ اس اندیشہ سے بے چین ہے کہ دنیا کو جو بارود سے بھری ہوئی ہے ایک چھوٹی سی چنگاری کی ہلاکت خیزی بھک سے اڑا دینے کے لئے کافی ہے۔ ہر معاشرے اور طبقے کا انسان تباہی و بربادی کے اس ہلاکت خیز خطرہ سے دنیا کو بچانے اور امن کا گہوارہ بنائے رکھنے کی جستجو میں سکون قلب سے محروم ہو چکا ہے۔ ہر ملک اور ہر قوم میں ایک ہل چل اور ایک افراط و تفریط ہے۔ تو کیا واقعی دنیا کا خاتمہ قریب ہے؟ یہ سوال ہم مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ قابل غور ہے کیونکہ ہم قرآنی شہادت کے ساتھ یہ یقین رکھتے ہیں کہ دنیا کی قوموں میں" امت مسلمہ" کو امامت اور رہبری کے فرائض ادا کرنے کے لئے چنا اور منتخب کیا گیا ہے۔ اس لئے اس دنیا میں بسنے والی ہر قوم سے زیادہ مسلمانوں پر اس نظام کائنات کو درست رکھنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ ذمہ دار امت اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور اپنا فرض انجام دینے کے لائق نہیں رہی کیوں کہ اس نے اپنے اس کردار کو جو اس نظام ارضی میں اللہ رب العزت نے اسے اپنی خلافت سے نواز کر عطا فرمایا تھا پوری طرح برباد کر دیا ہے۔ وہ یہ بھلا بیٹھی

Marfat.com

ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ کی امین ہے۔

اسی خلافت راشدہ کی امین کہ جس کا قیام حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کے ظہور سے لیکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ بلکہ اس امت کے ذریعہ جو مسلمان کہلاتی رہی ہوتا چلا آیا تھا۔ یہ خلافت راشدہ درحقیقت وہی نظام تھا جس کی تکمیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ نے "انقلاب مصطفےٰ" کے ذریعہ فرمائی اور اللہ رب العزت نے یہ اعلان فرما دیا کہ "آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی (وہ) نعمت (جو اب تک بتدریج نازل ہورہی تھی) تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کرلیا"۔ درحقیقت یہ نعمت جو بہ تمام و کمال عطا کی گئی ہے وہ "صلاحیت" تھی جس کا خلافت راشدہ کے نظام کو قیامت تک جاری رکھنے کے لئے ہونا ضروری تھا۔ خلافت راشدہ کو قائم رکھنے اور نظام کو چلانے کے لئے اعلان نبوت سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلاحیت کو مومنوں میں پیدا کرنے اور تقسیم کرنے کا تدریسی عمل غار حرا کی عبادات و ریاضات سے شروع فرمایا جس میں مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام چار سال کی عمر کو پہنچ کر حصول علم کی بسم اللہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ یہ نظام ظاہری بھی تھا اور باطنی بھی۔ اس کا باطنی شعبہ "تصوف و سلوک" کہلایا جو طریقت محمدی کا پوری طرح آئینہ دار تھا اور جسے وجود و شہود اور غیب و ظہور کے رازداروں کے لیے مخصوص کیا گیا۔ یہ شعبہ نفس امارہ کی شرارتوں اور شیطان کی ہلاکت خیزی و تباہ کاریوں کا سدباب بلکہ قلع قمع کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ دوسرا شعبہ صرف ظاہری عبادات اور قانونِ شرع کے نفاذ سے متعلق تھا۔ اس شعبہ کا تعلق کائنات کے مادی نظام اور صالح معاشرہ کے قیام سے تھا۔ چنانچہ جب انقلاب مصطفےٰ نے ان دونوں شعبوں کی تکمیل کردی

Marfat.com

تو" اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" کا اعلان ہوا۔ یہ بات فیصلہ کن طور پر کہی جاسکتی ہے کہ نظام شرعی جسے ہم نفاذ شریعت کا نظام اسلام کہتے ہیں صالح معاشرہ کے قیام کے بعد ظہور میں آیا ہے اور شرعی احکامات رفتہ رفتہ نافذ ہوتے ہیں یہ سب جانتے ہیں کہ موجودہ دور میں نسل انسانی کے تمام معاشرے گمراہ، تباہ کاریوں کے حامل اور فتنہ و فساد کے علم بردار ہو چکے ہیں۔ خود ہمارا معاشرہ جسے "اُمّتِ مسلمہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے بگڑ چکا ہے اور اسے سدھارنے، درست کرنے بلکہ اصلاح کرنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس بگڑے ہوئے معاشرہ کے باوصف "نظام اسلام" کے نفاذ کی مساعی بھی جاری ہیں۔ اس صورت حال کو اگر گاڑی کے پیچھے گھوڑا جوتنا نہیں کہیں گے تو اور کیا کہا جائے گا۔ ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ موجودہ صورت حال میں کیا واقعی ہم نظام اسلام قائم کر سکتے ہیں؟ کیا یہ وہی نظام اسلام ہو گا جسے اللہ رب العزت نے وجود آدم کے ساتھ قائم فرمایا تھا جس کی تکمیل انقلاب مصطفےٰؐ نے کر دی تھی اور جسے خلافت راشدہ کا نام دیا جانا چاہیئے۔ یہ خلافت راشدہ ہی تو تھی جو آدم علیہ السلام کو دی گئی تو ان کو رشد و ہدایت کی راہ سے ہٹانے اور گمراہ کرنے والی بدی کی دو مسلّم طاقتوں یعنی ظاہری شیطان اور باطنی نفس امارہ سے نبرد آزما ہونے کے لئے پنجتن پاک کے اسمائے نوری کے ہتھیار سے بھی لیس کیا گیا جب اس خلافت راشدہ کی تکمیل انقلاب محمدیؐ کے ذریعہ کی گئی تو غار حرا میں "ذکر الٰہی" کا وہ مکمل ہتھیار مومنوں کو عطا ہوا جس سے شیطان اور نفس امارہ کی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کیا جاسکتا تھا کیونکہ ذکر الٰہی مومنوں کے دلوں میں خوف خدا پیدا کر دیتا ہے جو برائیوں سے بچنے اور متقی ہونے کا ذریعہ ہے۔ جس کے بعد اللہ کی نشانیوں سے ایمان زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اور مومن اللہ پر توکل کر کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ نماز کے قیام اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لئے تقسیم کرنے

Marfat.com

کا اہتمام کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ ایسے حضرات ہی کو "مومن برحق" اور سچے مومن ہونے کی سند حاصل ہوتی ہے اور ان کے رب کے پاس ان کے لئے بڑے بڑے درجے، عہدے اور مقام ہیں۔ اس دُنیا میں اور آخرت میں ان کے لئے مغفرت کے دروازے کھُل جاتے ہیں اور ان کو عزت کی برکت والی روزی ہمیشہ ملتی رہتی ہے۔ درحقیقت یہی وہ مومن معاشرہ ہے اور یہی وہ امت ہے جس کا انتخاب اللہ رب العزت نے پوری نسل انسانی میں تمام قوموں کی امامت اور رہبری کے لئے کیا تھا چنانچہ اصل بگاڑ یہ ہے کہ ہمارے قلوب سے خوف خدا جاتا رہا کیونکہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم فرمائے ہوئے اس نظام اور طریقہ کو جو "ذکر الٰہی" کی تخم ریزی سے ہرا بھرا درخت بنا تھا سرے سے ترک کر دیا۔ اس لئے معاشرہ شیطان کے چنگل کی گرفت میں آگیا اور اسکی گدی نفس امارہ نے پوری طرح دبوچ لی۔ اس طرح نظام خلافت راشدہ جو انسان کی رشد و ہدایت کے لئے قائم کیا گیا تھا صرف مادی حیثیت اختیار کر گیا اور ہم نے کھلم کھلا خلافت راشدہ کو صرف ان چار ادوار تک محدود کر دیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شروع ہوئے لیکن اللہ رب العزت کا یہ نظام جسے قیامت تک کے لئے قائم کیا گیا تھا مٹا نہیں بلکہ قائم ہے اور قائم رہے گا۔ انقلاب مصطفےٰ کو نظام کے تحت لا کر چوتھے خلیفہ کے جانشین پانچویں خلیفۂ راشد حضرت امام حسن علیہ السلام نے اسے جاری رکھا اور اپنے فرزند حضرت حسن مثنیٰ اور چھوٹے بھائی حضرت امام حسینؑ کے ذریعہ اسے کائنات میں رشد و ہدایت کا مخصوص نظام بنا دیا جسے نظام طریقت کہا جاتا ہے۔ درحقیقت تصوف کے معنوی اور حقیقی نظام ہی کو خلافت راشدہ کا نظام کہا جانا چاہیئے جس کی بُنیاد صرف اور صرف رشد و ہدایت ہی کے لئے ڈالی گئی تھی۔ خلافت ارضی سے مراد یہی خلافت رشد و ہدایت ہے جس پر صرف اللہ

Marfat.com

رَبُّ العزت کا صالح، مومن، متقی اور متوکل بندہ ہی فائز ہو سکتا ہے۔ زمینی حکومت و نظام سلطنت اگر اس نظام رشد و ہدایت کی اتباع اور زیر نگرانی ہو تو بیشک خلافت اسلامی کہلائی جا سکتی ہے لیکن صرف نظام سلطنت و حکومت کو خلافت کا نام دے کر ہم نے ماضی میں اس قدر فاش، خطرناک بلکہ ہلاکت آفریں غلطی کی تھی کہ جس کے نتیجہ میں پوری امت مسلمہ کا معاشرہ خراب اور تباہ و برباد ہو گیا کیونکہ تخت سلطنت پر بیٹھ کر زمام حکومت سنبھالنے والا ہر شخص نہ صالح ہو سکتا ہے اور نہ مومن اور پھر متقی اور متوکل ہونا تو بہت بڑی بات ہے۔ چنانچہ ہمارے معاشرہ کی تباہی میں ان خلیفاؤں کا بہت بڑا ہاتھ ہے جن کا کردار ناقص اور بگڑا ہوا تھا کیونکہ ان کے زیر اثر معاشرہ ان کی اتباع اور پیروی میں خراب ہوتا چلا گیا۔ ایسے حالات میں اللہ رب العزت کے وہ مومن بندے جنہوں نے منازل وجود و شہود اور غیب و ظہور طے کر کے خلافت رشد و ہدایت حاصل کی تھی اپنے اصلاحی کاموں میں مصروف رہے۔ چنانچہ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے دین مبین کو زندہ رکھ کر محی الدین کا پاکیزہ لقب پایا اور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں تبلیغ کے ذریعہ اسلام کا بول و بالا کر کے معین الدین کا خطاب حاصل فرمایا۔ یہ سلسلہ رشد و ہدایت جو خلافت راشدہ کے ذریعہ ان اولیائے کرام نے جاری رکھا تھا ابھی تک جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری و ساری رہیگا۔ اولیائے کرام اپنے مریدین و تابعین کو رشد و ہدایت پر متمکن کر کے خلافت سے نوازتے رہیں گے اور اصلاح معاشرہ کا کام جاری و ساری رہیگا۔

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے آخر میں فرمایا کہ کاش اگر ہمارے عوام اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کے ساتھ ساتھ ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے اور ان کی رشد و ہدایت کی تعلیمات پر عمل کرنے پر بھی توجہ دیں تو یہ معاشرہ نہ صرف اصلاح یافتہ ہو جائے بلکہ اس تاریکی کے دور میں دنیا کی تمام قوموں کے لئے مسرت و امید کی روشنی پھیلانے والا مینارہ نور بنکر ان کی رہبری اور امامت کے فرائض انجام دینے کی قرآنی شہادت کے مطابق کردار کا مالک ہو جائے گا۔

Marfat.com

اِسلام کے سلامتی والے راستے کے علاوہ جس قدر بھی دوسرے راستے "مذاہب یا ادیان ہیں سب تباہی و بربادی اور اِنسانیت کے پردے میں چھپی ہوئی درندگی کے راستے ہیں

۲۲ مئی ۱۹۸۱ء سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقۂ علویہ کے زیر اہتمام اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہٗ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی چوتھی حاضری حضرت سید شاہ نور علی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ واقع تین ہٹی پر دی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں تبرک تقسیم کیا گیا حاضرین کے کثیر اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" اور "انقلاب مصطفےٰؐ و نظام مرتضیٰؓ" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی روشنی میں فرمایا کہ۔

اللہ رب العزت نے اولاد آدم کو شرف و کمال کا وہ آخری مقام کہ جس کے بعد ارتقاء کا کوئی درجہ باقی نہیں رہتا "انقلاب مصطفےٰؐ" کے ذریعہ عطا فرما کر واضح طور پر اعلان فرما دیا کہ ہم نے اپنی "نعمت" تمام کردی۔ اب شرف انسانی کے لئے دین مبین

Marfat.com

"اسلام" ہی معیارِ آخری ہے جس کی تکمیل ہو چکی ہے۔ اس سلامتی والے راستہ کے علاوہ جس قدر بھی دوسرے راستے، مذاہب یا ادیان ہیں سب تباہی و بربادی اور انسانیت کے پردے میں چھپی ہوئی درندگی کے راستے ہیں جن کی منزل امن و سلامتی کے برعکس وہی خونریزی و فتنہ و فساد ہے جو آدم میں موجود "نفس امارہ" کا خاصہ اور مزاج بلکہ اس کے وجود کی عملی شہادت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک روئے زمین پر جتنے بھی انقلابات آئے ہیں وہ سب کے سب اس کے مادی اور روحانی ارتقاء کا محض ایک حصہ تھے اور ان میں سے کوئی انقلاب بھی مکمل نہ تھا۔ ان انقلابات کی تکمیل جو ارتقاء کے تدریجی عمل کا اقدام تھے اسلام کے اُس آخری اور مکمل انقلاب نے کر دی جسے اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ پایۂ تکمیل تک پہنچا کر انسان کو اشرف المخلوقات اور زمین پر اپنا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اُس اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا جہاں سے آگے مخلوق کے لئے کوئی شرف و کمال کا مقام یا ارتقاء کی منزل باقی نہیں رہتی۔ یہ محض ہمارا دعویٰ اور قرآنی شہادت کے ساتھ عقیدہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا ہر باشعور انسان تاریخ کے آئینہ میں مشاہدہ کر سکتا ہے اور اس کے عملی نمونے اپنے ساتھ رہنے سہنے اور چلنے پھرنے والی انسانی مخلوق میں دیکھ سکتا ہے جن کی اگرچہ کہ بہتات اور کثرت نہیں ہے لیکن ان کا وجود معدوم و مفقود بھی نہیں ہے۔ ارتقاء کا یہ آخری مقام "مردِ مومن" کے پیکر میں دُنیا کی قوموں کے مشاہدہ کے لئے موجود ہے اور ہر دور میں موجود رہا ہے جس کے اوصاف حمیدہ بیان فرماتے ہوئے اللہ رب العزت نے نویں پارہ میں سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات میں ارشاد فرمایا کہ "اللہ کے مومن بندے وہی لوگ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ خوف انہیں بصیرت کا وہ مقام عطا فرماتا ہے کہ وہ جب اللہ

Marfat.com

رب العزت کی نشانیوں کا مطالعہ یا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط و مستحکم ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ رب العزت پر توکل یعنی بھروسہ کرنے کے اعلیٰ ایمانی مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور اس قابل ہو جاتے ہیں کہ نماز قائم کریں۔ چنانچہ یہی وہ حضرات ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتیں اسکی خوشنودی و رضا کے لئے اسکی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔" درحقیقت یہی حضرات وہ سچے اور پکے مومن ہوتے ہیں جو شرف و کمال انسانی کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتے ہیں جس سے آگے ارتقاء انسانی کے لئے کوئی اور مقام نہیں ہے اور "انقلاب مصطفےٰ" جو انسان کو اللہ رب العزت کے خلیفہ کی حیثیت سے جس شرف کی تکمیل سے نوازنے کے لئے نازل و نافذ ہوا تھا وہ اس کے حامل و مالک ہو جاتے ہیں۔ انسانوں کا یہ مشرف و ممتاز معاشرہ ہی وہ معاشرہ ہے جو تمام اقوام عالم کی رہبری و امامت کے فرائض انجام دیتا رہا ہے اور دنیا کے آخری انجام تک دیتا چلا جائیگا اور "انقلاب مصطفےٰ" کو منظم کر کے ایک نظام اور سلسلہ کی حیثیت سے "نظام مرتضیٰ" قائم و دائم ہے جسے عام طور پر "تصوف و طریقت" کا نظام کہا جاتا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ انقلاب اپنی افادیت کو دوام اس وقت تک نہیں بخش سکتا جب تک کہ وہ "نظام" کی شکل نہ اختیار کرلے۔ "انقلاب مصطفےٰ" کے لئے بھی ایک نظام ضروری تھا جو آخری ارتقائی نظام ہو۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے "خلافت راشدہ" کے ذریعہ اس کی تکمیل فرمائی اور اسے قیامت تک کے لئے اقوام عالم کی قیادت کے لئے جاری فرمادیا۔ یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ ہم مسلمانوں نے "خلافت راشدہ" کے اس ازلی و ابدی نظام کو جسے اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر یوم مقررہ تک کے لئے نافذ و جاری فرمایا تھا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف چار ادوار پر مشتمل جان کر معدوم و مفقود

Marfat.com

سمجھ لیا حالانکہ اس کائنات کو اپنے آخری انجام تک اس نظام کی ضرورت ہے اور رہیگی اور اسے وقت آخر تک نہ معدوم و مفقود کیا جاسکتا اور نہ مٹایا جاسکتا ہے کیونکہ یہ خالق و مالک کائنات کا جاری کردہ اور اسکی مرضی و منشاء کے مطابق جاری رہنے والا نظام ہے۔ چنانچہ "خلافت راشدہ" کے مشہور و معروف چار ادوار کے بعد بھی یہ "سلسلۂ خلافت راشدہ" جاری و ساری ہے اور اس نظام کے تحت جسے آپ "نظام مرتضیٰ" یا سلسلہ ہائے طریقت یا مسلک تصوف یا راہ سلوک کچھ بھی نام دیں اپنے اصل مقاصد یعنی انسان کی رہبری و امامت کے لئے موجود اور منظم ہے۔ اولیائے کرام کا یہی نظام جس کے سربراہ و امام حضور مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام ہیں حقیقی معنوں میں "خلافت راشدہ" کا نظام کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ اس نظام طریقت کو نظام مرتضےٰ کہنے کا مقصد اور مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ حضور مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہٗ اس کے مؤسس، بانی یا موجد ہیں کیوں کہ یہ نظام جیسا کہ اس سے پہلے بھی میں کہتا رہا ہوں ازلی اور ابدی ہے اور اس کی چوتھے خلیفۂ راشد سے نسبت صرف یہ ہے کہ "انقلاب مصطفےٰ" کو منظم کرکے خلافت راشدہ کو محض حکومت کی سربراہی و امور سلطنت کی نگرانی کی ذمہ داریوں کے مقصد تک محدود ہونے سے بچانے کے لئے اسے اصلاح وارتقائے انسانی کی اہم ذمہ داری کی طرف موڑ کر اس کے اصل مقصد یعنی "نفس امارہ" کی خونریزی اور ہلاکت آفرینی کے خلاف جہاد میں فتح حاصل کرکے انسان کو اس زمین پر خلیفۃ الارض کا حقیقی منصب عطا کرنے کا ذریعہ بنانے والے پہلے سربراہ خلافت راشدہ ہیں انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اہم ذمہ داری اور منصب کو پورا کرنے کی تربیت غار حرا میں خاص طور پر دی تھی یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی

Marfat.com

تربیت اور عطائے فیض باطنی ہی کا صدقہ تھا کہ حضرت علیؑ "مولائے کائنات" کے منصب پر فائز ہوئے کیوں کہ خالق کائنات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لائے ہوئے عظیم الشان "انقلاب مصطفےٰ" کی تکمیل فرما کر اپنی وہ نعمت جو کائنات کی خلافت و حکومت کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عطا فرمائی تھی بدرجہ کمال تک پہنچا کر تمام کر دی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کائنات کے لئے اپنی رحمت کا ظہور فرمانے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خلیفۂ کل کا وجود عطا فرمایا اور حضورؐ نے اس "انقلاب مصطفےٰ" کو منظم کرنے کے لئے "میں جس کا مولا ہوں یہ علی اس کا مولا ہے" فرما کر علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام کو مولائے کائنات بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ چوتھے خلیفۂ راشد نے مسجد کوفہ کے منبر سے ببانگ دہل یہ اعلان فرمایا کہ "اس سے پہلے کہ میں (علیؑ) تم میں نہ رہوں، پوچھ لو جو کچھ پوچھنا چاہو کیونکہ زمین سے حجاب اکبر (عرش) تک کوئی چیز ایسی نہیں جسے میں نہ جانتا ہوں" مولائے کائنات کا یہ اعلان سلونی، اللہ رب العزت کے اس ارشاد کے مطابق تھا کہ جو سورۃ النحل کی تینتالیسویں اور سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات میں رازہائے نبوت اور اسکی حقیقت سے متعلق ہے۔ ان دونوں آیات میں یہ الفاظ موجود ہیں "پس اہل ذکر سے دریافت کر لو (پوچھ لو) اگر تم علم نہیں رکھتے"۔ چنانچہ سلونی کا اعلان ان رازوں کے لئے تھا جن کا انکشاف صرف محرم پر ہوا کرتا ہے نامحرم پر نہیں اور اہل ذکر محرم رازہائے نبوت ہوتے ہیں۔ چونکہ مولائے کائنات امام الذاکرین ہیں اس لئے یہ اعلان سلونی صرف ان کو اور ان کی عطا سے فیضیاب ہونے والوں ہی کو زیب دیتا ہے۔ چنانچہ چوتھے خلیفۂ راشد کے اس عظیم الشان اعلان کو اگر اس کے حقیقی معنوں میں سمجھا جائے تو اس کرۂ ارض کے لئے نجات کی راہ صاف ہو جاتی ہے لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ہر انسان نے اس اعلان کو بھی اپنے اپنے ذہنی رجحان اور اپنے

Marfat.com

"نفس" کی حالتوں کے معیار کے مطابق سمجھا۔ مادہ پرست تو اسے خالص مادی انداز میں پرکھنے اور سمجھنے پر مجبور تھے ہی لیکن ہمارے اس گروہ نے جو اپنے آپ کو "علمائے دین" کہلاتا ہے اس اعلان کو مادی سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کی کسی نے آپ کو بکری اور کتے کے اشتراک سے پیدا ہونے والے بچہ کی جنس بتلانے والا "عالم" قرار دیا اور کسی نے انڈے اور بچے دینے والے جانوروں کی شناخت کرنے والا ماہر حیوانات قرار دیا۔ کسی نے مولائے کائنات کو محض بجلی پیدا کرنے کا ذریعہ بتانے والا سائنس داں قرار دیا اور کسی نے ستاروں کی تسخیر کی پیش گوئی کرنے والا قرار دیا۔ کسی نے اعداد کا ماہر یعنی ریاضی کا عالم، کسی نے سورج اور چاند کی پیمائش بتانے والا سائنس داں اور کسی نے "علم نجوم جاننے والا نجومی قرار دیا۔ الغرض کہ۔

جتنی جس کو عقل تھی اتنا ہی وہ جانا انہیں
ہر کسی نے اپنے ہی رتبہ میں پہچانا انہیں

سورۃ الرعد کی آخری آیۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ؏

ترجمہ :۔ "آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تم لوگوں کے درمیان (میری نبوت کے بارے میں) خدا کی گواہی کافی ہے اور اس شخص کی کہ جس کو کتاب کا علم عطا ہوا ہے" جنہیں کتاب کے اس علم کی تلاش تھی جو نبوت کی گواہی کے لئے خدا کی گواہی کے بعد انسان کو سب سے معتبر اور شہادت دینے کا اہل بنا دیا کرتا ہے، انہوں نے یہ دریافت نہیں کیا کہ مکھی کی انتڑیاں اس کے پچھلے حصہ میں ہوتی ہیں یا اگلے حصہ میں۔ انہوں نے یہ بھی دریافت نہیں کیا کہ سائنس یا تمام مادی علوم میں انسان کس قدر ترقی

Marfat.com

حاصل کرے گا۔ انہوں نے یہ کبھی نہیں پوچھا۔ کہ بجلی کی روشنی کیسے پیدا ہو گی۔ انہوں نے ستارہ شناسی کا علم بھی نہیں پوچھا۔ بلکہ انہوں نے جو کچھ دریافت کیا وہ انسان کو زمین پر خلیفہ اور اشرف المخلوقات بنانے کا نسخہ تھا۔ چنانچہ خلیفہ چہارم کی ذات بابرکات کی معرفت اہل طریقت اولیائے کرام کے نزدیک یہ ہے کہ انہوں نے منبر سلونی سے اعلان "سلونی" کرنے والے علیؑ ولی اللہ سے سوال کیا کہ حضور چار سال کی عمر شریف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکی تعلیم و تربیت کی بسم اللہ فرمائی۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ وہ کون سا علم تھا کہ جسکی یہ بسم اللہ تھی اور جسے نبی الامی نے حروف و الفاظ کے مادی وسائل (لکھنے پڑھنے) کے بغیر آپ کو عطا فرمایا اور اس علم کا طریقہ عطا کیا تھا۔ وہ کون سی عبادت تھی جس میں آپ اعلان نبوت سے سات سال پہلے سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے شریک عبادت رہے تھے۔ اے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ راشد اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیؑ مرشد ارشاد فرمایئے اور ہماری رہنمائی و رہبری کیجئے کہ "نفس امارہ" سے ہمیں کس طرح نجات میسر ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اولیائے کرام و صوفیائے عظام نے حضور مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیر خدا ابوتراب علیہ السلام کے نظام خلافت راشدہ میں شامل ہو کر ان تمام سوالات کے جوابات فیوض و برکات کی شکل میں حاصل فرمائے۔ یہ فیضان علیؑ ہی تھے کہ اولیائے کرام کو علم لدنی یعنی علم الکتاب کی حقیقت سے آشنائی حاصل ہوئی۔ یہ فیضان علیؑ ہی تھے کہ اولیائے کرام کو ذکر و فکر کی عبادت کی معرفت اور تربیت عطا ہوئی۔ یہ فیضان علیؑ ہی تھے کہ انہیں نفس امارہ کو نفس لوامہ میں اور نفس لوامہ کو نفس مطمئنہ میں تبدیل کرنے کی تعلیم و تربیت بخشی گئی۔ یہ فیضان علیؑ ہی تھے کہ اولیائے کرام و پیران عظام کو نظام خلافت راشدہ قائم رکھنے کیلئے اپنے خلفاء کا انتخاب و تقرر کرنیکا سلیقہ عطا فرمایا گیا اور ایک معیار قائم فرما دیا گیا۔ اسطرح نظام طریقت اور اولیائے کرام کے سلاسل تصوف کو حیات ابدی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلاسل قیامت تک اپنے منصب پر فائز رہینگے۔

Marfat.com

نبوّت کے ختم ہونے سے کارِ نبوّت ختم نہیں ہوئے بلکہ انہیں جاری رکھا گیا ہے اور خلافت راشدہ اس کی تنظیم ہے

۲۹ مئی ۱۹۸۱ء سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقۂ علویہ کے زیر اہتمام اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی پانچویں حاضری حضرت سید شاہ علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ واقع گل بائی متصل ریلوے لائن پر دی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں لنگر تقسیم کیا گیا۔ حاضرین کے کثیر اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان اور" انقلاب مصطفےٰ و نظام مرتضیٰ" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی روشنی میں فرمایا کہ ـــ

اللہ رب العزت نے اس زمین پر اپنی خلافت راشدہ کا نظام قائم کرنے اور اس نظام کو ٹھیک ٹھیک رکھنے کی ذمہ داری حضرت آدم علیہ السلام کے سپرد کرنے سے پہلے انہیں جن منازل و مقامات سے گذارا اور ان کی سرشت میں "نفس امارہ" کو شامل کر کے اس کی زمین پر فساد برپا کرنے اور خونریزی کرنے کی جبلت یا خصوصیت کو تبدیل کرنے کے لئے پنجتن پاک کے اسمائے نوری سے

Marfat.com

فیضان حاصل کر کے "نفس امارہ" کو حالت "نفس لوامہ" پر لے آنے کا جو مرحلہ طے کرایا اور اس کے بعد نفس لوامہ کو "نفس مطمئنہ" کا جامہ پہنا کر مقامات و درجات اعلیٰ کے ساتھ دوبارہ اپنی جنت میں داخلہ کا جو ٹکٹ جاری فرمایا، یہ سب منازل و مراحل یا مقامات دراصل راہ سلوک کی افتتاحی کارروائی کے طور پر ظہور میں لائے گئے تھے تاکہ قیامت تک اولاد آدم کے لئے سبق اور رہبری کا ذریعہ بن سکیں۔ درحقیقت یہی سلوک کی وہ راہ تھی جس پر چل کر حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہوئے جو ان کی آخری منزل تھی۔ یہ بات قرآن کریم ذکر حکیم نے اس طرح واضح کر دی ہے کہ اس میں دو رائے ہو ہی نہیں سکتیں کیونکہ اس کتاب محکم میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعات کو جس تسلسل اور ربط کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے اس سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ معبود حقیقی نے سب سے پہلے حضرت آدمؑ کی نبوت کا نہیں بلکہ ان کے لئے اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ اور نیابت اولیٰ کا اعلان فرمایا اور جنت الفردوس ان کا مسکن قرار پایا۔ یہی وہ مقام تھا کہ جہاں شیطان مردود ابلیس ملعون نے "نفس امارہ" کی فتنہ انگیز جبلت سے سازش کر کے حضرت آدم علیہ السلام سے وہ "عمل" سرزد کرایا جس کے نہ کرنے کے احکامات مالک وخالق حقیقی نے جاری فرمائے تھے۔ یہی بات حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر پہنچانے کا باعث و سبب ہوئی اور اسی مقام سے اس عمل کا آغاز ہوتا ہے کہ جس کے ذریعہ اسمائے نوری کے فیضان سے حضرت آدمؑ نے نفس امارہ کو حالت نفس لوامہ میں تبدیل فرمایا۔ نفس کی اس حالت کو قرآن کریم ذکر حکیم نے انتیسویں[۲۹] پارہ میں سورۃ القیامہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ وہ "نفس امارہ" کی فتنہ وفساد اور گنہگاری کی جبلت کی کارکردگی پر شرمندہ نادم، خجل اور منفعل ہو کر اللہ رب العزت کی

Marfat.com

بارگاہ میں توبہ واستغفار میں مصروف ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت آدمؑ روایات کے مطابق تین سو سال گریہ وزاری اور توبہ واستغفار میں مبتلا رہے اور پنجتن پاک کے اسمائے نوری کے وسیلہ سے جب انکی توبہ کو شرف قبول عطا ہوا تو ان کا نفس حالت لوامہ سے مطمئنہ میں تبدیل ہوگیا اور انہیں دوبارہ اللہ رب العزت کی جنت میں داخلہ کا ٹکٹ مل گیا۔ اس طرح اولاد آدم کو جنت الفردوس تک پہنچنے والے راستہ کی رہبری اور اللہ رب العزت کی خوشنودی کی رشد وہدایت قیامت تک کے لئے فراہم ہوگئی۔ اس مقام تک پہنچنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی یکجائی سے سلسلہ نسل انسان شروع ہوا اور اس نسل انسان کی رہبری ورشد وہدایت کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کا منصب نبوت پر فائز ہونا ضروری ہوگیا کیونکہ اللہ رب العزت نے حضرت آدمؑ کو "نفس امارہ" کی آلائشوں بلکہ نفس لوامہ کی حالت سے بھی پاک وصاف فرما کر معصوم کردیا تھا اور یہ عصمت نبوت کی خصوصیت بنکر حضرت آدم کو تفویض ہوچکی تھی۔ اس لئے اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ منصب نبوت کے ساتھ ساتھ جاری رہی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہر نبی جو تخلیقی طور پر معصوم ہوتا تھا کہ حضرت آدمؑ نے نفس امارہ کو نفس مطمئنہ کی پاکیزگی سے ہمکنار کردیا تھا' منصب نبوت کے ساتھ اس زمین پر اللہ رب العزت کا نائب اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس نظام ارضی کی اصلاح اور اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کا صحیح اجراء کرنے پر مامور ہوتا رہا تا آنکہ حضور اکرم نور مجسم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ رب العزت کا نور ہیں اس کی رحمت مجسم میں ظہور فرما ہوئے اور دنیا کو اس "انقلاب" سے سرفراز فرمایا جسے "انقلاب مصطفےٰ" یعنی اسلام کہا جاتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ جب اسلام کو ایک دینِ مکمل کی حیثیت حاصل ہوگئی

Marfat.com

تو قیامت تک کسی اور نبی کے آنے کی نہ ضرورت باقی رہی اور نہ گنجائش۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پوری کائنات کے لئے قیامت تک جاری و ساری رہیگی لیکن رشد و ہدایت کی ضرورت بنی نوع انسان کو آج بھی ایسی ہی ہے جیسی ماضی کے کسی اور زمانہ میں تھی۔ رشد و ہدایت کا صرف ایک ذریعہ جو منصب خلافت راشدہ کے طور پر روز اوّل ہی سے حضرت آدم علیہ السلام کو تفویض فرمایا گیا تھا قیامت تک جاری و ساری رہ کر اس ضرورت کی تکمیل کا باعث رہ گیا تھا اور اس منصب پر اللہ رب العزت کے خلفائے راشدین کی حیثیت سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ان بندوں کو جو نبی اور معصوم نہ ہونے کے باوجود رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیں یہ ذمہ داری سپرد ہونی تھی۔ اللہ رب العزت نے "انقلاب مصطفےٰ" کی تکمیل کے بعد اس نظام رشد و ہدایت کی تنظیم اس حسین و جمیل انداز سے فرمائی کہ یوم الحساب تک ہر عہد اور ہر دور میں "نظام اسلام" بغیر کسی جھول اور خامی کے قائم و جاری رہے کیونکہ شیطان ملعون ابلیس مردود نے روز اوّل ہی اللہ رب العزت سے اس بات کی مہلت طلب کر لی تھی کہ اسے ابد تک اولاد آدم کو احکام ربانی کی نافرمانی کے لئے ورغلا کر اور "نفس امارہ" کی جبلت اور خصلت کو بروئے کار لاکر زمین پر فتنہ و فساد اور خونریزی برپا کرنے اور گمراہی کے تباہ کن غار میں دھکیلنے کی اجازت دی جائے۔ معبود برحق مالک و خالق کائنات نے اسے اسکی اجازت تو دیدی لیکن شرط عائد فرمادی کہ ہمارے بندوں پر تیرا بس نہیں چلیگا جیسا کہ پندرھویں پارہ میں سورۂ بنی اسرائیل کی ۶۵ ویں آیۃ میں ارشاد فرمایا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ط وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًاo (ترجمہ) "بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور (ان کے لئے) تیرا رب کافی ہے"۔ اللہ رب العزت نے اپنے ان بندوں کو اس خاص تحفظ کے شرف سے نواز کر اپنی خلافت راشدہ کے لئے چن لیا۔ اللہ تعالےٰ کے یہ

Marfat.com

بندے اگرچہ کہ معصوم نہیں ہیں مگر اللہ رب العزت کی اس مخصوص امان نے انہیں "مامون" کر دیا ہے تاکہ نبوت کے خاتمہ پر نبی کی جگہ جو معصوم من اللہ ہوتا تھا خلافت راشدہ کے منصب پر خلیفہ راشد فائز ہو تو وہ "مامون من اللہ" ہو۔

خلافت راشدہ کو جاری و قائم کرنے کی غرض سے سلسلۂ بیعت کا اجراء ظہور میں لایا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو اللہ رب العزت نے اپنا ہاتھ قرار دیکر "بیعت کے لئے جواز" پیدا فرمایا کیونکہ کائنات کی ہر شے معہ نسل انسانی کے اللہ رب العزت کی ملکیت ہے اور ملکیت مالک ہی کے ہاتھ اور اسی کے حق میں بیع ہو سکتی ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ رب العزت نے اپنا ہاتھ قرار دیکر چھبیسویں پارہ میں سورۃ الفتح کی دسویں آیۃ میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

(ترجمہ) "بیشک وہ لوگ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں (حقیقت میں) وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ ہی کا ہاتھ ہے۔ پس جس نے عہد کو توڑا تو اس نے (اپنی جان کے خسارہ کے لئے) اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو (آپ کے ہاتھ پر) اس نے اللہ سے کیا تھا تو اللہ تعالیٰ بہت جلد اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔" اس ارشاد باری کی روشنی میں "نظام اسلام" کی اساسی صورت یہ ہے کہ نبوت کے ختم ہونے سے کار نبوت ختم نہیں ہوئے بلکہ انہیں جاری رکھا گیا ہے اور خلافت راشدہ اس کی تنظیم ہے اور اس کے نظم و ضبط میں نبی کا کردار خلیفہ راشد کے ذمہ آگیا ہے جو معصوم نہ ہونے کے باوجود "مامون

من اللہ" ہونے کی حیثیت سے کارِ نبوت جو اب سراسر کارِ ولایت و امامت ہیں انجام دینے کا پوری طرح اہل ہے۔ اس لئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے "انقلاب مصطفےٰ" نے افراد کی اصلاح کے ذریعہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کردی تو "نظام اسلام" کا وجود ضروری ہو گیا کیونکہ کوئی بھی انقلاب اپنی افادیت اس وقت تک برقرار نہیں رکھ سکتا جب تک کہ اسے "نظام" نہ بنا دیا جائے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم نے اللہ رب العزت کے دین کو انقلابی تنظیم بخشی اور خلافت راشدہ کا آغاز حضورؐ کے اصلاح یافتہ پانچ صالحین اور مخلصین اللہ کے بندوں سے ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی حیثیت سے منصب خلافت رشد و ہدایت پر متمکن کیا گیا۔ نظام اسلام نے ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کردی تھی۔ معاشرہ کا سیاسی نظم و نسق جو اقتدار و حکومت کی شکل میں اور سلطنت کی محدود مادی ذمہ داری سے متعلق ہوتا ہے خلافت راشدہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اس لئے خلیفہ راشد امیر سلطنت و حکومت کی ذمہ داریوں پر بھی حاوی و مقتدر ہوا یہی صورت حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی قائم رہی جو براہ راست اور بلافصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے کیونکہ حضرت عمرؓ کی بیعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھ پر تھی جو اللہ رب العزت کی بیعت تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر خلافت رشد و ہدایت عطا نہیں کی تھی بلکہ خلیفۃ الرسول اور خلیفہ راشد کی حیثیت سے ان کا نام تجویز فرما کر مسلمانوں سے ان کی بیعت کرنے کی سفارش فرمائی تھی۔ یہی صورت حال تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تھی کہ

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقرر کردہ ایک انتخابی کمیٹی نے حضرت عثمانؓ کو نامزد کر کے مسلم معاشرہ سے اپیل کی تھی کہ وہ خلیفۃ الرسول کی حیثیت سے ان کے حق پرست پر بیعت کریں۔ لیکن چوتھے خلیفہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام پر مسلم عوام الناس کی طرف سے خلیفۃ الرسول کی حیثیت سے خلافت راشدہ کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے بے حد اصرار کیا گیا اور زور دیا گیا لوگوں نے ان کے گھر جا جا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو مجبور کرتے رہے تا آنکہ آپ اس کے لئے تیار و آمادہ ہو گئے۔ آپ نے اپنے بعد پانچواں خلیفہ راشد سیدنا امام حسنؑ کو مقرر فرمایا۔

محولہ بالا سورۃ الفتح کی آیات کے مطابق اللہ رب العزت کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کر کے تربیت پانے والے یہ چاروں خلیفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے خلفائے راشدین ہیں اس کے بعد پانچویں خلیفہ راشد خود سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش شفقت میں پلے ہوئے نواسہ و فرزند رسول حضرت مولا امام حسن علیہ السلام ہیں اور ان کا دور رشد و ہدایت ہی وہ پہلا دور ہے جس میں نظام خلافت راشدہ سلطنت و حکومت کی مادی ذمہ داریوں سے علیحدہ کر کے قائم کیا گیا۔ مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے زیر تربیت رہ کر مقامات سلوک کی وہ منازل جو حضور امام عالی مقام مولا حسن علیہ السلام نے طے کی تھیں وہ وہی تھیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو غار حرا میں تعلیم تصوف اور عبادات ذکر و فکر کے ذریعہ طے کرائی تھیں۔ اس طرح امام عالی مقام مولا سیدنا حسن علیہ السلام نے طریقت محمدیؐ کے سلاسل جو رشد و ہدایت کی خلافت سے وابستہ تھے جاری فرمائے اور اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ کے اس سلسلے کو جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

دست نوری کو اپنا ہاتھ قرار دے کر خلافتِ رسول کی حیثیت سے جاری فرمایا تھا چار ابتدائی دور پورے کر لینے کے بعد پانچویں دور میں اقتدار حکومت اور مادی سلطنت کی امارت سے بالکل علیحدہ کر کے خالصتاً روحانی اور دینی نظم و ضبط کے ساتھ "نظام مرتضیٰ" کی حیثیت سے مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیرِ خدا ابو تراب علیہ السلام کی ان تعلیمات اور تربیت کو جاری کر کے جو مولائے کائنات علی علیہ السلام نے غار حرا میں حضور اکرم سے حاصل فرمائی تھیں شیطان اور "نفس امارہ" کی فتنہ پردازیوں اور خونریزیوں کے سدباب کا نظام قائم فرمایا جسے آپ نظام خلافت راشدہ، نظام مرتضیٰ، نظام اسلام یا راہ سلوک اور سلاسل تصوف و طریقت جو چاہیں نام دیں لیکن حقیقت میں یہ وہی خلافت راشدہ ہے جس کی ابتداء اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر خلیفہ بنا کر فرمائی تھی اور جو اولاد آدم کے لئے قیامت تک مخصوص رہے گی اور اللہ رب العزت کے وہ "مامون" بندے اس منصب جلیلہ پر مقرر ہو کر "خلافت" سے نوازے جاتے رہیں گے جنہیں غار حرا کی تعلیم سے کچھ نہ کچھ فیضان حاصل ہوں گے۔ غار حرا میں تعلیم پانے والے مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ راشد ہیں جنہوں نے ان تعلیمات اور اس طاعت محمدیؐ اور تربیت عبادت الٰہی کو جسے عام طور پر ذکر و فکر کہا جاتا ہے حضورؐ سے براہ راست حاصل فرما کر قیامت تک سلاسل تصوف کے ذریعہ انسانیت کی فلاح اور "نفس امارہ" کی ہلاکت خیزی و شیطان لعین کی ریشہ دوانیوں سے نسل آدم کو بچانے کے لئے ایک نظام کی شکل عطا فرمائی۔ یہ کوئی مخفی بات نہیں ہے، مسلمانوں کا ہر طبقہ اور ہر فرقہ جانتا بلکہ مانتا ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذکر و فکر کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ یہ وہی عبادت ہے کہ جس کا مطالبہ حضرت

Marfat.com

موسیٰؑ نے اللہ رب العزت سے نبوت کی ذمہ داریاں سنبھالتے وقت کیا تھا اور ان کی وہ دُعا جو مسلمانوں میں بہت رائج اور مشہور ہے بلکہ ہر نماز کے بعد امام مسجد اللہ رب العزت سے اسی دعا کو طلب کرتے ہیں، سولہویں ۱۶ پارہ میں سورۃ طٰہٰ کی پچیسویں ۲۵ آیۃ سے لیکر پینتیسویں ۳۵ آیۃ تک چھوٹی چھوٹی مگر بہت اہم گیارہ آیات پر مشتمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۝ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ ۝ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ۝ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِی ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ ۝ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ۝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ۝ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ۝

(ترجمہ): اے میرے رب میرے کام کے لئے میرا راستہ کھول دے (۲۵) اور میرا کام آسان کر دے (۲۶) اور میری زبان کی گرہ کھول دے (۲۷) کہ وہ میری بات سمجھیں (یا میری بات کا ان پر اثر ہو) (۲۸) اور میرے گھر والوں میں سے ایک کو میرا وزیر کر دے (۲۹)، وہ میرا بھائی ہارون ہو (۳۰) اس سے میری کمر مضبوط کر دے (۳۱) اور اسے میرے کام میں شریک کر دے (۳۲) تاکہ ہم تیری تسبیح بکثرت کریں (۳۳) اور بکثرت تیرا ذکر کریں (۳۴) بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے (۳۵)" اللہ رب العزت کی کتاب محکم نے یہ شہادت پوری طرح دی ہے کہ کار نبوت کی انجام دہی کے لئے حضرت موسیٰؑ نے جو کچھ اللہ رب العزت سے طلب فرمایا اس کے حاصل ہونے کے بعد حضرت موسیٰؑ ذکر و فکر اور تسبیح و تحلیل کی نعمت کے مالک ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ ان آیات قرآنی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کی بھی پوری طرح تائید فرما دی ہے۔ جس میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا اور علیؑ کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ کا مگر میرے بعد نبی نہیں ہو گا۔ حضرت

Marfat.com

علی علیہ السلام نبی نہیں ہیں لیکن اللہ کے ولی اور اس کے رسول کے وصی ہیں اور اب کار نبوت کار امامت سے پایۂ تکمیل کو پہنچتے رہیں گے کیونکہ حضورؐ نے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میری امت کے علمائے حقیقی (اولیائے کرام) بنی اسرائیل کے پیغمبروں جیسا کام انجام دیں گے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت موسیٰؑ جو بنی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبر، نبی اور رسول ہیں اپنے کام میں قرآنی شہادت کے ساتھ بکثرت "تسبیح وتحلیل" اور "بکثرت ذکر الہیٰ" کو نہ صرف شامل کرتے ہیں بلکہ اسے مال کار قرار دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بکثرت ذکر الہیٰ اور تسبیح وتحلیل کی عبادات کے بغیر نہ تو خلافت راشدہ کا نظام چل سکتا ہے اور نہ شیطان ملعون اور نفس امارہ کی گرفت سے نجات حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ذکر الہیٰ کے بغیر کوئی مسلمان اللہ رب العزت کے نزدیک مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی وضاحت ۹ویں پارہ میں سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات میں فرمادی گئی ہے کہ "بیشک وہی مومن ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ اس کی نشانیوں کا مطالعہ اور مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ اور توکل کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں اللہ نے عطا کیا ہے اس کی خوشنودی کے لئے اسکی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں اور ان کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ درجات اور مقامات ہیں اور ان ہی کے لئے مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور ان کو عزت وحرمت کی روزی عطا ہوتی ہے۔"

ان ارشادات باری کی روشنی میں یہی حضرات اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ پر متمکن ہو کر شرف انسانی کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ آخری مرحلہ میں اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ کا نظام نبوت اور امامت کے بعد ولایت کے ذریعہ جاری وساری ہے

Marfat.com

اور انشاء اللہ یہ نظام خلافت راشدہ ظہور امام مہدی علیہ السلام تک اولیائے کرام ہی کے ذریعہ جاری وساری رہیگا۔

معراج نبوی پر یقین رکھنے اور ایمان لانے والوں کیلئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ معراج کی حقیقت پر بھی ایمان رکھتے ہوں اور حضورؐ کی ذات والاصفات اور جسم اطہر کو اپنے جسموں کی طرح محض گوشت پوست اور خون واستخوان کا مجموعہ بھی سمجھیں

۵ رجون ۱۹۸۱ء۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے زیر اہتمام اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی وصدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی چھٹی حاضری حضرت غازی سید یوسف شاہ صاحب مودی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ واقع منوڑہ (جزیرہ) پر دی گئی۔ نیاز وفاتحہ کے بعد عوام میں تبرک تقسیم کیا گیا۔ حاضرین کے کثیر اجتماع سے ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان، اور انقلاب مصطفےٰ ونظام مرتضٰی کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ انفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات

Marfat.com

کے ساتھ تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی تشریح بیان فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔

کائنات کا وجود، اسکی ہر شے کا ارتقاء اور مرحلۂ فنا اس بات کا شاہد ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا خالق و مالک حقیقی یہ سب کچھ پیدا کرنے سے پہلے اپنی ذات و صفاتِ کمال اور شانِ جمال و جلال کے ساتھ واحد و تنہا مقام "احدیت" میں جلوہ افروز تھا۔ اپنی رحمت و جمال اور قہر و جلال کے لاتعداد صفات کے ساتھ اس نے جب ارادہ فرمایا کہ "پہچانا جاؤں" تو اپنی رحمت و جمال کا ظہور فرماکر "کن" سے کائنات کو وجود بخش دیا تاکہ اسکی رحمت کی معرفت سے مخلوق اس کی ذات کو پہچانے۔ اس طرح بے شمار انقلابات کو جلو میں لئے ہوئے جب یہ نظام کائنات وجود میں آیا تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس نظام کائنات کو درست رکھنے کے لئے مخلوق میں ایک تخلیق سب سے افضل و مشرف ہو جو وقت معلوم تک مالک و خالق کی نیابت و خلافت کی ذمہ داریاں پوری کر سکے۔ چنانچہ بشریت کے جامہ میں آدم (علیہ السلام) کی تخلیق عمل میں آئی اور اسے صفات انسانیت سے متصف کرنے کے لئے رحمت کے اسمائے نوری سے متعارف و روشناس کرادیا گیا تاکہ اسکی بشری جبلت میں بدی کی قوتوں کے وجود کے ساتھ ہدایت کے نور سے حاصل ہونے والی مغفرت و بخشش توازن پیدا کردے۔ یہ اس نیابت الٰہیہ یا خلافت راشدہ کی ابتداء تھی جس کا وجود اس کائنات کی بقاء و قیام تک لازم و لابدی ہے اور درحقیقت یہی باعث تخلیق آدم ہے اور یہی شرف آدمیت بھی لیکن جب انسانیت کی تکمیل کا مرحلہ آیا اور انسانوں کے لئے دین اسلام کو مکمل کر دیا گیا تو بشریت کو کمالِ انسانیت کا اعزاز عطا ہوا اور انسانیت کو پیکر بشری میں نورِ حق جو "نورٌ من نور اللہ" ہے کے وجود سے عرش تک رسائی حاصل ہوئی اور ذات رحمٰن و رحمت کی یکجائی بہ این

Marfat.com

صورت زیبائی کہ یہ عبد و معبود کے درمیان فرق کا باعث ہو انسان کے مقدر میں آئی۔ مزہ یہ ہے کہ یہ معراج کمال نہ انسان کا طرہ امتیاز ہے، نہ بشر کا اور نہ آدمی کا بلکہ یہ خلیفتہ اللہ اور اس مخلوق کا طرہ امتیاز ہے جس کو بیشک انسان کہا جاتا ہے اور بشیر گنا جاتا ہے کیونکہ وہ اسکی مثال اور ان کا ہم شکل تو ہے لیکن اسکی اصل اور ہے جو صرف مثال کے لئے متشکل کی گئی ہے جبکہ اپنے جوہر نوری اور ذات و صفاتِ ظہوری کے اعتبار سے مختلف ہے۔ یہ ذات والا صفات حضور سرور کونین نور عین رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جنہوں نے اشرف المخلوقات کہلائی جانے والی خاکی مخلوق کو اپنے برپا کئے ہوئے "انقلاب مصطفیٰ" کے ذریعہ اس نوری مقام تک پہنچایا جو اس کا حقیقی شرف تھا اور اسے اپنی صفات سے نواز کر ان صفات کا اہل بنایا کہ جن کی پاکیزگی کے باعث عبد و معبود کے درمیان پردہ برائے نام یا پردہ برائے پردہ ہی رہ جاتا ہے۔ یہ حقیقت کوئی معمہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے کھلے ہوئے گمراہوں کو ایمان کی دولت سے نوازا اور پھر انہیں مشاہدہ یا مطالعہ کے ذریعہ اللہ رب العزت کی آیات سے باخبر اور متعارف کرایا۔ اس کے بعد ان کے "نفوس امارہ" کا تزکیہ فرما کر انہیں پاکیزگی کی دولت عطا فرمائی اور جب وہ "علم الکتاب" کے متحمل ہونے کے اہل ہو گئے تو انہیں علم کی نعمت عطا فرما کر صاحب حکمت بنا دیا اب یہی حضرات سورۃ الرعد کی آخری آیتہ کے مطابق حضور علیہ السلام کی نبوت کی گواہی کے صحیح حقدار و مستحق ہوئے اور یہی حضرات علم کے اس خزانہ سے مالا مال ہوئے جن کے بارے میں سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیتہ بتا رہی ہے کہ نہ جاننے والو! اگر نبوت کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہو تو اس کی حقیقت اہل ذکر سے پوچھ لو اس لئے کہ اہل ذکر ہی وہ صاحبان کمال ہیں جو اس زمین پر اللہ رب العزت کے

Marfat.com

خلیفہ اور صحیح وارث نبوت ہیں کیونکہ انہوں نے انقلاب مصطفےٰ سے پوری طرح اپنے آپ کو بہرہ ور کیا ہے اور انقلاب مصطفےٰ نے انہیں اس معراج کمال تک پہنچا دیا ہے جہاں عبد و معبود میں پردہ نامحرموں کے لئے باقی رہتا ہے۔ یہ تدریجی عمل اللہ رب العزت کے ذکر سے وابستہ ہے جو ان کے قلوب میں خوف خدا یعنی تقویٰ پیدا کر کے انہیں متوکل اور پاکیزہ کر دیتا ہے اور اس کے بعد وہ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ نماز قائم کریں جو درحقیقت معراج المومنین ہے کیونکہ یہی حضرات اللہ رب العزت کے ارشاد کے مطابق سچے مومن ہیں انہی کے لئے ان کے رب کے پاس درجات بلند ہیں اور مغفرت و عزت کی روزی کے دروازے ان پر ہمیشہ کے لئے کھول دیئے گئے ہیں۔

میرے عزیزو! تھوڑا سا غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ جانا مشکل نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا واقعہ معراج بھی اسی "انقلاب مصطفےٰ" کا ایک حصہ ہے جسے نظام کی شکل دے کر قیامت تک مومن انسانوں کے لئے جاری و ساری کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ یہ معراج دو حصوں پر مشتمل ہے یا دو مرحلوں کی حامل ہے۔ اس کا پہلا حصہ یا مرحلہ "اسریٰ" ہے جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر ہے اور یہ معراج کے سفر کی ابتدا ہے۔ دوسرا حصہ اس عروج پر مشتمل ہے جس میں حضورؐ کو "حضوریِ ذات باری" تک مشاہدوں کے سلسلہ سے نوازا گیا۔ اس طرح معراج مادی اور نوری دونوں مرحلوں کے ذریعہ مکمل ہوئی۔ یہ بھی سب جانتے ہیں کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر خالص مادی سفر ہے کیونکہ دونوں مقامات اس مادی زمین پر موجود ہیں۔ معراج نبویؐ پر یقین رکھنے اور ایمان لانے والوں کے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس معراج کی حقیقت پر بھی ایمان رکھتے ہوں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی

Marfat.com

ذات والاصفات اور حضورؐ کے جسم اطہر کو اپنے جسموں کی طرح محض گوشت پوست اور خون واستخوان کا مجموعہ ہی سمجھیں۔ تھوڑی دیر کے لئے آپ قلب کی تصدیق والا ایمان رکھنے والے مومنوں کو جانے دیں اور صرف ان ایمان والوں کی بات کریں جو "عقل" کی تصدیق سے ایمان لائے ہیں۔ وہ بھی اس بات پر مجبور ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جسم اطہر کو جس نے اس مادی دنیا کے دور دراز مقامات کا سفر بھی اسی رات کے تھوڑے سے وقفہ میں بغیر کسی مادی سواری کے براق کے ذریعہ طے کیا ہے مادی اور کثیف، گوشت وپوست اور خون واستخوان کا مجموعہ سمجھنے کی جگہ ہر مادی کثافت و آلائش سے پاک اور نوری تصور اور تسلیم کریں کیوں کہ ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اہل معرفت اور نظام مرتضیٰ سے وابستہ اولیائے کرام اس مادی دنیا میں ہمیشہ اس معراج کی عملی شہادت پیش کرتے رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس معراج کی تصدیق کے لئے امت محمدیہ میں ایسے افراد کا سلسلہ جاری فرمادیا ہے جو قیامت تک "انقلاب مصطفےٰ" کے اصولوں کے تحت "تزکیہ نفس" کے ذریعہ حضور کے پاکیزگی بخشنے کے عمل کا مثالی مشاہدہ کراتے رہیں گے۔ جب "تزکیہ نفس" ہوجائیگا تو آلائش نفوس سے نجات کے بعد یہ خاکی نوری ہوجائیگا اور اس کا وہ نوری جوہر جو اسے "انقلاب مصطفےٰ" نے عطا کیا ہے اس کو اس قابل بنادے گا کہ "معراج مصطفےٰ" کے فیضان سے بہرہ ور ہوسکے۔ چنانچہ اولیائے کرام وصوفیائے عظام اس معراج نبویؐ کے صدقہ میں اپنے اپنے دائرہ عمل اور اپنے اپنے درجہ اور مقام پر معراج سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ معراج غوثیہ جو حضور غوث الاعظم کو عطا ہوئی اور معراج بایزید بسطامیؒ اس کی شہادت دیتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی معراج کے فیضان کا یہ سلسلہ ان اولیائے کرام میں قیامت تک جاری رہے گا جو۔"نفس کی آلائشوں"۔ سے پاک ہو کر۔"انقلاب مصطفٰی"۔کے فیضان سے فیضیاب ہو چکے ہیں اور نظام مرتضٰی کو جاری و ساری رکھنے کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ اس زمین پر اللہ رب العزت کی خلافت راشدہ کے امین و وارث ہیں۔ یہ حضرات انسانیت کے پردہ میں چھپی ہوئی درندگی سے اولاد آدم کو نجات دلانے اور اس کے دو بڑے دشمنوں۔"نفس امارہ"اور ابلیس ملعون و شیطان مردود کی فتنہ پردازیوں سے بچانے کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہیں گے۔

بغیر ذکر و فکر کے نماز کس طرح فواحشات و منکرات سے بچا سکتی ہے

۷ رجون ۱۹۸۱ء۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے حلقۂ علویہ کے زیر اہتمام اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی ساتویں حاضری سلطان الاولیاء حضرت پیر سید غائب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار واقع کیماڑی پر دی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں تبرک تقسیم کیا گیا۔ حاضرین کے کثیر اجتماع سے۔"ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان اور انقلاب مصطفٰی و نظام مرتضٰی"کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ

Marfat.com

حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی روشنی میں فرمایا کہ۔

اس مادی دُنیا میں کوئی انتظام حکومت و سلطنت یا نظام سیاست اس وقت تک "اسلامی" نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسے اللہ رب العزت کے قائم کردہ خلافت رشد و ہدایت کے زیر اثر اور نگرانی میں روبہ عمل نہ لایا جائے کیونکہ روز ازل ہی سے اللہ رب العزت نے اس زمین پر اپنی خلافت کے قیام کے اعلان کے ساتھ نیکی کی قدرت اور بدی کی طاقتوں کے بشری نظام کے تحت حضرت آدمؑ کی سرشت میں داخل "نفس امارہ" اور شیطان کو بدی کی طاقت کے طور پر اور اسمائے نوری کے علم کو نیکی اور مغفرت و بخشش کے وسیلہ کی حیثیت سے مختلف کرداروں کی کارکردگی کا عملی مظاہرہ کر کے واضح لائحہ عمل مقرر فرمادیا ہے۔ ہم اگر اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے تیار اور اس پر غور کرنے کے لئے آمادہ ہی نہ ہوں تو یہ اور بات ہے ورنہ حقیقت تو اظہر من شمس ہے۔ یہ بات کوئی عقدہ لاینحل نہیں ہے کہ ناجائز خواہشات کا وجود ہی جو "نفس امارہ" کی خونریزی اور فتنہ پردازی کی خصوصیت کی تکمیل کا ذریعہ ہوتا ہے دُنیا کی ہر بُرائی و شر کی جڑ ہے اور ہر نظام زندگی میں یہی باعث گمراہی ہے۔ اللہ رب العزت نے سرشت بشری کو اسی گمراہی بلکہ فتنہ پردازی و خونریزی کی تخم ریزی سے پاک کرنے کے لئے اپنے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو اس کی رحمت نوری ہیں جامۂ بشری میں بھیجا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے "انقلاب پاکیزگی" کے ذریعہ حضرت آدم علیہ السلام (جنہیں جنت سے نکالا گیا تھا) کی اولاد کو

Marfat.com

دوبارہ جنت میں داخل ہونے کے قابل بناکر "مسجود الملائیکہ" کے اعزاز کا صحیح مستحق اور وارث ہونے کی اہلیت عطا فرما دی اور ثابت فرما دیا کہ فرشتے جو اللہ رب العزت کی حمد و تسبیح کرنے کے باعث اپنے آپ کو قابل فخر اور زمین پر اللہ رب العزت کا خلیفہ ہونے کا مستحق سمجھتے تھے اس خاکی بشر کی نماز اور دوسری عبادات کے علاوہ اللہ رب العزت کی حمد و ثنا، اس کی تسبیح و تحلیل اور ذکر و فکر میں منصب اعلیٰ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے کیونکہ اس خاکی بشر کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے "نفس امارہ" کی آلائشوں سے پاک کر کے وہ "علم الکتاب و حکمت" عطا فرما دیا ہے کہ وہ شیطان کے قابو سے نہ صرف مامون و محفوظ رہے گا بلکہ بدی کی تمام طاقتوں پر غالب آکر مسجود الملائیکہ ہونے اور اللہ کی اس زمین پر اللہ کی حکومت قائم کر کے اللہ کی نیابت کا فرض انجام دینے کا صحیح مستحق ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پانچویں۵ پارہ میں سورۃ النساء کی ایکسو تین ۱۰۳ ویں آیۃ میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝

(ترجمہ) "پس جب تم نماز پڑھ کر فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے، کروٹوں پر۔ پھر جب اطمینان ہو جائے (اللہ کی خوشنودی حاصل ہونے پر) تو دستور کے مطابق نماز قائم کرو۔ بیشک نماز مومنین پر باندھے ہوئے (مقرر کردہ) اوقات میں فرض ہے۔"

قرآن کریم ذکر حکیم ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہے۔ سب ترجمہ پڑھ سکتے ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کا کھلا ہوا اور صاف صاف کلام ہے۔ اس میں کوئی ہیر پھیر

Marfat.com

اور ایچ پیچ نہیں ہے۔ بھلا بغیر ذکر و فکر کے محض "نماز" کس طرح مطلوبہ نتائج برآمد کر سکتی ہے اور فواحشات و منکرات سے کیسے بچا سکتی ہے جب تک کہ اس نظام کے تحت نہ ہو جو اللہ رب العزت نے قائم فرما دیا ہے اور وہ نظام یہ ہے کہ پہلے نماز پڑھو پھر نماز سے فارغ ہو کر ذکر الٰہی میں ایسے مصروف ہو جاؤ کہ کھڑے ہو تب بھی ذکر جاری ہو، بیٹھے ہو تب بھی ذکر جاری ہو، لیٹے ہو تب بھی ذکر جاری ہو اور کروٹوں کے بدلتے رہنے کے باوجود ذکر جاری ہو تا آنکہ تمہیں "اطمینان قلب" حاصل ہو جائے جو عبادت کی مقبولیت کی رسید اور شہادت ملنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ایسا ذکر یقیناً "ذکر انفاس" یعنی سانس کے ساتھ جاری ہونے والا ذکر ہی ہوتا ہے جس کی بعض "علمائے دین کہلانے والے گروہ" کے حضرات کو ہوا بھی نہیں لگی۔ یہ ذکر اولیائے کرام ہی کو تعلیم کیا گیا ہے اور ان ہی کے ذریعہ تعلیم کیا جاتا ہے اور کیا جاتا رہے گا۔ جن حضرات کا "ذکر انفاس" جاری ہو جاتا ہے ان کا ہر سانس اللہ کے ذکر میں مصروف رہتا ہے۔ یہ "ذکر اسم ذات" ہی تو ہے کہ بندہ جب سانس اوپر کھینچے تو اللہ کی آواز آئے اور جب سانس نیچے ڈالے تو اللہ کی آواز آئے اور اسی ذکر کے لئے اللہ رب العزت نے قرآن کریم کے نویں پارہ میں سورۃ الاعراف کی دو سو پانچویں آیت میں اس طرح ارشاد فرما کر حکم دیا کہ۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○

(ترجمہ) "اور اپنے رب کا ذکر اپنے سانس سے کر، زاری و خوف سے اور بغیر آواز نکالے اور زبان سے بھی (آواز سے) اور اس سے غفلت نہ کرنا۔" اب یہ بات سمجھنا مشکل نہیں کہ جب سانس اللہ رب العزت کے ذکر سے مملو ہو جائے اور ایسا مربوط

Marfat.com

ہو کر سانس کی آواز اللہ کے ذکر کی آواز بن جائے تو پھر اس بندۂ خاکی کے نوری ہو جانے میں کیا شک باقی رہے گا کہ جس کا سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا، کھڑا ہونا اور لیٹنا بلکہ کروٹیں لینا بھی ذکر الٰہی کے ساتھ ہو۔ وہ اگر غسل خانہ میں ہے تو ذکر میں مصروف ہے کیونکہ اس کا سانس جاری ہے۔ وہ اگر بیوی بچوں کے ساتھ مصروف ہے تو ذکر الٰہی میں مشغول ہے کیونکہ اس کا ذکر جاری ہے۔ وہ اگر کھانا کھا رہا ہے تو اللہ رب العزت کے ذکر کے ساتھ کھا رہا ہے۔ اگر روزی کما رہا ہے تو اللہ رب العزت کے ذکر کے ساتھ کما رہا ہے۔ بھلا اس کی عبادت کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے اور فرشتے اس کی حمد و ثنا اور ذکر و فکر کی گرد کو کیسے پہنچ سکتے ہیں کیونکہ وہ ان تمام مادی ضرورتوں کے باوجود جو اس کے لئے لازم قرار پا چکی ہیں (لیکن فرشتے ان میں سے ایک کے بھی متحمل نہیں ہو سکتے) اللہ رب العزت کی عبادت اور ذکر و فکر میں ایسا مصروف ہے کہ کوئی لمحہ اور سانس عبادت سے خالی نہیں۔ تو پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ یہ مسجود الملائکہ اور اللہ رب العزت کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس زمین پر اس کی نیابت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ وہ بے شک اس اعزاز کا مستحق ہے اور وہی نظام اسلام قائم کرنے کا اہل ہے کیونکہ "انقلاب مصطفےٰ" نے اسے "الائش نفس امارہ" سے پاک کر کے اس قابل بنا دیا ہے۔ یہی وہ مردان مومن ہیں کہ جنہیں اللہ رب العزت نے سورۃ الانفال کی دوسری اور تیسری آیات میں نوازا ہے۔ یہی وہ سچے مومن ہیں جو نماز قائم کر سکتے ہیں اور یہی نظام اسلام کے قیام کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے خلافت راشدہ کے نظام کو صرف چار خلفاء تک محدود کر دیا ہے حالانکہ پانچویں خلیفۂ راشد امام عالی مقام حضرت سیدنا مولا امام حسن علیہ السلام بھی برحق خلیفۂ راشد ہیں اور ان ہی کے دور سے یہ

Marfat.com

حقیقت واضح ہو کر اور کھل کر سامنے آئی ہے کہ انتظام سلطنت وحکومت اور نظام سیاست سے اس خلافت راشدہ کا کوئی تعلق نہیں کہ جس کا نظام اللہ رب العزت نے "انقلاب مصطفےٰ" کے ذریعہ مولائے کائنات کو اپنا ولی بنا کر قائم فرمایا تھا۔ درحقیقت یہی نظام حقیقی اسلام کا نظام بلکہ بطور خود "دین اسلام" ہے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ ہمارا "دین" مکمل ہو چکا اور یہ ایک ضابطہ حیات ہونے کی حیثیت سے تمام شعبہ ہائے زندگی پر حاوی ہے اور زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جسکی صورت گری اور ڈھانچہ اس کے ذریعہ قائم نہ کر دیا گیا ہو۔ تو اس حقیقت میں نہ کسی کو شک ہے اور نہ اس کی اصلیت سے انکار لیکن ہمار اصدیوں کا مشاہدہ اور تاریخ کی گواہی یہ ثابت کر رہی ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلام کو وہی حضرات راسخ کر سکتے ہیں جو "نفس امارہ" کی الائشوں سے "انقلاب مصطفےٰ" کے اُصولوں کے مطابق پاک ہو چکے ہوں جیسا کہ حضورؐ نے مومنین کو پاکیزگی عطا فرما کر ایک "اسوۃ الحسنہ" قائم فرمایا اور مثال پیدا فرما دی کہ خلفائے راشدین کے دور تک جبکہ مسلمانوں کا نظام سیاست اور انتظام حکومت وسلطنت خلافت راشدہ پر متمکن "خلیفہ راشد" کے تابع فرماں اور زیر اثر وزیر نگیں رہا اسلام ہماری پوری قوم کے جسد لازم میں روح کی طرح امر رب بنا رہا لیکن جب خلافت راشدہ کا نظام انتظام سلطنت وامور حکومت کو چھوڑ کر علیحدہ کر دیا گیا تو ہماری سیاست پر "نفس امارہ" کی الائشوں سے بھرے ہوئے افراد چھا گئے۔ یہی حضرات نظم و نسق سلطنت کے والی و وارث ہوتے رہے اور نظام سیاست ان ہی کے گرد گھومتا رہا۔ ہمیں مشاہدے کی روشنی اور تاریخ کی گواہی صاف بتا رہی ہے کہ اب بھی ہم جب تک اپنے نظام سیاست کو ایسے افراد کے تابع فرماں اور زیر اثر نہیں کر دیتے کہ جو "تزکیہ نفس" کے بعد فی الحقیقت اس زمین پر اللہ

Marfat.com

رب العزت کے خلیفہ اور وارث نیابت الٰہیہ و نبوت ہیں اور حقیقی طور پر خلافت راشدہ کے اہل اور خلیفتہ اللہ کے منصب پر فائز ہونے کے مستحق ہیں، ہمارا نظام سیاست کبھی "نظام اسلام" نہیں ہو سکتا اور ہم اپنی حکومت اور سلطنت میں نظام اسلام کے قیام کے ایسے ہی دعوے کرتے رہیں گے جیسے کہ آج تک کرتے چلے آرہے ہیں۔

کتابوں کی بہتات اور دینی مکاتب کی فراوانی سے "مکاتیب فکر" میں تو ضرور اضافہ ہوا ہے لیکن انسانوں کے گمراہ گروہوں کو حزب اللہ نہیں بنایا جا سکا

۱۲ رجون ۱۹۸۱ء ۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ علویہ کے زیر اہتمام اور المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی کی زیر قیادت مختلف مزارات پر حاضری کے سلسلہ کی آٹھویں اور آخری حاضری حضرت پیر منگھو شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے آستانہ واقع منگھو پیر روڈ پر دی گئی۔ نیاز و فاتحہ کے بعد عوام میں تبرک تقسیم کیا گیا۔ حاضرین کے کثیر اجتماع سے "ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان اور" انقلاب مصطفےٰ و نظام مرتضیٰ" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کے ساتھ

Marfat.com

تیرھویں پارہ سے سورۃ الرعد کی آخری اور سترھویں پارہ سے سورۃ الانبیاء کی ساتویں آیات کی تشریح بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

اللہ رب العزت نے اس کائنات کی تمام مخلوقات کو پیدائشی طور پر ایک مقررہ اور بندھے ہوئے نظام کا پابند کر کے برسرِعمل رکھا ہوا ہے۔ اس کی تمام تر تخلیقات میں صرف انسان' بشر یا آدمی ہی ایسی مخلوق ہے جسے خاص حد تک اپنے عمل اور کارکردگی میں آزادی اور اختیار دیا گیا ہے تاکہ اسے اس کے عمل کی پستی اور بلندی' یا نیکی اور بدی' یا خیر اور شر کے حساب سے اور تمام مخلوق میں مشرف و ممتاز یا ذلیل و خوار ہونے کی حیثیت سے سزا و جزاء کا مستحق قرار دیا جا سکے اور یوم حساب یہی کچھ فیصلے ہونے والے ہیں۔ اسی لئے اسے ایک مقررہ نظام کی پابندی کا حکم دے کر اس سے روگردانی کا اختیار بھی عطا ہوا اور اس کی سرشت و جبلت اور خمیر میں "نفس امارہ" کو بدی اور گمراہی کی طاقتوں (شیطان و خناس) کا ایجنٹ بنا کر داخل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پاکیزگی اور تزکیہ کے لئے اسے "علم اسمائے نوری" بھی عطا فرما دیا گیا تاکہ اس کی طاقت و برکت سے وہ ان تمام بدی کی قوتوں پر غالب آ کر اپنے آپ کو نہ صرف اس زمین پر خداوند عزوجل کا خلیفہ اور نائب ہونے کا اہل ثابت کرے بلکہ تمام کائنات پر غلبہ حاصل کر کے امت محمدیہ کی رہبری کے بھی قابل ہو جائے اور تسخیر کائنات کا مستحق ہو کر نظام قدرت کو ٹھیک ٹھیک اس کے خالق اور حقیقی مالک کی مرضی کے مطابق چلا سکے۔ یہی شرف انسانیت ہے اور یہی خلیفۃ اللہ ہونے کا سچا اعزاز اور قیامت کے بعد یوم حساب اسی کا احتساب ہو گا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ "نظام کائنات" کو درست رکھنے والے "انسان" خلیفۃ اللہ کے شرف کے پوری طرح مستحق و مالک ہونے کی حیثیت سے "افضل مخلوق" ہوتے ہیں۔ یہی

Marfat.com

رشد و ہدایت کا وہ نظام ہے جسے آپ اسلام کا نظام کہہ سکتے ہیں جو دین اسلام کی طرح قدیم ہے اور قیامت تک قائم و جاری رہے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام نے اس نظام کی زمام اختیار سنبھالی اور ان کے ذریعہ اللہ رب العزت نے وقتاً فوقتاً اس نظام "خلافت ارضی" میں ترمیم و تنسیخ جاری رکھی لیکن حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دور ظاہری کے بعد "خلافت ارضی" کی وراثت اُن حضرات کو سونپی گئی جو نبی نہ ہونے کے باوجود انبیاء علیہم السلام کی طرح "افضل البشر" تھے کیونکہ وہ اگر "معصوم من الخطا" نہ بھی ہوں تو اللہ رب العزت کے حبیب نے انہیں "پاک کر کے" نفس امارہ کی آلائشوں سے اس طرح نجات دلادی تھی کہ وہ "ماموں من اللہ" ہو کر عصیاں و خطا سے محفوظ ہو گئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کہ "میری امت کے (حقیقی) علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں جیسے کام کریں گے" کے منصب پر فائز ہو کر "خلافت راشدہ" کے نظام کے سچے منتظم ہوئے۔ یہی حضرات "خلفائے راشدین" کہلاتے ہیں لیکن ہماری بدقسمتی اور دین اسلام کی مظلومیت کی انتہا یہ ہے کہ ہمارے "علمائے دین" کہلانے والے حضرات نے بزعم خود اللہ رب العزت کے قائم کئے ہوئے نظام رشد و ہدایت کو پہلے "چار خلفائے راشدین تک محدود کر کے اور بعد میں اسے ختم کر کے شیطان کو گمراہی و ضلالت کی کھیتی کے لئے کھلا میدان اور نفس امارہ کی فتنہ و فساد اور خونریزی کے لئے وسیع تر اکھاڑہ فراہم کر دیا ہے۔ ھیہات ھیہات کہ پانچویں خلیفہ راشد، نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول، فرزند علی المرتضیٰؓ امام عالی مقام سیدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو "خلفائے راشدین" کی صف سے یکسر خارج کر کے ایک ایسے "نظام" کی بنیاد رکھ دی جو سیاست اور مذہب کو

Marfat.com

علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم کر دے یعنی" نظام خلافت راشدہ" سے سیاسی نظام کو علیحدہ کر کے انتظام سلطنت کو نظام ملوکیت و شہنشاہیت کا حصہ اور جزو بنا دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس تفریق کا نتیجہ تفریق در تفریق کی صورت میں برآمد ہونا لازم تھا۔ چنانچہ اس وقت سے لیکر جبکہ ہمارے "نظام خلافت راشدہ" کا خاتمہ کر کے امارت و حکومت کو شہنشاہیت تک لے جانے کا عمل جاری ہوا اب تک ہم ایک "مقررہ نظام" کو مختلف خانوں میں تقسیم کرتے چلے آ رہے ہیں اور "دین اسلام" کی مظلومیت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے "علمائے دین" کہلانے والے حضرات کے ہاتھوں اسی دین کے نام پر ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اس طرح ہم نے معاشیات کا نظام اسلام، سیاسیات کا اسلامی نظام اور اخلاقیات کا نظام اسلام غرض یہ کہ بہتر سے زیادہ فرقوں کی طرح قسم قسم کے نظام رائج کر لیے ہیں اور اب اسلام کا جمہوری نظام، اسلام کا شورائی نظام اور اسلام کا انتخابی نظام ہمارے "سیاسی نظام اسلام" کو پرزے پرزے کر رہا ہے۔ یہ سب ہمارے اس ظلم و ستم کا نتیجہ ہے جسے ہم نے نہ صرف اپنے دین پر حاوی اور روا رکھا بلکہ اللہ رب العزت کے قائم کردہ اس نظام کو جسے اس نے "دین" بنا کر ہمیں عطا فرمایا تھا رد و بدل اور تحریف و ترمیم کے ذریعہ بالکل علیحدہ ایک نیا نظام تجویز کر کے "نظام اسلام" کا نام دیا ہے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ ہم اپنے اس تخلیق کردہ نظام کو "خلافت راشدہ" کے دور کا احیاء بلکہ احیاء اسلام قرار دے رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ رب العزت کے قائم کردہ اس نظام سے جو بذات خود اسلام یعنی سلامتی والا دین ہے اور جو فتنہ و فساد اور شر و خونریزی کو مٹانے کے لئے معرض وجود میں آیا تھا کوسوں دور ہو چکے ہیں۔ ہماری زندگی جس کو ہم نے آج مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا ہے کسی پہلو سے بھی اس

Marfat.com

نظام حیات کے تحت بسر نہیں ہو رہی جو ہمارے لئے متعین کیا گیا تھا۔ اس کی واضح اور کھلی ہوئی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی زندگی خود اپنے وضع کردہ "نظام حیات" کے تحت بسر کرنے کا طریقہ اپنایا ہوا ہے اور پھر شکایت یہ ہے کہ معاشرہ انسانی زیادہ سے زیادہ ہلاکت آفرینی اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ ہم مسلمان جو دنیا میں قوموں کی امامت کے لئے منتخب کئے جا چکے ہیں صدیوں سے معاشرہ انسانی کی اصلاح کی تحریکوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر کروڑوں نہیں تو بلاشبہ لاکھوں کتابیں ہم نے انسان کی اصلاح کے لئے تصنیف کر ڈالی ہیں۔ چودہ صدیوں کے مکمل ہونے تک کروڑوں مبلغ درس و تدریس میں زندگی گزار چکے ہیں اور مزید کروڑوں اگر اسی مشغلہ میں زندگی گذار دیں تو اصلاح انسانیت کی جگہ ہلاکت کی طرف سفر کرتے رہیں گے کیونکہ ہماری سیاسی، تبلیغی و تدریسی سرگرمیاں اور تصنیف کی مشقتیں "نفس امارہ" کے غلبہ کی وجہ سے برائی کی طاقتوں کے زیر اثر ہیں۔ ہمیں جو اصلاح کا راستہ بتایا گیا تھا ہم اس سے بھٹک چکے ہیں۔ ہم قطعی نہیں سوچتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشرہ پیدا کیا تھا اسکی بنیاد افراد کی اصلاح کے لئے "تزکیہ نفس" پر رکھی گئی تھی اور ایسے ہی افراد پر مشتمل وہ امت وجود میں آئی تھی جسے قوموں کی امامت کے فرائض تفویض ہوئے تھے۔ اس معاشرہ اور اس امت کا نظام ایک تھا تاکہ اپنے وجود کو نفس امارہ کی غلاظت سے پاک رکھنے کے لئے "تزکیہ نفس" کیا جائے اور اس کا کام بھی ایک ہی تھا کہ انسانوں کو برائی سے بچائے اور منع کرے اور نیکیوں کی دعوت دے اور اس کا اہل بنائے۔ یہی اصلاح انسانیت و فلاح آدمیت کا راستہ اور دین مبین اسلام کا ماحصل ہے۔ اللہ رب العزت نے انسانوں بلکہ جنوں کو بھی ان ہی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے یعنی ایک گروہ اصلاح د

Marfat.com

فلاح والوں کا اور دوسرا خسارہ اور گمراہی والوں کا۔ اس کے نزدیک صرف مومن بندے اصلاح اور فلاح والے ہیں اور ان کے علاوہ شیطان اور نفس و خناس کے بندے ہیں جو گمراہی اور خسارہ والے ہیں۔ مالک و معبود اور خالق و مسجود نے ان دونوں گروہوں کی علیحدہ علیحدہ خصوصیات ارشاد فرمائی ہیں۔

اس نے اپنے مومن بندوں کے بارے میں سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیات میں ارشاد فرمایا کہ "اللہ کا ذکر ہو تو ان کے قلوب میں خوف پیدا ہوجاتا ہے اور وہ اس کی نشانیوں کا مطالعہ کرکے اپنے ایمانوں کو اور زیادہ مضبوط کرتے ہیں اور انہیں اللہ پر توکل ہوتا ہے۔ یہی حضرات نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے اس میں سے اس کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ یہی حضرات سچے مومن ہیں اور ان ہی کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ مقام و درجے اور عزت کی روزی ہے (جسے تبرک کہا جاتا ہے)۔ دوسرے گروہ کے لئے اٹھائیسویں[۲۸] پارہ میں سورۃ المجادلہ کی انیسویں[۱۹] آیۃ میں ارشاد فرمایا کہ

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

(ترجمہ) "شیطان ان پر غالب آگیا (اپنے ایجنٹ نفس امارہ کی مدد سے)۔ پس اس نے انہیں اللہ کا ذکر کرنا بھلا دیا۔ یہی لوگ شیطان کی جماعت ہیں اور خوب کان کھول کر سن لو کہ بیشک شیطان کی جماعت خسارہ والوں کی جماعت ہے"۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فیصلہ کی رو سے جس کی قرآنی شہادت موجود ہے انسان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ وہ جو ذکر الٰہی میں مشغول ہو کر مومن حقیقی ہو گیا اور دوسرا وہ کہ جس کے نفس امارہ نے ورغلا کر اسے شیطان

Marfat.com

کا فرمانبردار بنادیا اور ذکر الٰہی کو بھلا کر اس سے کوسوں دور کر دیا اس طرح وہ شیطان کی جماعت بن کر خسارہ والوں میں ہو گئے۔

میرے عزیزو! اللہ رب العزت نے "خلافت راشدہ" کا نظام اس لئے قائم فرمایا تھا کہ اس کے خلفاء انسانوں کے گمراہ گروہ کو جو ذکر الٰہی کے شغل کو بھول کر شیطان کی جماعت بن گیا ہے نفس امارہ کی اصلاح کر کے اللہ کے ذکر کے مشغلہ کی تعلیم دیں اور انہیں اللہ کی جماعت یعنی گروہ مومنین میں داخل کرا دیں۔ قیامت تک کے لئے یہ ذمہ داری امت محمدیہ کے سپرد ہے کہ اس امت کے مومنین خلافت ارضی کی ذمہ داریاں سنبھالیں جس کی بنیاد ذکر الٰہی پر ہے اور اس بنیاد (ذکر الٰہی) کو اولیائے کرام نے قائم فرمایا ہے اور اسکی تعلیم دی ہے۔ یہ کتابوں کے انبار لگا دینے اور قرآن کریم کی تفاسیر سے گودام کے گودام بھر دینے سے نہ آج تک قائم ہوئی ہے اور نہ قیامت تک قائم ہو سکتی ہے۔ کتابوں کی تصانیف اور مناظروں کی ترویج سے فرقے تو جنم لے سکتے ہیں اور امت محمدیہ کو ستر ٹکڑوں میں تقسیم کر سکتے ہیں لیکن "نفس امارہ" کی اصلاح کے بغیر شیطان لعین کے غلبہ سے نہیں بچا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کتابوں کی بہتات اور دینی مکاتیب کی فراوانی سے "مکاتیب فکر" میں تو ضرور اضافہ ہوا ہے لیکن "انسانوں کے گمراہ گروہوں" کو حزب اللہ نہیں بنایا جا سکا۔ خود ہماری عبادتیں ہمیں وہ نفع نہیں پہنچا سکیں جو اللہ رب العزت کے نزدیک ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ نماز جو ذریعہ نجات اور فواحشات و منکرات سے گلو خلاصی کا ذریعہ تھی آج بے بس ہے۔ روزہ جو متقی کرتا تھا آج ہم سے جھوٹ اور فریب کاری کی عادتیں نہیں چھڑا سکا ہے۔ زکوٰۃ جو کبھی ہمارے مال و زر کو پاک کر کے اس میں خیر و برکت پیدا کرنے کے بعد ہمیں متمول بنانے کا ذریعہ تھی آج اپنی خصوصیت سے خالی نظر آتی ہے اور اس

Marfat.com

کی وجہ صرف ایک ہے کہ ہماری ساری عبادات "نفس امارہ" کی غلاظت و آلائشوں کی وجہ سے شیطان کے زیر اثر ہیں۔ اسی لئے یہ ساری عبادات بے اثر ہیں کیونکہ شیطان نے ذکر الٰہی کو جوان سب کی روح تھا پوری طرح ہمیں بھلادیا ہے اور ہم نے اس بنیاد کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ یہی حال ہماری اجتماعی زندگی میں ہمارے اس نظام کا ہے جسے ہم "نظام اسلام" کہتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ ہم نفس امارہ اور شیطان کی اتباع کرکے اور اس کے زیر اثر رہ کر جس قسم کا نظام اسلام قائم کر رہے ہیں وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ ہماری عبادات ہیں اور یہ صورت اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کہ ہم اس اصل نظام اسلام کو جسے اللہ رب العزت نے قائم فرمادیا ہے اپنے تمام نظاموں پر غالب نہیں کر لیتے۔ اس موقع پر میں آپ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر "خلفائے راشدین" کے چار ادوار تک ایک سرسری انتظامی جائزہ لینے کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ غور فرمائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام کی اصلاح فرما کر انہیں رب العزت کی خلافت کا اہل بنا دیا تھا اور اپنے بعد حضورؐ کو "نظام خلافت" چلانے کے لئے کسی ایک شخص کو نامزد کرنے کی ضرورت اس لئے نہ تھی کہ وہ سب کے سب "نفس امارہ" سے تزکیہ شدہ تھے اور انہیں نفس امارہ کی آلائشوں سے پاک کیا جا چکا تھا اس لئے غلط انتخاب کا اندیشہ قطعاً نہیں تھا۔ چنانچہ پہلا انتخاب جو بلا مقابلہ اور متفقہ تھا نہایت احسن اور مبارک ثابت ہوا۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اسی دور کے تزکیہ شدہ حضرات میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو منتخب کیا۔ یہ انتخاب بھی اللہ کے حبیب کے پاک کردہ صحابی کا تھا۔ اس کے بعد عام انتخاب اس لئے مناسب نہ تھا کہ حضورؐ کے سامنے پیدا ہونے والے اب جوانی کی سرحدوں پر تھے اور ان میں تزکیہ شدہ اور غیر تزکیہ شدہ سب ہی شامل

Marfat.com

تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک انتخابی ادارہ ایسے افراد پر مشتمل نامزد و مقرر فرمایا جن میں سے ہر فرد "خلافت راشدہ" پر متمکن ہوکر خلیفہ راشد ہونے کا اہل تھا کیوں کہ وہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تزکیہ شدہ تھے۔ اس انتخابی ادارہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا جو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تزکیہ شدہ تھے اور اس کے بعد یہ ادارہ ختم ہوگیا۔ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی ابوترابؓ جو عام اصحاب اور تابعین کے منتخب کردہ تھے متمکن خلافت راشدہ ہوئے۔ اپنے بعد انہوں نے پانچویں خلیفہ راشد امام عالی مقام سیدنا حضرت مولا حسن علیہ السلام کو جو ذات و صفات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی وارث اور اللہ رب العزت کے خلیفہ برحق تھے خلیفہ نامزد کیا۔ اس دور کے بعد امت مسلمہ میں ایسے حضرات کی کثرت ہوگئی کہ جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت و زیارت کا شرف حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے "تزکیہ نفس" کو ایک نظام کی حیثیت سے جاری رکھنا ضروری ہوگیا تھا اور یہ نظام "خلافت راشدہ" کی نگرانی اور تربیت کی ذمہ داری کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مصلح اول حقیقی نواسے اور سچے جانشین نے اس فرض کی ادائیگی اور اس "نظام "خلافت راشدہ" کو جاری و ساری رکھنے کی ذمہ داری کو اپنے لئے ضروری سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے "نظام سیاست" کو علیحدہ کرکے اسے امت کے افراد کے سپرد کردیا اور نظام خلافت راشدہ کو صرف "تزکیہ شدہ" حضرات کے لئے مخصوص رکھا۔ اس وقت سے لیکر آج تک یہ نظام تزکیہ شدہ حضرات کو "خلافت رشد و ہدایت" کا اہل بنا کر خلیفہ مقرر کرنے کے طریقہ سے جاری و ساری ہے اور اس طریقہ کے تحت یہ نظام اولیائے کرام نے جاری رکھا ہے۔ خواہ خواجہ حسن بصریؒ ہوں یا خواجہ جنید بغدادیؒ، خواجہ سلطان العارفین

Marfat.com

بایزید بسطامیؒ ہوں یا خواجہ حبیب عجمیؒ، خواہ حضور غوث الثقلین قطب الکونین سلطان المقبولین ابو محمد محی الدین شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہوں یا حضرت شیخ سنجر خواجہ سید حسن معین الدین چشتی اجمیریؒ، خواہ حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندیؒ ہوں یا خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور یا حضرت خواجۂ خواجگان عاشق رسول خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہوں، سب ہی نے اس نظام خلافت راشدہ کو رشد و ہدایت کا ذریعہ بنایا اور تزکیہ نفس کے بعد خلافت پر متمکن ہونے کا اہل بنا کر خلیفہ نامزد کرنے کا طریقہ رائج فرمایا جو تمام سلاسل میں آج تک رائج ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رائج اور جاری و ساری رہیگا اور ذریعہ تبلیغ اسلام اور اللہ کی جماعت کے فروغ کا باعث بنے گا۔ یہی وہ طریقہ "خلافت راشدہ" ہے کہ جس کے نظام کے تحت المرکز المشائخ الاسلام قائم ہے اور ان مشائخ عظام کی بدولت جیسا ماضی میں "نظام اسلام" قائم رہا ہے آئندہ بھی قائم رہیگا۔ درحقیقت صحیح نظام اسلام وہی ہوگا جو ان تزکیہ شدہ حضرات کی قائم کردہ "خلافت راشدہ" کے زیر اثر اور زیر نگرانی قائم ہوگا ورنہ ہماری تاریخ گواہ اور مشاہدہ شاہد ہے کہ خلافت راشدہ کے اثر سے نکل کر ہمارا "نظام سیاست" ملوکیت اور شہنشاہیت کی آغوش میں پہلے بھی پہنچ گیا تھا۔ اور اب بھی اس دور کی آمریت کا حاشیہ نشین بنا رہے گا۔ خواہ یہ نظام سیاست جمہوریت کے نام پر منتخب آمریت بن کر جاری رہے یا خود اختیار کردہ ڈکٹیٹر شپ کے طور پر بہرحال ایسا کوئی "نظام اسلام" نہیں ہوسکتا جسے اولیائے کرام کے جاری رکھے ہوئے نظام خلافت راشدہ سے تعلق نہ ہو۔

Marfat.com

ذکرِ الٰہی کے قرآنی فیضان

دین میں بیعت کی اہمیّت

اور

مومن کی شان اور اسکی قرآنی شناخت

حضورِ آقائی و مولائی سیدی و مرشدی
شیخ المشائخ حضرت علامہ

جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی

کے

خطبات سے اقتباسات

Marfat.com

Marfat.com

انسان نے جب کبھی اپنی ناقص عقلی سائنس کی کسوٹی پر "قدرت کے کرشموں کو سمجھنے کی کوشش کی وہ ہمیشہ "حقیقت کے نور" سے محروم ہو کر "مادی عقل کے فتور" میں مبتلا ہوا ہے

۳۰ / اکتوبر ۱۹۸۱ء — محرم الحرام کی پہلی مجلس "مراقبۂ غم حسینؑ" سے عزیز آباد فیڈرل۔بی ایریا میں "اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

انسان کس طرح مومن بنتا ہے اور اس کی شان اور شناخت کیا ہے اگر اس حقیقت کو عقل کے سائنسی مزاج کے مطابق سمجھنے کی کوشش اور لفظ مومن کو عربی کے معنی و مطالب ہی تک سمجھنے کی عقلی روش اختیار کی گئی تو یقیناً "ایمان کا نور" استدلال و براہین کی بھینٹ چڑھ جائے گا اور انسان اپنے نفس کی تاریکی اور گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں اپنی عقل سے صحیح رہنمائی حاصل کرنے کی جگہ عقل کے فتور میں "ایمان کے نور" کو ضائع کردے گا جیسا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک کو اژدہا بنتے ہوئے دیکھ کر خداوند عزوجل کی قدرت کاملہ پر یقین کرنے اور ایمان لانے کی جگہ "اپنی عقل" سے عصا کی اژدہے کی شکل میں تبدیل ہونے کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی اور وہ عقل کے فتور میں مبتلا ہو کر "معجزہ کے مشاہدے" سے نور حاصل نہ کرسکا۔ اس کی عقل نے اسے یہ

Marfat.com

نتیجہ اخذ کرلیا کہ یہ سب کچھ "سحر اور جادو" ہے۔ دوسری طرف اسی قوم کے ایک شخص نے جو اس معاملہ کو "ایمان کے نور" یعنی عقیدے اور یقین کی روشنی میں دیکھ رہا تھا اسے اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کا ظہور سمجھا اور ایمان کے نور نے اس کی صحیح سمت میں رہنمائی کی لیکن وہ حضرت موسیٰ کی حمایت میں بے مثال قوی استدلال سے فرعون اور اسکے درباریوں کو اللہ رب العزت کی وحدانیت اور اس کی قدرت کاملہ کے اعجاز کے ذریعۂ ظہور کا قائل کر کے انھیں ایمان کی دولت نہ دے سکا کیونکہ فرعون اور اس کے درباری "عقل کے فتور" میں مبتلا تھے اور ان کے پاس شعور کا نور موجود نہ تھا۔ چنانچہ ہم "مومن کی شان اور اس کے مقام" کو اس کی قرآنی شناختوں اور نشانیوں کی روشنی ہی میں سمجھ سکتے ہیں۔ اس روشنی کے بغیر ہماری عقل مقام مومن اور اس کی شان کی شناخت نہیں کرسکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو حسین علیہ السلام جو مومن کامل کی شان کا کربلا میں قدم قدم پر مظاہرہ فرماتے رہے تھے کا عرفان یزید کو ضرور حاصل ہوتا کیونکہ ان گمراہوں میں عقل کی کمی نہ تھی لیکن ان کی عقل نور سے خالی اور "فتور" کی حامل تھی اس لئے صحیح سمت میں رہبری نہیں کرسکی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے مومن بندے وہ حضرات ہیں جو اللہ رب العزت کی محبت کے نور سے اپنے ایمان کو منور کرتے اور اپنی عقل کو روشنی کا حامل بناتے ہیں

۳۱ اکتوبر ۱۹۸۱ء۔ "مراقبۂ غم حسینؑ" کی دوسری مجلس سے عزیز آباد

Marfat.com

فیڈرل۔ بی ایریا میں "اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔

اللہ رب العزت کے ارشاد کے مطابق مومن کی قرآنی شناخت یہ ہے کہ جب وہ اللہ رب العزت کا ذکر کرے تو اس کا قلب خوف خدا میں مبتلا ہو جائے اور یہ خوف محبت کا تقاضہ ہو کیونکہ محبت ہی "محبوب کے ذکر" کا محرک حقیقی ہوتی ہے۔ محبوب سے خوف اس کی ناپسندیدگی اور ناراضگی کا ہی ہوا کرتا ہے اور یہی خطرہ محب کے قلب کو پانی کی طرح رقیق کر ڈالتا ہے۔ یہ رقت قلبی ہی ہے جو محب کو ایسا ایمان عطا فرماتی ہے جس میں محبت کا نور جلوہ گر ہو کر وہ قوت، توانائی اور روشنی بخشتا اور فیضان محبوب سے روشناس کر کے اس فراست اور شعور کا باعث ہوتا ہے جس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن کی فراست سے ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔" میرے عزیزو! اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہی مومن ہوتا ہے جو اللہ رب العزت کو اس کی محبت میں مبتلا ہو کر پکارتا اور اس کا ذکر کرتا ہے تو اس ذکر سے اس کا قلب "تقویٰ" (خوف خدا) حاصل کرتا ہے۔ جب وہ متقی ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مطالعہ و مشاہدہ اور قرآن کریم ذکر حکیم کی آیات کی "تلاوت" اس کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں اور یہ ایمان کی مضبوطی ہی اس کے اندر اللہ پر بھروسہ پیدا کر کے اسے متوکل بنا دیتی ہے۔

آپ نے غور فرمایا کہ قرآن کریم ذکر حکیم نے مومن کی بنیادی شناخت یہ بتاتی ہے کہ جب وہ اللہ رب العزت کا ذکر کرتا ہے تو اس کا قلب خوف

Marfat.com

خدا سے لبریز ہو جاتا ہے جس کے باعث اس کے قلب میں رقت پیدا ہو جاتی ہے اور جب قلب رقیق ہو جائے تو اس سے کوئی ایسا کوئی کام سرزد نہیں ہو سکتا جس میں اللہ رب العزت کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا امکان موجود ہو یا جس کے کرنے سے اللہ کی مخلوق کو ایذا پہنچ جائے۔ یہ اوصاف مومنِ حقیقی کے ہیں جن کے بارے میں سورۃ الانفال کی چوتھی آیۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "یہی لوگ سچے (حقیقی) مومن ہیں"۔ آپ غور فرمائیے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک مومن کی جو شان اور قرآنی شناخت ان آیات میں موجود ہے کیا فی زمانہ مومن کہلانے اور اپنے آپ کو سچا اور پکا مومن سمجھنے والے اس شان اور شناخت کے مالک ہیں؟ اس دور کو تو جانے دیجئے قرن اولیٰ میں بھی ایمان لانے والوں کی اکثریت ایسے ہی مومنین کی تھی جو فتح مکہ کے بعد "عقلی تقاضوں کے پیش نظر" ایمان لائے تھے کیونکہ ان کی عقل یہ کہتی تھی کہ اب مسلمان غالب آچکے ہیں اس لئے اگر سرزمین عرب میں حکمران اور طاقتور بن کر رہنا ہے تو ایمان لے آؤ اور مسلمان ہو جاؤ۔ یہ عقل ہی کا عطا کردہ ایمان تھا کہ جو ایسے مومنوں اور مسلمانوں کو کربلا میں نواسۂ رسول اور امام وقت کا خون ناحق کرنے سے نہ روک سکا کیونکہ ان کے قلوب سخت ہو گئے تھے۔ ان کے قلوب میں رقت اس لئے نہیں پیدا ہو سکی تھی کہ وہ اللہ کی محبت اور اس کے رسول سے نسبت قائم کر کے ایمان نہیں لائے تھے اور محبوب کا ذکر ان کے قلوب کو نرم اور رقیق کر کے خوف خدا میں مبتلا کرنے کا ذریعہ نہیں بنا تھا۔ دوسری طرف امام عالیمقام مولا حسین علیہ السلام اور ان کے رفقاء کا ایمان تھا جو انہیں اللہ رب العزت کی محبت اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت سے حاصل ہوا تھا جس نے انہیں محبوب کے ذکر کی نعمت عطا فرما کر ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا کر دیا تھا۔ یہ خوف خدا ہی تھا

Marfat.com

جس نے شہدائے کربلا کو مشاہدہ کی بدولت ایمان کی ایسی مضبوطی عطا فرمائی تھی کہ وہ اپنے رب سے متوکل ہو گئے۔ چنانچہ باطل کے سامنے سر جھکا کر اللہ رب العزت کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کے مقابلہ میں سر کٹا کر اپنے محبوب حقیقی کی رضامندی، خوشنودی اور محبت کے ذریعہ حیات ابدی حاصل فرمائی۔ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے کہ

؎ شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ — دین ہست حسینؑ دین پناہ ہست حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دست یزید — حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

مومن کو نور ایمان سے عقل و فراست اور مشاہدہ سے علم حاصل ہوتا ہے کیونکہ بغیر مشاہدہ کا علم قصور اور بغیر ایمان کے عقل فتور کا سبب اور بنیاد ہوتی ہے

یکم نومبر ۱۹۸۱ء ــــ "مراقبۂ غم حسینؑ" کی تیسری مجلس سے عزیز آباد، فیڈرل۔ بی ایریا میں "اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی دوسری آیۃ میں تین خصوصیات و صفات یعنی خوفِ خدا (تقویٰ)، توکل (اللہ پر بھروسہ) اور تقویت ایمان کو "ذکر الٰہی" سے ایسا وابستہ کر دیا ہے کہ ذکر الٰہی شجر طیبہ ہے اور یہ تینوں اوصاف حمیدہ اس کا ثمر نوری ہیں اور جب تک یہ تینوں خصوصیات کسی میں موجود نہ ہوں وہ اللہ رب العزت کے نزدیک مومن نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ

Marfat.com

رب العزت نے سورۃ الانفال کی تیسری آیۃ میں فیصلہ صادر فرمادیا کہ یہی لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور جو نعمتیں ان کے رب نے انہیں عطا فرمائی ہیں وہ اس کی خوشنودی کے لیے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ان دونوں آیات کا عملی مشاہدہ ان کے نزول کے تقریباً ساٹھ سال بعد کربلا معلیٰ میں امام عالی مقام سیدنا مولا حسین علیہ السلام نے اپنے کردار سے مخلوق کے سامنے رہتی دنیا تک کے لئے پیش فرمایا چونکہ وہ اس باعث تخلیق کائنات سے وجود میں آئے تھے جس کا وجود فیضان ذکر الٰہی کا منبع و خزانہ تھا اور اس عظیم ہستی کے فرزند تھے جنہوں نے غار حرا میں ذکر الٰہی کے فیضان و تعلیم براہ راست اس منبع فیض سے حاصل فرمائے تھے۔ اس لیے ذکر الٰہی کے شجر طیبہ کے وہ ثمر یعنی تقویٰ، توکل اور ایمان کی مضبوطی بہ تمام و کمال ان میں موجود تھے۔ کربلا کے واقعات قدم قدم پر اللہ رب العزت کے اس ارشاد کی شہادت پیش کر رہے ہیں اور آج بھی اہل مشاہدہ ہی کے نہیں بلکہ عام طور پر تاریخ انسانیت کا مطالعہ کرنے والوں کے دلوں میں بھی اس حقیقت کی تائید پیدا کر رہے ہیں کہ "پس تم میرا ذکر کرو اور میں تمہارا ذکر (مخلوق کی زبانوں پر جاری کر کے) کروں گا۔" یہ ارشاد باری تعالیٰ امام عالی مقام سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات سے زیادہ شاید ہی کسی اور ذات پر صادق آتا ہو۔ ذکر حسینؑ درحقیقت اس ذکر الٰہی کا نتیجہ ہے جو حسین علیہ السلام کو ان کے نانا جان اور بابا جان سے ورثہ میں ملا تھا اور اس ذکر الٰہی کو انہوں نے آخر دم تک سینہ سے لگائے اور رگ جاں بنائے رکھا۔ اس ذکر الٰہی نے انہیں میدان کربلا میں ایسی نماز قائم کرنے کی طاقت عطا کی کہ جس سے تمام نماز قائم کرنے والے قیامت تک فیضان حاصل کر کے اس زمرہ میں شامل ہوتے رہیں گے جن کے لئے سورۃ الانفال کی تیسری آیۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

Marfat.com

"یہی حضرات نماز قائم کرتے ہیں" ویسے تو تمام نمازی نماز پڑھتے ہیں لیکن "قائم" وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے زیادہ قیمتی دولت اور نعمت یعنی دولت ایمان اللہ کی خوشنودی کے لئے عطا کرتے اور تقسیم فرماتے ہیں۔ یہی سچے مومن ہیں جن کا نور ایمان عقل و فراست کا سرچشمہ اور جن کا مشاہدہ علم کا خزانہ ہے کیونکہ بغیر مشاہدہ کے علم قصور اور بغیر ایمان کے عقل فتور کا سبب ہوا کرتی ہے جیسا کہ کربلا کے ظالم گروہ یزید کا علم جس نے انہیں خطا اور گناہ کے سوا کچھ نہیں دیا اور اس گروہ کی وہ عقل جو فراست مومن سے خالی تھی فتور اور فتنہ کا سبب بن کر ان کی گمراہی اور ضلالت کا باعث ہوئی۔ کربلا اب بھی اس حقیقت پر شاہد ہے۔

؎ قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مومن کے ایمان کی بنیاد و انحصار عقل پر نہیں بلکہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے

۲ نومبر ۱۹۸۱ء — "مراقبہ علم حسینؓ" کی چوتھی مجلس سے عزیز آباد فیڈرل بی ایریا میں "اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

دین اسلام میں ایمان کا صحیح اور قابل قبول معیار وہ ہے جو حضور اکرم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، صحیح احادیث جس کی شاہد ہیں اور کلام الٰہی قرآن کریم ذکر حکیم میں اللہ رب العزت نے جس کی تائید فرمائی ہے۔ حضور ختمی المرتبتؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ایمان میری محبت کا نام ہے"۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ ایمان کے اس معیار کے علاوہ اگر کسی اور شے پر ایمان کی بنیاد اور انحصار موقوف رکھا گیا تو ایسا ایمان کسی انسان کا اپنا عقلی ایمان تو ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ دین اسلام کا معیاری اور نوری ایمان نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ رب العزت نے قرآنی ایمان کی کسوٹی محبت رسول کو قرار دے کر فرمایا کہ "تم اس وقت ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اللہ کے رسول سے محبت ہر اس چیز سے زیادہ نہ ہو جو تمہیں بہت پیاری ہے"۔ سورۃ الانفال کی تلاوت کردہ ان تینوں آیات میں اسی معیار کے ایمان والوں کو مومن بلکہ "مُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" قرار دیکر ان اوصاف حمیدہ کا حامل اور مالک ارشاد فرمایا گیا ہے جو ایمان والوں کی صحیح قرآنی شناخت ظاہر کرتے ہیں کیونکہ محبت کا سب سے پہلا تقاضہ ذکر محبوب اور یاد معشوق ہوتا ہے۔ اس یاد محبوب اور ذکر معشوق سے نہ کوئی عبادت خالی ہو سکتی ہے اور نہ اس کے بغیر کوئی عقل نوری ہو سکتی ہے۔

میرے عزیزو! یاد رکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ عقل تقسیم نہیں فرمائی بلکہ عقل تو فطرت انسانی میں یکساں طور پر ودیعت کی گئی ہے۔ البتہ جس نے اپنے تعقل اور تفکر کو اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے جو فی الاصل ایمان حقیقی ہے مجلا اور منور کر لیا اللہ رب العزت کے نزدیک وہی صاحب عقل ہے لیکن جس نے محبت کے نور کی جگہ اپنی فکر اور عقل کو ایمان کی بنیاد قرار دے کر اس پر ایمان کو منحصر کر لیا

Marfat.com

وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے عقل ہیں کیونکہ وہ نماز پڑھتے تو ہیں لیکن قائم نہیں کرتے جیسا کہ گروہ یزید نمازیں پڑھتا تو تھا مگر قائم نہیں کر سکتا تھا اس لئے کہ اس میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ ایمان کا نور نہ تھا۔ اس کے برعکس امام عالی مقام سیدنا مولا حسین علیہ السلام اور ان کے انصار و محب قیام نماز کا فرض انجام دے رہے تھے کہ وہ نمازیں پڑھتے بھی تھے اور قائم بھی کرتے تھے۔ ان کے سجدوں نے کربلا میں جس قیام کا مظاہرہ چودہ سو سال پہلے کیا تھا وہ آج بھی اہل ایمان کے لئے مینارہ نور بن کر قائم ہے کیونکہ ان سجدوں میں محض عقلی سائنس کو دخل نہ تھا بلکہ محبت رسول اور لقائے الٰہی کارفرما تھی۔ چنانچہ سورۃ الانفال کی چوتھی آیۃ کے مطابق ان ہی حضرات کے لئے ان کے رب کے پاس اعلیٰ سے اعلیٰ درجات اور افضل سے افضل مقامات ہیں اور انہی کے لئے ان کے رب نے مغفرت کے دروازے کھول دیئے ہیں جن میں داخل ہو کر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے ایمان کو منور کرنے والے اپنے دوستوں اور محبت کرنے والوں کے لئے داخلہ کی راہ ہموار کر دی ہے اور ان ہی کی روزی کو اللہ رب العزت نے برکت والی روزی یعنی تبرک اور عزت والی روزی قرار دیا ہے جو یہ قیامت تک خود بھی حاصل کرتے رہیں گے اور اپنے دوستوں میں بھی تقسیم کرتے رہیں گے۔ یہی وہ روزی ہے کہ جس کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اور اپنے رب سے روزی پاتے ہیں اور اسی روزی کی برکت نے اس روزی کو جو ان کے نام پر تقسیم کی جاتی اور کھلائی و پلائی جاتی ہے تبرک بنا دیا ہے۔ یہ بات تو عقل کو ایمان کی بنیاد قرار دینے والوں کی سمجھ میں بھی آجانی چاہیئے کہ جو کھانا اللہ تعالیٰ کے ان مبارک بندوں کے نام پر کھلایا جاتا ہے وہ بھی تبرک ہو جاتا ہے اور جو مشروب ان کے نام پر پلایا جاتا ہے وہ بھی تبرک ہی کہلاتا ہے۔

Marfat.com

کربلا میں حسین علیہ السلام کا کردار قرآن کریم ذکر حکیم کی مکمل عملی تفسیر ہے

۳ر نومبر ۱۹۸۱ء ـــ "مراقبۂ غم حسینؑ" کی پانچویں مجلس سے عزیز آباد، فیڈرل۔بی ایریا میں "اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیۃ کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

قرآن کریم کی ان آیات مقدسہ کا اگر حرف بہ حرف لفظی ترجمہ کیا جائے تو وہ کربلائے معلیٰ میں نواسۂ رسول امام عالی مقام حضرت مولا حسین علیہ السلام کے کردار کے عملی نمونہ کی مکمل تصویر پیش کر کے کلام الٰہی کی مجسم تفسیر کا مشاہدہ یعنی شہادت پیش کرتا ہے۔ سورۂ الانفال کی دوسری آیۃ کا ترجمہ یہ ہے کہ "اللہ رب العزت کے مومن بندے جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا (تقویٰ) پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ آیۃ (قرآنی یا) خداوندی کا مطالعہ اور مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل (بھروسہ) کرتے ہیں"۔ کربلا میں مولا حسین علیہ السلام کے کردار کا جو مظاہرہ ہوا تھا اس ترجمہ کی روشنی میں وہ اس آیۃ کی عملی تفسیر ہے کہ امام عالیمقام شبِ عاشور کو روشنی گل فرما کر شب کی تاریکی میں ایمان کی روشنی سے ذکر و فکر کی محفل کو منور فرمانے میں مشغول ہو گئے تھے۔ ذکر الٰہی کی یہ عبادت اپنے ناناجان کی تعلیم کردہ غار حرا کی عبادت کے ظاہری اور باطنی طریقوں پر اپنے باباجان مولائے کائنات

Marfat.com

حضرت علی علیہ السلام سے ورثہ میں پائی تھی اور یہی وہ عبادت ہے جو تقویٰ کی بنیاد اور اہل تصوف و اہل ایمان کے کردار کی پہچان ہے۔ چنانچہ اس کے فیضان شب عاشور کی صبح صادق سے عملی طور پر ظاہر ہوئے کہ مٹھی بھر افراد نے رات بھر ذکر الٰہی میں مشغول رہنے کے بعد اس طرح نماز فجر کی صف بندی کی کہ ان کے حق پر ڈٹ جانے کا مظاہرہ ان کے ایمان کی مضبوطی کی شہادت دینے لگا اور انہوں نے اللہ رب العزت پر توکل کی وہ مثال قائم کردی جس سے تمام اہل تصوف قیامت تک فیضان و روشنی حاصل کرتے اور ان ایمان والوں کی صف میں شامل ہوتے رہیں گے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو کر انہیں متقی بنا دیتا ہے۔ یہی وہ نماز فجر تھی جس کی صف بندی نے سورۃ الانفال کی تیسری آیۃ مقدسہ کی عملی تفسیر پیش کی یعنی "یہی وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں"۔ امام عالیمقام مولا حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی یہ نماز "قیام نماز" کا عملی مظاہرہ اور مومنوں کی سچی شناخت بن کر سامنے آرہی تھی یہی وہ نماز تھی جو قائم کی جارہی تھی جبکہ امام عالیمقام کے مدمقابل مسلمان کہلانے والوں اور مومن ہونے کے دعویداروں کا گروہ محض نماز پڑھنے میں مشغول تھا۔ اس نماز کے قیام کی معراج وہ سجدہ تھا جس میں امام حسین علیہ السلام نے سر رکھ کر پھر کبھی نہیں اٹھایا اور ہمیشہ کے لئے سجدوں کو قیام دوام عطا فرما دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی چوتھی آیۃ مبارکہ میں ان کے ایمان کی اس طرح تصدیق فرمائی کہ کلام الٰہی کی اس کے سوا اور کوئی عملی تفسیر ممکن ہی نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "یہی لوگ سچے مومن ہیں"۔ چنانچہ کربلا میں مولا حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا مجموعہ بالا متذکرہ کردار ایمان والوں (سچے مومنین) کی شناخت بن گیا جو ہر ایمان کے مدعی اور مومن کہلانے والے کو بتا رہا ہے کہ حسین علیہ السلام کے کردار کو تمہاری ناقص عقلیں نہیں سمجھ سکیں گی۔ تم اس کردار

Marfat.com

کے مظاہرے کے مادی پہلو تک ہی رسائی رکھتے ہو کیونکہ تمہارے ایمان کی بنیاد اور انحصار عقل پر ہے۔ یہ کردارِ حسینی "داستان حرم" کی انتہا اور اس کی عظمتوں کی معراج ہے جس کی بنیاد اسمٰعیل علیہ السلام نے عقل پر نہیں رکھی تھی بلکہ اس کی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احکام خداوندی کی اطاعت اور وحیٔ الٰہی پر ایمان سے کی تھی اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس کا انعام "انسانوں کی امامت" کے منصب پر فائز ہو کر حاصل فرمایا۔ مولا حسین علیہ السلام نے اس ابتداء کو انتہا تک پہنچا کر اپنے بعد اپنے مریدین باصفا کو قیامت تک اس انعام کا نہ صرف سورۃ الانفال کی چوتھی آیت میں مالک حقیقی کے ارشاد کے مطابق کہ "ان کے رب کے پاس ان کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ درجات (مقامات) ہیں اور ان پر مغفرت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عزت والی روزی (جو زندہ اور حیات لوگوں کا حق ہوتی ہے) ہے جو ہمیشہ تبرک کہلائے گی" مستحق بنایا بلکہ قیامت تک امت کے لئے چشمۂ فیضان جاری فرما دیا۔

؎ قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے　　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نور "عقل کی بینائی" ہے۔ اس نور کے بغیر عقل اندھی ہوتی ہے

سہ رنومبر ۱۹۸۱ء سے "مراقبۂ غم حسینؑ" کی چھٹی مجلس سے عزیز آباد فیڈرل۔ بی ایریا میں "اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت"

Marfat.com

کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاند پوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیتہ کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کے نزدیک صاحب عقل وہ ہے جس کی عقل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے بینائی حاصل کی اور ایمان کی روشنی میں تفکر سے راہ ہدایت کا ادراک حاصل کیا کیونکہ محبت رسولؐ کے بغیر نہ تو راہ ہدایت کا ادراک حاصل ہو سکتا ہے اور نہ توحید حقیقی کی معرفت اس لئے کہ بنیادی چیز بینائی ہے۔ اندھی عقل نہ ہدایت کا ادراک پیدا کر سکتی ہے اور نہ میزان ایمان ہو سکتی ہے بلکہ وہ تو نیکی و بدی کے امتیاز اور فرق کو بھی نہیں دیکھ سکتی کیونکہ جب بینائی ہی نہ ہو تو مشاہدہ کہاں سے ہوگا اور جب مشاہدہ نہ ہو تو امتیاز مفقود ہوتا ہے۔ بغیر امتیاز کے میزان دھوکہ اور مفروضہ تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت نہیں اس کے برعکس ایمان کی روشنی" عقل کی بینائی" ہے اور آنکھوں والی عقل بینا ہی سے ہدایت کا ادراک اور میزان کا امتیاز ممکن ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بار بار مختلف جگہ ان لوگوں کو جن کی فطری عقل نور ایمان سے خالی یعنی اندھی ہے" لا یعقلون" (بے عقل) قرار دیا ہے کیونکہ فطری عقل رکھنے کے باوجود ان کی عقل نور ایمان کی بینائی نہیں رکھتی جبکہ مومن اس لئے صاحب عقل ہوتا ہے کہ اس کی عقل نور ایمان اور محبت رسولؐ سے بینائی حاصل کرتی ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا کہ "مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔ یہی عقل مخزن علم ہوتی ہے جس کے اضافہ کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرمانے کی ترغیب تعلیم فرمائی کہ اس طرح ارشاد فرمائیں

" اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما"۔ یہ دعا ہر مومن کے علم میں اضافہ کی طلب ہے کیونکہ وہ اس علم کا نور یہ کہکر طلب کرتا ہے" اللھم نور بالعلم قلبی اللھم نور بالنور قلبی" اور

Marfat.com

اس کے دل کا نورِ محبت اور نورِ علم سے منور ہونا ہی اس کے مومن ہونے کی شناخت ہوتا ہے۔ اس استدلال کی روشن عملی مثال ہمیں کربلا کے میدان میں سید الشہداءؑ امام عالیمقام مولا حسین علیہ السلام کے کردار میں ملتی ہے جنہوں نے نسبت و محبتِ رسالت پناہی سے نورِ علم و ایمان حاصل فرمایا تھا اور اس نور کی روشنی میں بھٹکی کی ہوئی انسانیت آج بھی راہ ہدایت اور منزل رشد حاصل کر سکتی ہے کیونکہ "ذکر الٰہیٰ" کے فیضان یعنی تقویٰ اور توکل کا سبق کردارِ حسین علیہ السلام سے زیادہ موثر طور پر اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ رشد و ہدایت ہے جو "نیابت خداوندی" اور خلافت رسالت پناہی کا خاصہ اور طرۂ امتیاز ہے جو مولا حسین علیہ السلام نے مادی عقل کے زور پر نہیں بلکہ محبت و وراثت رسولؐ سے حاصل فرمائی تھی۔

؎ قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مُسلمانوں میں تمام بگاڑ اور خرابیاں اس وقت پیدا ہوئیں جب علمائے دین کہلانے والوں نے "خلافت اور ملوکیت" کے فرق کو نظر انداز کر کے دونوں کو ایک مقام پر لا کھڑا کیا۔ آئندہ بھی جب تک ہم ان دونوں میں فرق اور امتیاز اختیار نہیں کریں گے ہمارے اندر کے بگاڑ اور خرابیوں کی اصلاح ممکن نہیں ہے

۵ نومبر ۱۹۸۱ء — محرم الحرام کی ساتویں محفلِ "مراقبہ غم حسینؑ" کے

Marfat.com

عظیم الشان اجتماع سے المرکز المشائخ الاسلام کے دفتر واقع جمشید روڈ میں "اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اسکی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کا آغاز نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری تیسری اور چوتھی آیتہ کی تلاوت اور ان کے ترجمہ و تفسیر سے کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ۔

اللہ رب العزت کے کلام بلاغت نظام کی یہ تین آیات مومن کے ایمان کا چارٹر اور اس کی شان و شناخت اور اس کے مقام و درجات کا منشور ہیں۔ اس زمین پر اللہ رب العزت کی خلافت و نیابت کے صحیح مستحق بلکہ منجانب اللہ اس منصب پر فائز ہونے والے ہی اس منشور کا متحرک و عملی مجسمہ ہونے کی وجہ سے حقیقی مومن ہوتے ہیں۔ یہ مومن ہی وہ اولاد آدم ہیں کہ جنہیں اللہ رب العزت نے حضرت آدمؑ کی نسبت سے زمین پر اپنا خلیفہ اور نائب مقرر فرمایا اور کلام الٰہی میں اس وعدہ کا اعلان واضح طور پر ان الفاظ میں فرمایا کہ "اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو تم (اولاد آدم) میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کئے انہیں زمین پر (اپنا خلیفہ بنا کر) خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے خلافت عطا فرمائی ہے"۔ اس واضح اعلان وعدہ میں یہ بات کھل کر بیان کی جاچکی ہے کہ آدم کی ہر اولاد یا "انسان کہلانے والی مخلوق" خلافت ارضی پر نہ فائز ہوسکتی ہے اور نہ اس کی مستحق قرار پاسکتی ہے کیونکہ اس اعلان میں انسانوں کے اس گروہ سے وعدہ کیا گیا ہے جو "ایمان لائے اور عمل صالح کرے"۔ اس لئے بعض عقل کے پتلوں کا اللہ رب العزت کی خلافت کے چارٹر کو جانے اور سمجھے بغیر یہ کہنا کہ انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے ان کی اپنی عقل کا فتور و فتنہ ہے کیونکہ یہ بات سورۃ البقرہ کی تیسویں آیتہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت اور زمین پر نیابت خداوندی

کے حوالہ سے کہی جاتی ہے لیکن یہ عقل مند اس حقیقت کو نظرانداز کر دیتے ہیں کہ آدمؑ جو مسجود ملائیکہ اور اللہ رب العزت کا خلیفہ تھا پہلا امین نور محمدی اور پہلا مقرر کردہ "نبی" ہونے کی وجہ سے خلیفۃ الارض اور نائب خداوندی کے منصب جلیل پر فائز ہوا تھا۔ اس لئے تمام انسانی برادری یا اولاد آدم نہ اس منصب جلیل کی مستحق ہے اور نہ حقیقت میں اس پر فائز ہے کیونکہ جب تک نبی آتے رہے وہ اس منصب پر فائز رہے اور جب نبوت کا کام مکمل ہو گیا اور شریعت کاملہ نافذ ہو گئی تو اس کے مطابق نظام کائنات اور ضبط و نسق فی الارض قائم رکھنے کے لئے گروہ مومنین کو یہ حق حاصل ہوا کہ وہ اس منشور ایمان کے حامل ہوتے رہیں جو اللہ رب العزت کی زمین پر خلافت اور نیابت کا منشور اور چارٹر ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ مومنین کا پورا گروہ اس ایک منصب پر معنوی طور پر فائز ہونے کے باوجود مادی اعتبار سے نظم و نسق کے معاملات کو چلانے میں بہت سی دشواریوں کا شکار ہو جاتا اس لئے ان میں "صالح المومنین" کا چناؤ اور تقرر ضروری تھا۔ چنانچہ خلفائے راشدین کا تقرر اور چناؤ جب تک زمین قائم ہے ہوتا رہنا ضروری ہے۔ اس لئے ابتدا میں "خلفائے راشدین" صحابہ کرام، اصحاب رسول اور اماموں میں سے مقرر ہوئے اور حقیقت میں وہ "صالح المومنین" تھے۔ یہ چناؤ اور تقرر ہم میں نواسۂ رسول سیدنا امام عالی مقام حضرت مولا حسن علیہ السلام تک اللہ رب العزت کے "منشور خلافت" کے مطابق جاری رہا اور وہ پانچویں خلیفہ راشد مقرر ہوئے۔ اس محسن انسانیت نے انسانیت کو سب سے پہلے خلافت اور ملوکیت کے فرق سے آشنا اور روشناس کرایا لیکن یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے کہ ہم نے اس عظیم محسن کو خلافت راشدہ سے باہر کر کے خلفائے راشدین کی فہرست سے نکال پھینکا۔ اسی مقام سے ہماری "خلافت اور ملوکیت" کو ایک

Marfat.com

کر دینے کی تباہی شروع ہوئی درحالیکہ نواسۂ رسول امام عالی مقام مولا حسن علیہ السلام نے ان دونوں چیزوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے واضح اور صاف ستھرا "باب ہدایت" کھول دیا تھا اور ملوکیت کو منصب خلافت سے علیحدہ کر کے خود اس منصب جلیل پر جسے "خلافت ارضی" کہا جاتا ہے فائز رہے۔ یہی خلافت انہوں نے حضرت امام عالی مقام سیدنا مولا حسین علیہ السلام کے سپرد کی اور یہی وہ خلافت و نیابت خداوندی تھی کہ جو ان کے نانا جان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو اللہ رب العزت نے بہ تمام و کمال عطا فرمائی تھی اور سورۃ الفتح میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دے کر اپنی طرف سے مومنوں کی جانوں کو اللہ رب العزت نے اپنے لئے خریدنے کا حق دیا تھا۔ یہی حق مولا حسین علیہ السلام کو اپنے بھائی مولا حسن علیہ السلام کے ذریعہ اپنے بابا جان علی المرتضیٰ شیر خدا ابوتراب علیہ السلام کی طرف سے نانا جان کی وراثت کے طور پر عطا کیا گیا تھا۔ اس لئے کربلا کے واقعہ کے وقت اللہ رب العزت کے لئے مومنوں کی جانوں کی خریداری کا حق صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کو تھا اور وہی اس کام یعنی بیعت کے لئے اللہ رب العزت کے خلیفہ راشد اور صحیح مستحق ایجنٹ تھے۔
چنانچہ وہ یزید کے ہاتھ میں اللہ کے ہاتھ کو کیسے دے سکتے تھے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ

سردادنہ داد دست در دست یزید   حقا کہ بنائے لاالہٰ ہست حسینؑ

بیعت کی اس حقیقت کو سمجھے بغیر کہ غیر اللہ سے بیعت شرک ہے "حسینیت" اور کربلا کا راز سمجھ میں نہیں آسکتا

۶ر نومبر ۱۹۸۱ء ـــ محرم الحرام کی آٹھویں محفل "مراقبۂ غم حسینؑ" کے عظیم الشان

Marfat.com

اجتماع سے عزیز آباد فیڈرل۔ بی ایریا میں "اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیتہ کی تلاوت اور تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر شہادت کے لئے صرف دو گواہوں کو کافی ارشاد فرمایا ہے۔ ایک گواہی خود اللہ رب العزت کی اور دوسری اس شخص کی جس کو "علم الکتاب" عطا فرمایا گیا ہے" تاکہ اگر پہلا گواہ اپنی قدرت کاملہ کے ظہور سے اپنی گواہی کا اظہار فرمائے تو دوسرا "تمہاری مثال" کے طور پر اپنے مادی وجود کے ظہور سے اس کی گواہی اور تصدیق کا فرض انجام دے۔ اسی طرح رب العزت نے اپنے کلام بلاغت نظام میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی "مدد اور نصرت" کے لئے تین ہستیوں کی نشاندہی فرمائی ہے ان میں سے پہلی ذات خود باری تعالیٰ جل شانہٗ کی اپنی ذات ہے، دوسری ذات حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین نوری فرشتے ہیں اور تیسری ذات "صالح المومنین" کی ہے جس کو فارسی میں پیر اور عربی میں شیخ کہتے ہیں۔ اول الذکر دو ہستیوں کا کردار تو تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلمہ اور غیر متنازعہ ہے لیکن "صالح المومنین" کی ذات چونکہ مادی وجود بھی رکھتی ہے اس لئے وہ اپنے وجود کو قیامت تک برقرار رکھ کر برسر عمل نہیں رکھ سکتی بلکہ اپنے تشخص اور خصوصیات کے ساتھ مادی وجود کی تبدیلی کے ذریعہ قیامت تک اپنا کردار ادا کرتی رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ "علمائے دین" کہلانے والے گروہ نے امیر المومنین کی طرح صالح المومنین کی ذات کو بھی متنازعہ بحث میں ایسا الجھا دیا کہ اس کے کردار اور شخصیت کو

Marfat.com

سمجھنا دشوار ہو گیا ہے حالانکہ یہ بات بہت سیدھی سادی تھی جو "صالح مومنین" کے الفاظ کے معنی ہی سمجھنے سے واضح اور صاف ہو جاتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نصرت اور مدد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور وجود تک ہی محدود نہ تھی بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مشن یعنی دین اسلام کی نصرت اور مدد قیام قیامت تک کے لئے ہے۔ اسی طرح "صالح المومنین" کی ذات بھی اس دین اسلام کی جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ہے قیامت تک مدد اور نصرت کا کردار ادا کرے گی جو ظاہر ہے کسی ایک مادی شخص کا کام نہیں تھا۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے کسی ایک ذات کا نام لیکر اس کا تقرر کرنے کی جگہ اس کردار کے "تشخص" کا ذکر فرمایا ہے۔

صالح المومنین وہ ہستی ہے جو امیر المومنین کے وزن اور معانی کی طرح "مومنین میں صالح ترین ہو"۔ چونکہ مومنین قیامت تک ہر دور میں موجود رہیں گے اس لئے صالح المومنین بھی اپنے اس کردار کی ادائیگی کے لئے جو نصرت دین کے لئے اس کے سپرد ہے ہر دور میں موجود رہے گا اور اس کا تعلق حضور اکرم نور مجسم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ مضبوط ہو گا کہ اس کی یہ نسبت نصرت دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک امدادی امور کے طور پر تسلیم کی جا سکے گی۔ جب ایسے شخص کو صالح المومنین کا منصب اور مرتبہ نصیب ہو تو وہی شخص "اولی الامر" ہو جاتا ہے جس کی اطاعت مومنین کے لئے اس لئے لازم ہو گی کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اطاعت ہوتی ہے جو درحقیقت خود ذات باری کی اطاعت ہے کیونکہ اطاعت کے اس نظام کے قیام ہی سے دین اسلام قائم رہ سکتا ہے۔ اگر اطاعت کے اس نظام کو درہم برہم کر دیا جائے تو نظام اسلام خود بخود درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لئے

Marfat.com

اس نظام دین کو اللہ رب العزت کی ذات سے مربوط رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ "صالح المومنین" ہر دور میں دین اسلام کی نصرت اور مدد کا فرض انجام دیتا رہے اور اس کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے ذریعہ ذات باری سے ایسا مضبوط ہو کہ وہ اس زمین پر اللہ رب العزت کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی خلافت و نیابت کا فرض انجام دینے کا اہل ہو۔ اس کے لئے "نظامِ بیعت" کا وجود ضروری تھا اور اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اسے وجود میں لایا گیا تھا کیونکہ اسلام کا بنیادی عقیدہ "توحید" ہے اور اس عقیدۂ توحید کی روح یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جو کچھ پیدا کیا گیا ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے اور اس کائنات کا خالق ہی اس کا حقیقی مالک ہے۔ خود اللہ رب العزت نے اپنے کلام بلاغت نظام میں ارشاد فرمایا کہ "مشرق و مغرب (میں جو کچھ ہے) اللہ رب العزت ہی کا ہے"۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے اپنے ان حقوق ملکیت کے اقرار کے لئے "میثاق الست" یعنی تمام ارواح سے اقرار اور عہد لیا کہ میں ہی تمہارا مالک اور رب ہوں اور تمام ارواح نے اس کا نہ صرف اقرار کیا بلکہ "شہادت" پیش کی اور کہا کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں اور ہم اس پر گواہ ہیں۔ اس عہد کے بعد ضروری تھا کہ ارواح کے عالم وجود میں آنے کے بعد انہیں اس میثاق الست پر قائم رکھا جائے اور اللہ رب العزت کی ملکیت میں خیانت یعنی شرک کا مرتکب نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ "خلافت خداوندی" کا نظام قائم ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام اس کے پہلے خلیفہ فی الارض مقرر ہوئے۔ اس کے بعد اللہ رب العزت نے اپنی ملکیت کو غصب کرنے والوں کی شرارت ناکام سے بچانے، اولاد آدم کو راہ راست پر رکھنے، انہیں "میثاق الست" کا پابند رہنے میں

Marfat.com

مدد دینے اور ان کی نصرت کرنے کے لئے رسول بھیجنے شروع کیے تاآنکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اس نظام کی اس طرح تکمیل فرمائی کہ قیامت تک کے لئے نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر "خلافت فی الارض" کی بنیاد ڈال دی اور اس "میثاق الست" کو قیامت تک مادی حیثیت سے تازہ رکھنے کے لئے اپنی بیعت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اس بیعت کی چھبیسویں ۲۶ پارہ میں سورۃ الفتح کی دسویں آیتہ میں ان الفاظ کے ساتھ تشکیل فرمائی کہ "وہ جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں (درحقیقت) وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ جس نے عہد کو توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔"

میرے عزیزو! سورۃ الفتح کی دسویں آیتہ کے اس رواں ترجمہ نے یہ بات دوٹوک طور پر واضح کر دی ہے کہ اللہ رب العزت سے جو عہد یعنی میثاق کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ بیشک تو ہمارا خالق و مالک ہے (تیرے سوا کوئی خالق و مالک نہیں) چنانچہ اس عہد کے ہوتے ہوئے کسی غیر اللہ کے ہاتھ پر اس مال کا فروخت ہو جانا جو اللہ رب العزت کی ملکیت ہو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حقوق ملکیت پر سب سے بڑا اور گھناونا ظلم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیعت کا حق اس انداز سے عطا فرمایا کہ ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت غیر اللہ کی بیعت نہ ہو سکے۔ چنانچہ ارشاد فرمادیا کہ وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں کیونکہ ان کے ہاتھوں پر جو ہاتھ ہے وہ اللہ ہی کا ہاتھ ہے۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے ذریعہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کا یہ سلسلہ قیامت

Marfat.com

تک جاری رہنا ضروری تھا اس لئے اللہ رب العزت کے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو اپنے خلیفہ یعنی "صالح المومنین" (جو اس دور کے مومنین میں سب سے زیادہ صالح ہو) کے ہاتھ سے نسبت عطا فرما کر یہ سلسلۂ بیعت جاری فرما دیا جو درحقیقت سلسلۂ خلافت راشدہ ہے۔ چنانچہ جب یہ سلسلہ امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے خلیفۂ راشد امام عالی مقام سیدنا مولا حسن علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے اس نظام خلافت راشدہ کو اس وقت تک قائم ہونے والے "نظام سلطنت" سے علیحدہ کر دیا اور اپنے بھائی سیدنا مولا حسین علیہ السلام کو خلافت خداوندی کا وارث بنا کر "نظام سلطنت" چند شرائط کے ساتھ حضرت معاویہ کے سپرد فرما دیا۔ پس جب مولا حسین علیہ السلام "صالح المومنین" کی حیثیت سے اس زمین پر اللہ رب العزت کے خلیفہ اور نائب کے منصب پر فائز ہوئے تو وہ خود اللہ رب العزت کی طرف سے "بیعت لینے کے مستحق اور اس امر پر مامور ہو گئے۔ اس لئے ان سے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اللہ رب العزت کی بیعت لیکر ارواح کے اس میثاق کو جو انہوں نے اللہ کے خالق و مالک ہونے اور اپنے وجود کو اس کی ملکیت قرار دینے کا کیا تھا تازہ کرنے کا فرض انجام دینے کے بجائے خود یزید کی بیعت فرما کر اللہ کی ملکیت کو غیر اللہ کے ہاتھ فروخت کر دیں اس سے بڑا کوئی ظلم نہ اللہ کے حقوق ملکیت پر ہو سکتا تھا اور نہ ہی اس سے بڑا کوئی اور شرک اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے وابستہ ہو سکتا ہے۔

چنانچہ بالفرض محال اگر یزید فاسق و فاجر نہ بھی ہوتا تب بھی اس کا ہاتھ بہر حال غیر اللہ کا ہاتھ تھا کیونکہ بیعت اور خلافت کے ذریعہ اس کے ہاتھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے نہ کوئی نسبت تھی اور نہ ہی وہ "صالح المومنین" کے منصب

Marfat.com

پر فائز تھا۔ اس لئے اسے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت کو خریدنے کا حق نہ تھا بلکہ وہ تو اللہ کے مال کا غاصب تھا اور حسین علیہ السلام جو خلیفۂ راشد اور صالح المومنین کے منصب پر خود فائز تھے اس کے اس مجرمانہ غصب میں کس طرح موئد ہو سکتے تھے چہ جائیکہ وہ خود اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اللہ کے اس نمائندے نے اپنا فرض ادا کیا اور سر تو دیدیا لیکن اللہ کا مال اللہ ہی کی ملکیت میں رکھا اور غیر اللہ کی بیعت نہ کر کے اللہ کے لئے بیعت کے اس سلسلہ کو جاری و ساری رکھا تاکہ نظامِ "دین اسلام" قیامت تک قائم رہے اور کسی بھی یزید کی کوشش اس نظام اسلام کو جو "انقلاب مصطفیٰ اور نظام مرتضیٰ" ہے درہم برہم نہ کر سکے۔ چنانچہ نظام بیعت کی اس حقیقت کو سمجھے بغیر "حسنیت اور کربلا کا راز" کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ حضرت خواجۂ خواجگان نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

؎ شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ
دین ہست حسینؑ دین پناہ ہست حسینؑ

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؑ

اہلبیت اطہار کے مظلومین میں حضرت مولا امام حسن علیہ السلام وہ واحد مظلوم ہیں جنکی مظلومیت کو نہ صرف دشمنوں نے چھپایا بلکہ دوستوں نے بھی بھلا دیا ہے

۷ نومبر ۱۹۸۱ء۔ محرم الحرام کی نویں محفلِ "مراقبۂ غم حسینؑ" کے عظیم الشان اجتماع سے عزیز آباد فیڈرل۔ بی ایریا میں "اللہ رب العزت کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے

Marfat.com

بدستور نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیۃ کی تفسیر بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام میں مومن کی جو شان اور مرتبہ ارشاد فرمایا گیا ہے ویسے تو ہر دور میں مومن اس کی عملی تفسیر کا نمونہ اپنے کردار سے پیش کرتے رہے ہیں لیکن ان آیات کی تفسیر مجسم طور پر جس طرح "صالح المومنین" امام عالی مقام مولا حسن علیہ السلام نے اپنے کردار سے پیش کرکے "جریدہ عالم پر ثبت دوام" عطا فرمایا اس کی مثال نہ تاریخ انسانیت آج تک پیش کرسکی ہے اور نہ آئندہ اس مثال کا پیش کیا جانا ممکن ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کربلا معلی میں ان کے چھوٹے بھائی امام عالی مقام سیدنا مولا حسین علیہ السلام نے جس کردار کا مظاہرہ فرمایا وہ مولا حسن علیہ السلام کا پرتو جمال تو ہے لیکن اس کی مثال ہرگز نہیں کیونکہ کربلا میں عظمت کا جو مقام شہدائے کربلا کو ملا اس عظمت کے بانی امام عالی مقام سیدنا مولا حسن علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے انسانیت کو اس راز سے آگاہ فرمایا اور اس کی معرفت بخشی کہ "ملوکیت اور اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ اس کی زمین کی وراثت" دو علیٰحدہ علیحدہ چیزیں ہیں اور اگر کبھی یہ ایک جگہ جمع ہوں گی تو وہ صرف "صالح المومنین" کی ذات ہی میں جمع ہوسکیں گی کیونکہ زمین پر جبری حکومت تو اکثر ظالم اور اللہ کی ملکیت پر غاصبانہ قبضہ کرنے والوں نے کی ہے لیکن "زمین کی وراثت جو منجانب اللہ ہوتی ہے" صرف مومنین ہی کے لئے ہے اور "صالح المومنین" ہی اس وراثتِ زمین اور نیابت و خلافتِ خداوندی کا حقیقی وارث ہوتا ہے اور اللہ رب العزت کے لئے اسی کا ہاتھ بیعت کے قابل ہے۔ اسی حقیقت کو انکے بھائی اور خلیفہ امام عالی مقام مولا حسین علیہ السلام نے کربلا کے میدان میں اپنے بچوں اور اپنی

Marfat.com

ذات کی قربانی دے کر ثابت فرمایا ہے۔ اس قربانی میں بھی ان کے بڑے بھائی مولا حسن علیہ السلام کا حصہ ان سے دو گنا تھا۔

میرے عزیزو! مولا امام حسن علیہ السلام نے "خلافت راشدہ کو اپنے لئے مخصوص فرما کر مسلمانوں کو فساد اور خوں ریزی سے بچانے کے لئے "ملوکیت یعنی زمین پر بادشاہت اور جبری حکومت کی باگ ڈور" اپنے مدمقابل مدعی کو بخوشی عطا فرما دی اور اللہ رب العزت کی ملکیت کی حفاظت کے لئے اس کی بیعت کا سلسلہ خلافت راشدہ کے ذریعہ جاری فرمایا۔ اس فرض کو انجام دینے کی پاداش میں سب وشتم اور تبرا و ہجو کے تیر اپنے قلب پر کھانے اور توہین کی جگر خراش اذیت کو برداشت کرنے کا کرب برسوں اٹھایا۔ اس کے علاوہ کربلا کے خونریز معرکہ میں اپنے چھوٹے بھائی کے دو فرزندان کے مقابلہ میں اپنے چار جگر گوشے کم سن اور جواں سال فرزند قربانی کے لئے پیش فرما کر ثابت کر دیا کہ ابتلا اور آزمائش میں بڑے بھائی کا حصہ بھی بڑا ہی ہوا کرتا ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ اہلبیت اطہار کے مظلومین میں امام عالی مقام حضرت امام حسن علیہ السلام وہ واحد مظلوم ہیں جن کی مظلومیت کو نہ صرف دشمنوں اور مخالفوں نے چھپایا اور اس کی عظمت کو پس پشت ڈالا بلکہ خود اہلبیت سے محبت کرنے والے امام مظلومین کے دوستوں نے بھی اسے نظر انداز کر دیا اور بھلا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولا حسین علیہ السلام کے فرزندان کے ذکر کو رقت انگریزی کی خاطر مبالغہ کی حد تک بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے اور علی اوسط کو "علی اکبرؑ" کے غلط نام سے منسوب کر کے خلاف واقع صورت اختیار کی جاتی ہے جبکہ مولا حسن علیہ السلام کے فرزندان میں تین جگر گوشوں کو تو سرے سے یاد ہی نہیں کیا جاتا اور اگر حضرت قاسم کی یاد آتی بھی ہے تو شادی کے شادیانوں کے خلاف واقعہ قصہ کے ہیرو کے طور پر۔ ہیں امت کے

Marfat.com

واعظین سے کہوں گا کہ وہ یہ یاد رکھیں کہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو آنکھیں ہیں اور ان میں داہنی آنکھ حضرت امام حسن علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح ان دونوں کی اولادیں جناب سیدہ خاتونِ جنت صلوٰۃ اللہ علیہا اور مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا ابو تراب علیہ السلام کے پوتے پوتیاں اور جگر گوشے ہیں۔ اس لئے اگر ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی ناانصافی ہوئی تو یہ واعظین اہلبیت پنجتن پاک کے سامنے ضرور جوابدہ ہوں گے کیونکہ دوستوں کا محاسبہ زیادہ سختی سے ہوتا ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ کریم اپنے فضل سے ہم سب کو اس قسم کی جوابدہی اور محاسبہ سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

یزید نے اپنی سلطنت کیلئے نہیں بلکہ مولا حسین علیہ السلام کے نانا جان کے "دین" کیلئے بیعت طلب کر کے اس سلسلہ پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ وہ "اولی الامر" بن جائے

۲۰ نومبر ۱۹۸۱ء۔ المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ "اسلام کی پہلی نصف صدی ہجری کے بعد دین سیاست سے علیحدہ ہو گیا اور سیاست چنگیزی بن گئی جس کا پہلا شکار پانچویں خلیفۂ راشد حضرت امام عالیمقام نواسۂ رسول فرزند بتول مولا حسن علیہ السلام اور ان کے بعد چھٹے خلیفۂ راشد حضرت امام عالی مقام سبط رسول فرزند بتول مولا حسین علیہ السلام اور پورا خاندان رسالت اور ان کے انصار ہوئے۔ اس کے بعد سے سیاست

Marfat.com

ہمیشہ دین سے الگ اور چنگیزی سے مملو ہو کر قائم رہی ہے اور اب سیاست کو دوبارہ دین بنانے کا تصور سوائے صالح المومنین حضرت امام مہدی علیہ السلام کے کسی بھی مصلح اور امیر المومنین ہونے کے دعویدار اور مجتہد بن کر اجتہادی ڈھانچہ بنانے والے گروہ کے لئے احمقوں کی جنت میں بسنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔"

شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب "یوم حسینؓ" کی محفل کے عظیم الشان سالانہ اجتماع سے ۸/۲۰۰ عزیز آباد، فیڈرل۔بی ایریا میں "دین اسلام میں بیعت کی اہمیت اور اسلامی سیاسی نظام پر اس کے اثرات" کے عنوان اور "اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت" کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے۔ انہوں نے حسب دستور نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی تلاوت اور ان کے سلیس ترجمہ سے اپنے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

اللہ رب العزت نے ان آیات میں مومن کی شان اور اس کا مقام تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تاکہ قیامت تک آنے والی نسل آدمؑ اللہ کے نزدیک مومن کی شان اور اس کی قرآنی شناخت کے ذریعہ اسے پہچانتی اور امتیاز قائم کرتی رہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مومن اپنے رب سے اپنے تعلق کو ہمیشہ قائم رکھے گا اور اس کا یہ تعلق اس کے کثرت سے "ذکر الٰہی" کرنے سے پہچانا جائے گا کیونکہ یہ ذکر اور یاد الٰہی اس کے قلب کو خوف خدا میں مبتلا کر کے اسے "مامون از گناہ" رکھنے کا واحد ذریعہ ہے۔ سورۃ الانفال کی دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "(اللہ کے نزدیک) مومن بندے وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب میں خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے یعنی وہ متقی ہو جاتے ہیں"۔ مومن کی پہلی شناخت تو یہ ہوئی کہ وہ کثرت سے "ذکر الٰہی" میں مصروف رہتا ہے اور اس کا دل ہمہ وقت خوف خدا سے لبریز رہتا ہے۔ دوسری شناخت یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ یا قرآنی آیات کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کا ایمان

Marfat.com

مضبوط ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور قرآنی آیات سے ایمان کی آنکھ مومن کی فراست اور عقل کو خداوند کریم کے نور کی بینائی سے حقیقت آشنا کرتی ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے"۔

ایسی عقل صرف مومن کی ہوتی ہے اور وہ عقل جو ایمان کی آنکھ سے راستہ دیکھے معرفت خداوندی تک پہنچتی ہے اسی لئے مومنوں کو اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ اور قرآنی آیات کی تلاوت ایمان میں پختگی عطا کرتی ہے۔ ایمان کے بغیر "اندھی عقل" سوائے اندھیروں میں بھٹکانے کے اور کچھ نہیں دے سکتی۔ چنانچہ جن کے ایمان کا انحصار عقل پر ہے یا جن کی عقل ان کے ایمان کی بنیاد ہے وہ ہمیشہ بھٹکتے رہتے ہیں۔ انہیں راہ ہدایت کبھی میسر نہیں آتی اور قرآنی آیات انہیں کبھی ہدایت عطا نہیں فرما سکتیں کیونکہ وہ تو اہل ایمان کو جو ذکر الٰہی سے متقی ہو جاتے ہیں ہدایت فرمایا کرتی ہیں جیسا کہ قرآن خود "متقیوں کے لئے" ہدایت ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اس مقام پر میں وضاحت کے طور پر یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ بعض لوگ اپنی عقلی فلسفہ طرازی سے "عقل کو ایمان کی بنیاد" قرار دینے کا الزام آئمہ اہلبیت پر لگاتے ہیں اور قرآن کے "لا یعقلون" کو جہالت قرار دے کر ایمان کا انحصار "مادی عقل انسانی" پر جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ واضح ہونا چاہیئے کہ آئمہ اہلبیت نے اس "نوری عقل" کو جو "مومن کی فراست" ہوتی ہے معرفت خداوندی اور ادراک حقیقت کا ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ مومن کی عقل ایمان کی اس آنکھ سے دیکھتی ہے کہ نور خداوندی جس کی بینائی ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ایسی عقل و فراست کی بنیاد اور اساس مومن کے ایمان پر اور اس کا انحصار نور خداوندی کی بینائی پر ہوا کرتا ہے چہ جائیکہ ایمان کا انحصار اور بنیاد مادی عقل انسانی قرار پائے۔ اسی طرح قرآن کریم ذکر حکیم نے "لا یعقلون" گمراہوں اور بے ایمانوں کے لئے کہا ہے کیونکہ ان کی عقل اندھی ہوتی ہے اور ان کا شعور جہالت کے دھندلکوں میں بھٹکتا رہتا ہے

Marfat.com

اس لئے کہ وہ ایمان کی روشنی اور نور خداوندی کی بینائی سے محروم ہوتے ہیں۔ اب میں آپ کو اپنے اصل موضوع کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔

میرے عزیزو! مومن کی شان اور اس کی شناخت' ذکر الٰہی' خوف خدا، تقویٰ، مشاہدے سے ایمان میں مضبوطی اور اللہ رب العزت پر توکل کے ذریعہ اللہ نے فیصلہ سُنا دیا ہے کہ "یہی حضرات (مومن) ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اس کی خوشنودی کے لئے اس کی دی ہوئی نعمتیں خرچ کرتے ہیں۔ ایسے ہی حضرات سچے مومن ہوتے ہیں اور انہیں ان کے رب کی طرف سے اعلیٰ درجات و بلند مقامات عطا ہوتے ہیں اور ان پر مغفرت ایزدی کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ان کو عزت و برکت والی روزی عطا ہوتی ہے" سورۃ الانفال کی ان تینوں آیات میں واضح طور پر مومن کی شان اور شناخت کے ارشاد باری تعالیٰ کی روشنی میں "دینِ اسلام میں بیعت کی اہمیت اور اسلامی سیاسی نظام پر اس کے اثرات" کا جائزہ لیں تاکہ کربلا کے راز اور حسنیت کی معرفت" کی نشاندہی ہو سکے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے کہ یہ سانحہ عظمیٰ کیوں ظہور پذیر ہوا اور اسکی ضرورت کیوں پیش آئی کہ سبط رسول امام عالیمقام مولا حسین علیہ السلام نے "بیعتِ یزید" کے مقابلہ میں خاندان رسالت کی بربادی اور قتل و غارتگری کو بخوشی قبول فرما لیا اور اپنے ہاتھ کو یزید کے ہاتھ میں دینے کے بجائے اپنے سر کو نوک نیزہ پر چڑھوانے کو ترجیح دی۔

بہت زور و شور کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور جو بالکل حق اور صحیح ہے کہ مولا حسین علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ ان کے سر اور خاندان رسالت کی سلامتی کے عیوض ان کے نانا جان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین تباہ ہو جائے' حق و صداقت اس دنیا سے مٹ جائے، خداوند قدوس کا

Marfat.com

روشن کردہ چراغ "دین اسلام" ہمیشہ کے لئے بجھادیا جائے اور دنیا میں انسانیت کو ہمیشہ کیلئے تاریکی میں ٹاک ٹوئیاں مارنے کے لئے بے سہارا چھوڑ دیا جائے۔ یہ جو کچھ کہا اور سنا جاتا ہے مبنی بر حقیقت ہونے کے باوجود اس لئے تشنہ ہے کہ یہ بیعت کی اہمیت اور اس کی اصلیت کو سمجھے اور غور کئے بغیر کہا جاتا ہے۔ جہاں تک یزید کی بیعت سے دین مبین کے مٹ جانے کا تعلق ہے یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جو بیعت کی حقیقت سے پردہ اٹھانے کا مقتضی ہے کیونکہ یزید بہرحال مسلمان تھا۔ اگر وہ فاسق و فاجر تھا تو اس کا یہ فسق و فجور اس کی ذات ہی کے لئے مضر تھا دین اسلام اس سے کیونکر متاثر ہو سکتا تھا یا اس سے مولا حسین علیہ السلام کے کردار پر کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اگر یہ بیعت محض "سیاسی انتظام سلطنت" کے لئے تھی تو مولا حسین علیہ السلام کے نانا کا دین اس سے کیوں کر مٹ رہا تھا اور خود امام عالی مقام کو اس سے کیوں اعتراض تھا جبکہ ان کے بیعت کرنے یا نہ کرنے سے یزید کی سیاسی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا تھا کیونکہ وہ بالآخر حاکم وقت تھا اور سانحہ کربلا کے بعد بھی حکومت کرتا رہا۔ اسی طرح اس کے فسق و فجور یا اس کی ظالمانہ حکومت سے دین کیوں کر مٹ سکتا تھا جبکہ اس کی اور اس کے متعلقین کی حکومت تقریباً ایک صدی تک قائم رہنے کے باوجود دین اسلام باقی ہے اور قیامت تک باقی رہیگا۔ چنانچہ ظاہر ہوا اور ثابت بھی ہو چکا ہے کہ اس بیعت کا تعلق جس کا تقاضہ یزید نے حسین علیہ السلام سے کیا تھا "سیاسی انتظام سلطنت" سے نہیں بلکہ خالص اور قطعی طور پر "دین متین اسلام" سے تھا کیونکہ اس "سیاسی انتظام سلطنت" کو جو یزید کے قبضہ میں تھا یزید "دین" قرار دیکر "سیاست اور دین" کو دوبارہ ایک جگہ جمع کر دینا چاہتا تھا جسے پانچویں خلیفہ راشد امام عالیمقام سبط رسول فرزند بتول صالح المومنین مولا حسن علیہ السلام نے علیحدہ علیحدہ کر کے "سیاسی انتظام سلطنت" یزید کے والد بزرگوار حضرت معاویہؓ بن ابوسفیانؓ امیر شام

Marfat.com

کے سپرد فرمادیا تھا اور "نظام دین اسلام" کو خلافت راشدہ کے ذریعہ جو انہیں اپنے والد بزرگوار صالح المومنین مولا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابوتراب علیہ السلام کے ذریعہ عطا ہوا تھا مربوط اور منظم طور پر جاری رکھنے کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لیکر اسے آگے بڑھایا اور پھر یہ ذمہ داری چھٹے خلیفہ راشد حضرت امام عالیمقام سبط رسول فرزند بتول مولا حسین علیہ السلام کو تفویض فرمائی تاکہ یہ سلسلہ رہتی دنیا تک صرف "صالح المومنین" ہی کی قیادت میں جاری و ساری رہے اور قیامِ قیامت تک کسی غیر کے ہاتھ میں نہ جانے پائے پس میرے عزیزو! یزید پلید نے اپنی سلطنت کے لئے نہیں بلکہ مولا حسین علیہ السلام کے ناناجان کے "دین" کے لئے بیعت طلب کر کے اس سلسلہ پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی تھی جو اللہ رب العزت نے "میثاق الست" (نواں پارہ سورۃ الاعراف کی ۱۷۲ویں آیتہ) پر انسانیت کو قائم رکھنے کے لئے جاری فرمایا تھا تاکہ وہ "اولی الامر" بن جائے مگر چونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر مولا حسین علیہ السلام تک صرف "صالح المومنین" ہی اس سلسلہ کے سربراہ ہوتے چلے آرہے تھے جو درحقیقت اللہ رب العزت کے سچے نائب اور حقیقی خلیفہ فی الارض تھے اس وجہ سے امام عالی مقام کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ بیعت کر کے یزید کو اولی الامر تسلیم فرمالیں۔

اب ذرا "دین کی بیعت" کی وضاحت کے لئے "دین" اور "بیعت" دونوں حقیقتوں کا تھوڑا سا تجزیہ کیجئے تو پہلے دین آتا ہے۔ دین دراصل اس "تعلق" کا نام ہے جو بندے کا اللہ رب العزت سے "عبد و معبودیت" کے رشتہ سے وحدانیت اور اس کی صفات کے باوصف قائم ہوا در اسی رشتہ اور تعلق کو اس عالم آب و گل میں قائم رکھنے کے لئے عالم ارواح میں تمام انسانی روحوں سے وعدہ اور شہادت لے کر میثاق الست ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی اولاد کو

Marfat.com

اسی معاہدہ کی تکمیل کی طرف رجوع رکھنے کے لئے "خلافت ارضی" عطا ہوئی تھی اور انہیں جنت سے اس زمین پر اتار کر دوبارہ جنت کا مالک بننے کے لئے اپنی اولاد کی جانوں کو خدا کے لئے خریدنے کا اختیار دے کر اپنا نائب اور زمین کا وارث بنایا گیا تھا اور یہی خلافت اور وراثتِ ارضی ان کی اولاد میں اس واضح شرط کے ساتھ جاری رہی کہ ان میں سے جو "مومن اور اعمالِ صالح کے مالک" ہوں وہی اس منصب پر فائز ہونے کے اہل ہوں گے نہ کہ اولادِ آدم میں انسان کہلانے والی تمام مخلوق۔ چنانچہ اس شرط کو صرف قرآن حکیم ہی میں ارشاد نہیں فرمایا گیا ہے بلکہ اللہ رب العزت کی نازل کردہ کتاب "زبور" میں بھی اس شرط کو لکھ دیا گیا تھا جیسا کہ اللہ رب العزت کی روشن کتاب مستجاب میں سترھویں پارہ میں سورۃ الانبیاء کی ایکسو پانچویں آیت میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝

(ترجمہ) "اور بیشک ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے صالح (نیک) بندے ہوں گے"۔ اس زمین کی خلافت کا وعدہ زمین کی "وراثت" کی شرط کے ساتھ اس طرح فرمایا گیا کہ اس امر میں کوئی شبہ یا اشکال باقی نہ رہے کہ خلیفہ جو وارث زمین ہوگا وہ محض اور قطعی طور پر مومنین اور صالحین ہی میں سے مقرر اور فائز کیا جائیگا جیسا کہ اٹھارویں پارہ میں سورۃ النور کی پچپنویں آیت سے تائید فرمائی گئی کہ

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

(ترجمہ) "اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں کے ساتھ تم میں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے کہ ضرور انہیں زمین کی خلافت دے گا جیسی ان سے پہلے لوگوں کو (خلافت) دی (ص)

Marfat.com

اور ضرور ان کے لئے جما دے گا ان کا وہ دین (اسلام) جو ان کے لئے پسند فرمایا گیا ہے اور ضرور ان کے اگلے (آنے والے یعنی آخرت کے) خوف کو ان سے تبدیل کر دے گا (ط) میری عبادت کریں اور میرا شریک کسی کو نہ بنائیں (ط) اور جو اس کے بعد ناشکری کرے پس وہی لوگ (فاسق و نافرمان) بے حکم ہیں۔"

میرے عزیزو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں پوری وضاحت کے ساتھ اس "نظام خلافت" اور اس کی غرض و غایت کو ارشاد فرما کر صاف صاف اس امر کی وضاحت فرما دی ہے کہ ارواح کے اس میثاق کی شہادت جو عالم ارواح میں تمام روحوں نے اپنے رب سے کیا تھا (جیسا کہ نویں پارہ میں سورۃ الاعراف کی ۱۷۲ ویں آیۃ شاہد ہے) قولی اور عملی طور پر اس دنیا میں آکر دینے کا نام ہی دین ہے اور اس طرف رجوع کرنے، خداوند عالم کی زمین پر خدا کی خلافت و نیابت کے ذریعے اس کی حکومت چلانے اور اسی ذات واحد کی فرمانبرداری قائم رکھنے کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے گئے، جو اس نظام کو غصب کر کے خیانت کرنے والوں کا مقابلہ کرتے رہے خواہ اس فرض کی انجام دہی میں انہیں کیسی ہی بڑی سے بڑی قربانیاں کیوں نہ دینی پڑیں تا آنکہ حضور اکرم نور مجسم فخر بنی آدم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد "نبوت" ختم ہو گئی۔ اللہ رب العزت نے "نظام خلافت ارضی" کی وراثت کو جاری و ساری رکھنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ اس "نظام خلافت" کو اس طرح قائم فرمایا کہ کسی قسم کا اشکال یا شبہ اس امر میں باقی نہ رہنے پائے کہ ہر اس چیز کا جو پیدا کی گئی ہے مالک خالق حقیقی ہی ہے اور اس زمین پر جسے خلافت دے کر اپنا نائب مقرر کیا ہے وہ صرف اسی کی حکمرانی کو جاری کرے گا۔ چنانچہ خود حضور اکرم نور مجسم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جو غیر متنازعہ باعث تخلیق کائنات ہیں اپنی ملکیت اس طرح تفویض فرمائی کہ یہ واضح ہو جائے کہ مالک حقیقی

Marfat.com

ذاتِ باری ہی ہے اور جو کچھ بھی کائنات بلکہ ماوراے کائنات میں ہے اس کا مالک بلاشرکت غیرہ ہی ذات والاصفات ہے۔ اس کی بہترین وضاحت چھبیسویں پارہ میں سورۃ الفتح کی دسویں آیۃ اس طرح کرتی ہے کہ (ترجمہ) "وہ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں (ط) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے (ج) جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا (ج) اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب (اجر عظیم) اور بدلہ دے گا۔"

میرے عزیزو! اس بات پر کچھ زیادہ صلاحیت فکر درکار نہیں ہے کہ "نظام خلافت اور وراثت ارضی" جو محض معاہدہ الست کو اس زمین پر قائم رکھنے کے لئے وجود میں آیا تھا کے لئے صرف اللہ رب العزت ہی کی "بیعت" کی جاسکتی ہے اور کسی غیر کی بیعت خواہ وہ خود باعث تخلیق کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہی کی ذات ہو اللہ کے مال کو اپنے لئے نہیں خرید سکتی بلکہ اس کی بیعت (خرید وفروخت) اللہ ہی کے لئے ہوگی اور اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے اپنی توحید کی حفاظت کے لئے خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کو اپنا ہاتھ اور ان کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا جو درحقیقت ایک اصلیت تھی کیونکہ سورۃ الانفال کی سترھویں آیۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کنکریاں مارنے کو خود اپنی ذات سے نسبت دے کر واضح فرما دیا کہ محبوب و محب میں کس قدر گہرا تعلق ہے اور اس تعلق کو محبوب کی نسبت سے قیامت تک کے لئے دوام بخشنے کی خاطر "نظام خلافت و وراثت" کو بیعت سے اس طرح متعلق فرما دیا کہ کوئی بھی اس سے باہر نکل کر جنت کا مالک نہیں ہو سکتا کیونکہ جنت تو مومنوں نے اللہ رب العزت سے اپنی جانوں کے عوض اور اللہ رب العزت نے مومنوں کی جانیں جنت کے عوض خرید لی ہیں۔ تو اس سودے اور خرید و فروخت (بیعت) کے بغیر دین کا وہ مقصد اور غایت

Marfat.com

پوری نہیں ہوتی جو میثاق الست کو بروئے کار لانے سے متعلق ہے۔ اسی وجہ سے معاہدہ الست کے اس بڑے عہد کو جو عالم ارواح میں بندوں نے رب تعالیٰ سے کیا تھا اس خرید و فروخت کے ذریعہ واضح فرما کر ارشاد فرما دیا کہ "جس نے عہد توڑا تو اس نے اپنے اس بڑے عہد کو توڑا (جو اس نے اللہ سے کیا ہے) اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اللہ سے اس نے کیا تھا تو بہت جلد اللہ رب العزت اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔" لہٰذا اس خرید و فروخت کے ذریعہ کو جو میثاق الست کے عہد کی تکمیل اور "عملی ایفائے عہد" ہے خلافت اور وراثت ارضی سے اس طرح وابستہ کیا گیا کہ "خلیفہ کارِ نبوت" انجام دیتا رہے۔ یہی سلسلہ جاری رکھنے کی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے "چھ" خلفائے راشدین مقرر فرمائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر سب سے پہلے ایمان لائے اپنا پہلا خلیفہ ہونے کا اعلان اس طرح فرمایا کہ "اپنی جگہ انہیں دین کے ستون یعنی نماز کی امامت کے لئے مقرر فرما دیا"۔ دوسرے خلیفہ کا تقرر ان الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ "میرے بعد اگر نبوت جاری رہتی تو عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ تیسرے خلیفہ راشد کا تقرر "بیعت رضوان" کے موقع پر جس سے سلسلۂ بیعت کا قیام عمل میں آیا "اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ" قرار دے کر فرمایا اور چوتھے خلیفہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اس طرح مقرر فرمایا کہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے بلند فرما کر کہا "میں جس کا مولا ہوں یہ علیؓ اس کا مولا ہے" اور زیادہ وزن پیدا کرنے کے لئے مزید فرمایا کہ "اس کا گوشت میرا گوشت، اس کا خون میرا خون، اس کا جسم میرا جسم اور اس کی روح میری روح ہے"۔ پانچویں خلیفۂ راشد حضرت امام عالیمقام مولا حسن علیہ السلام اور چھٹے خلیفۂ راشد امام عالیمقام مولا سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام

Marfat.com

کو متعدد بار مختلف ذریعوں اور طریقوں کے علاوہ یہ فرما کر اپنا خلیفۂ راشد مقرر فرمایا کہ "حسنؑ اور حسینؑ مجھ سے ہیں اور میںؐ ان سے ہوں"۔ یہ ارشاد علیحدہ علیحدہ بھی دونوں سبطین علیہم السلام کے لئے فرمایا گیا کہ "حسنؑ مجھ سے ہے اور میں حسنؑ سے ہوں" اسی طرح یہ کہ "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں"۔ یہ چھ کی چھ خلافتیں براہ راست ہیں اور ان میں سے پہلے چار خلیفہ بلا فصل ہیں کیونکہ ان چاروں خلفاء نے براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی تھی اور ان کی خلافت کا اعلان بھی براہ راست ہے بلکہ ان کے تقرر اور منصب خلافت پر فائز ہونے کی ترتیب بھی منجانب اللہ مقرر شدہ ہے کیونکہ اگر اس ترتیب میں تبدیلی ہو جاتی تو چاروں خلفاء کو اس منصب جلیلہ پر فائز ہونے کی سعادت اور شرف حاصل نہ ہوتا اس لئے کہ تین خلفاء راشدہ کی وفات حضور مولائے کائنات سے پہلے ہوئی تھی۔ اگر مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ابو تراب علیہ السلام پہلے خلیفہ مقرر ہو جاتے تو باقی تینوں اصحاب رسول اس شرف سے اس لئے محروم رہتے کہ ان تینوں کی وفات حضرت مولائے کائنات کے دور خلافت ہی میں ہو جاتی ۔ یہ ترتیب خلافت جو منجانب اللہ تھی صحیح تھی اور یہی تقاضہ مشیت بھی تھا۔ پانچویں خلیفۂ راشد حضرت مولا حسن علیہ السلام کو بد قسمتی امت کے بعض علماء کا گروہ نواسۂ رسول ہونے کے باوجود خلفائے راشدین کی فہرست میں شامل کرنے سے گریزاں ہے اور اسی طرح چھٹے خلیفۂ راشد حضرت مولا امام حسین علیہ السلام کا معاملہ خود کو علمائے دین کہلانے والے حضرات نے گنجلک کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات نے پہلے چاروں خلفاء راشدین جو براہ راست اور بلا فصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں کے "سیاسی نظام سلطنت" ذامور سلطنت کے سربراہ کی حیثیت سے کے اقتدار ظاہری کو "خلافت" سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہو کر پورے "نظام خلافت الٰہیہ

Marfat.com

اور وراثت ارضیؑ کو سیاسی نظام سلطنت کے ماتحت کر دیا۔ اس طرح انہوں نے اٹھارویں پارہ میں سورۃ النور کی ۵۵ ویں اور سترھویں پارہ میں سورۃ الانبیاء کی ۱۰۵ ویں آیات سے آنکھیں بند کریں اور امت مسلمہ کو یہی باور کرایا کہ "سیاسی نظام سلطنت" ہی خلافت ہے حالانکہ امام عالیمقام حضرت مولا حسن علیہ السلام نے "دین اسلامؑ" کو اس غلط فہمی کے فتنہ سے بچانے اور مسلمانوں کو آپس کے خون خرابے سے روکنے کے لئے جو محض "سیاسی اقتدار" کی خاطر کیا جا رہا تھا دین اور سیاست کی قیادت کو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سبط اکبر کی ذات تک ایک جگہ جمع تھی علیحٰدہ علیحٰدہ کر کے دین کو سیاست سے جُدا کر دیا تھا اور اس کے بعد "سیاست" نے ملوکیت بن کر جو رخ اختیار کیا وہ ہزار گنہ چنگیزیوں کو شرم سار کرنے کے قابل تھا۔ مولا امام حسن علیہ السلام کے اس فیصلہ کے بعد "خلافت راشدہؑ" اللہ تبارک و تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق صالح المومنین حضرت امام عالیمقام مولا حسین علیہ السلام کے ذریعہ قائم ہوئی اور ان کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت ہی وہ بیعت تھی جو اللہ کے لئے کی جانے والی بیعت کہلائی جا سکے کیونکہ ان کا ہاتھ ہی اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ تھا اور اس ہاتھ پر کی جانے والی خرید و فروخت ہی "جنتؑ" کے سودے کی حقیقی اور جائز خرید و فروخت تھی۔ ان کے علاوہ کسی اور کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی "بیعتؑ" لے کر بندے کو خدا کی ملکیت میں دینے کا کام کر سکے۔ اس لئے ان کے علاوہ جو کوئی بھی اپنی بیعت لینے کا مرتکب ہوا "اس نے کھلا شرکؑ" کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے بھی اس شرک میں برابر کے شریک قرار پائیں گے۔ یہ ایک کھلی حقیقت تھی جس کی وجہ سے مولا حسین علیہ السلام نے "یزید کی بیعت کو شرکؑ" اور یزید کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت کو غصب کر کے قبضہ کرنے والا غاصب اور خائن قرار دیا۔ اس لئے امام عالیمقام جن کا ہاتھ "اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہاتھ

Marfat.com

بن کر اللہ کی بیعت لینے پر مامور تھا اپنے اس ہاتھ کو یزید کے ہاتھ میں دے کر اللہ رب العزت کے ہاتھ کو بندے کے ہاتھ میں کیسے دے سکتے تھے۔ یزید اگر فاسق و فاجر نہ بھی ہوتا تب بھی نواسۂ رسول اور وارث خلافت ارضی کے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ دین کے بنیادی اور اساسی مقصد اور غایت کو غارت کر کے خانوادۂ رسالت کو محفوظ اور سلامت رکھتے کیونکہ اگر مولا حسین علیہ السلام یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو ایک طرف تو وہ مخصوص نسبتوں سے اللہ رب العزت تک پہنچنے والے ہاتھ کو جو اللہ کا ہاتھ ہونے کی نسبت کا مالک تھا بندے کے ہاتھ میں دینے کا ارتکاب کرتے اور دوسری طرف اس معاہدہ الست کو جو روحوں نے اپنے رب سے کیا تھا توڑ کر دین کی غرض و غایت کو تباہ کرنے کا سبب بنتے۔ اس لئے انہوں نے دین اسلام کے اساسی اور بنیادی مقصد و غایت کو محفوظ اور سلامت رکھنے کے لئے بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے اور خانوادہ رسالت کو برباد کرا دینے کی قربانی کو معمولی سے کام کی طرح بخوشی انجام دیا اور اس طرح وحدت خداوندی اور خلافت رسالت پناہی کو جو اصل دین ہے تباہی سے بچا کر سلسلۂ بیعت کو قیامت تک "صالح المومنینؑ" کے ذریعہ قائم کر کے دین کی خلافت راشدہ کو محفوظ رکھا۔ اسی لئے اولیائے کرام نے حجت الہٰیہ کو اس زمین کے چپہ چپہ پر قائم فرما کر سلسلۂ "بیعت و خلافت" جاری رکھا اور یہی سلسلۂ بیعت جو خالصتاً اللہ رب العزت کے لئے ہے "نظام خلافت راشدہؐ" کے ذریعہ انشاء اللہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور جو ارواحِ صالحین اپنے اس عہد پر جو انہوں نے اپنے رب سے عالم ارواح میں کیا تھا قائم رہ کر میثاق الست کے تحت اس عالم میں اللہ رب العزت کے رب ہونے اور اپنے عبد یعنی بندہ ہونے کی شہادت دینے میں ثابت قدم رہیں گی وہ ضرور اس سلسلۂ بیعت میں داخل ہوں گی کیونکہ اس طرح وہ مومن ہو کر اپنی جانوں کو

Marfat.com

اللہ رب العزت کے ہاتھ جنت کے عیوض فروخت کرنے کا معاہدہ بیعت کرتی ہیں۔
یہی جماعتِ مومنین ہے جن میں سے "صالح المومنین" فریضہ بیعت خداوندی اور خلافت راشدہ کی ذمہ داری کو پورا کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ ان صالح المومنین کا امام وقت ہونا ضروری نہیں کیونکہ "بیعت لینے کا حق صرف امام ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ" امام کا مقرر کردہ نمائندہ یا خلیفہ جسے بیعت لینے کا مجاز کیا گیا ہو بیعت لے سکتا ہے۔ خود حضور امام عالیمقام حضرت مولا امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو امام وقت نہ تھے بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرما کر اپنا نمائندہ اور خلیفہ برائے بیعت مقرر فرما کر یہ مثال قیامت تک کے لئے قائم فرما دی ہے۔ حضرت امام عالیمقام مولا حسن علیہ السلام نے چار بزرگوں کو خلافت عطا فرما کر بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی جن سے سلسلۂ بیعت جاری ہے۔
ان چار اولیائے کرام و پیران عظام میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (جن کو بعض حضرات مولائے کائنات حضرت علیؓ کا خلیفہ قرار دیتے ہیں جو تاریخی اعتبار سے اس لئے صحیح نہیں ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی میں بصرہ تشریف لے گئے تھے اور جوان ہو کر امام عالیمقام مولا حسن علیہ السلام سے خلافت رشد و ہدایت حاصل فرمائی)، حضرت مولا حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ (فرزند حضرت امام عالیمقام سیدنا مولا حسن علیہ السلام)، حضرت کمیل بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور چوتھے خود امام عالیمقام حضرت مولا حسین علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنے بڑے بھائی کے دست حق پرست پر "بیعت خلافت" کی اور رشد و ہدایت اور منصب امامت پر متمکن ہوئے۔ اسی طرح آئمہ اہلبیت نے بہت سے "صالح المومنین" کو خلافت رشد و ہدایت کی سند اور خرقہ عطا فرما کر بیعت لینے کا مجاز قرار دیا۔ اس طرح سلاسل اولیائے کرام سلسلہائے تصوف کے نام سے جاری ہیں

Marfat.com

اور قیامت تک جاری رہیں گے۔

پس میرے عزیزو! جو کوئی بھی اس سلسلہ میں داخل ہوا وہ فلاح دارین کو پہنچا کیونکہ اس نے وہ عہد جو بڑا عہد تھا اور اپنے رب سے عالم ارواح میں کیا تھا اِس عالم میں پورا کیا اور اس کے معبود اور اپنے عبد ہونے کی شہادت دے کر "میثاق الست" کی تکمیل کر دی۔ وما علینا الا البلاغ

موجودہ دور میں بھی دُنیا کو ہلاکت و تباہی سے بچنے کے لئے دین اسلام کا وہ واحد رَاستہ اختیار کرنا ہوگا جو تصوف کی اقدار اور طریقت کے کردار کا حامل ہو

۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ المرکز المشائخ الاسلام کے بانی و صدر شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے حیدر آباد میں حضرت سید شاہ عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضری کے بعد لطیف آباد میں ان کے سالانہ ختم شریف کی تقریب کے کثیر اجتماع سے "ذکر الہٰی کے قرآنی فیضان اور مومن کا کردار" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نویں پارہ سے سورۃ الانفال کی دوسری، تیسری اور چوتھی آیات کی روشنی میں فرمایا کہ۔

اولیائے کرام نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں توحید کا پرچم بلند کیا اور سیرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طریقت کا جامہ پہن کر صاحب کردار معاشرہ قائم کیا۔

Marfat.com

انہوں نے تبلیغ دین کا فریضہ قرآن کریم ذکر حکیم کی تعلیمات کے مطابق انجام دیا اور سب سے پہلے انسان کہلانے والی مخلوق آدمؑ کے بیٹے کو "انسانیت" کی نعمت سے روشناس کرایا۔ اس حیوان ناطق کو جسے نفس امارہ کے غلبہ نے خطرناک درندہ بنا رکھا تھا "ذکر الٰہیٰ" کے فیضان سے نواز کر اس کے قلب میں خوف خدا پیدا کر کے نور بھر دیا۔ اس طرح اسے نفس امارہ کے غلبہ سے نجات دلا کر مومن کے رتبہ تک پہنچا دیا اور مومنین کے اس معاشرہ کو دنیا کی امامت کے فرائض انجام دینے کے لائق بنا کر احکامات الٰہیہ کا نفاذ فرمایا۔ یہی "نفاذ اسلام" اور "نظام مصطفےٰ" تھا اور اس کی بنیاد "ذکر الٰہیٰ" پر قائم تھی لیکن افسوس کہ ہمارے "علمائے دین" کہلانے والے حضرات کے گروہ نے قرآن کریم کے ان واضح احکامات کو جو "ذکر الٰہی" اور اس کے فیضان سے متعلق بہت تواتر کے ساتھ ارشاد فرمائے گئے ہیں کبھی "نماز" اور کبھی "وعظ" کہہ کر اس معاشرہ کو اس نعمت سے محروم کر دیا حالانکہ قرآن کریم نے نماز اور ذکر الٰہی کو متعدد مرتبہ نہایت وضاحت کے ساتھ علیحدہ علیحدہ عبادات ارشاد فرمایا ہے بلکہ نماز کو مقررہ اوقات ہی میں ادا کرنے کو فرض کیا ہے جبکہ ذکر الٰہی کو کثرت سے اور بار بار کرنے کا حکم دیا ہے اور کبھی نماز سے پہلے ذکر الٰہی کی تاکید فرمائی ہے اور کبھی نماز کے بعد۔ چنانچہ ۲۶ ویں پارہ میں سورۃ الجمعہ کی نویں اور دسویں آیات میں "اذان" کے فوراً بعد ذکر الٰہی کی طرف لپکنے اور دوڑنے کا حکم صادر فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

Marfat.com

(ترجمہ) "جب تمہیں جمعہ کے دن آذان کے ذریعہ نماز کے لئے بلایا جائے تو (پہلے تو تم) اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو خرید و فروخت (کاروبار) چھوڑ کر (کیونکہ) اس میں تمہارے بہتری ہے اگر تم کو علم ہو (۹) پھر جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ (رحمٰن) کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تمہیں فلاح کی امید ہو"

اور پانچویں پارہ میں سورۃ النساء کی ۱۰۳ ویں آیۃ میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ (ترجمہ) "نماز پڑھو پھر اس کے بعد ذکر میں مشغول ہو جاؤ کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے (جیسے بھی مناسب ہو) اور جب ذکر الٰہی کے فیضان سے اطمینان قلب حاصل ہو جائے تو پھر دستور کے مطابق نماز قائم کرو۔ بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے۔"

کیا اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس واضح ارشاد کے بعد بھی اس حقیقت میں کوئی شبہ باقی رہتا ہے کہ نماز اور ذکر الٰہی دونوں ایک ہی چیز نہیں بلکہ دو علیٰحدہ علیحدہ عبادات ہیں اور ذکر الٰہی ہر عبادت کی روح ہے۔ ہم نے ذکر الٰہی کو ترک کر کے اپنی تمام عبادات کو بے روح کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرہ میں گوں ناگوں خرابیاں بہ ایں ہمہ کہ ہم عبادات پر بھی قائم ہیں موجود ہیں۔ اگر ہم اپنے اس کردار کو پہچانیں جو دنیا کے نظم و نسق اور انسانیت کی بقا اور تحفظ کے سلسلہ میں اللہ رب العزت نے ہم پر عائد کیا ہے تو ہمیں ذکر الٰہی کے ان فیضان کو اپنانا ہوگا اور دنیا پر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ موجودہ دور میں بھی دنیا کو تباہی اور ہلاکت سے بچنے کے لئے "دین اسلام" کا وہ راستہ اختیار کرنا ہوگا جو تصوف کے اقدار اور طریقت کے کردار کا حامل ہو۔

Marfat.com

ذکرِ الٰہی کے قرآنی فیضان

سری لنکا میں فیضانِ غوثیہ

حضور آقائی و مولائی سیدی و مرشدی
شیخ المشائخ حضرت علامہ

جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی

کے

جون، جولائی ۱۹۷۲ء میں دورۂ سری لنکا کے
تاثرات و مشاہدات

:- مرتبہ -:

عبد الحفیظ حاجی ہاشم فتانی علوی القادری

Marfat.com

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چھوٹی سی بات بہت بڑے واقع کے ظہور کا سبب بن جاتی ہے۔ ایسا ہی کچھ معاملہ میری چھوٹی سی کوشش سے ظہور میں آکر سری لنکا (سیلون) میں "ذکر الٰہی" کے قرآنی فیضان اور کرامات غوثیہ کے ظہور کا باعث ہوا۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب میں اپنے والد بزرگوار حاجی ہاشم طیب فتانی کے جاری کردہ ستر پچھتر سالہ پرانے تجارتی ادارہ "حاجی سلیمان طیب اینڈ کمپنی" کو سیلون کے مشہور شہر جافنا میں چلا رہا تھا۔ ہمارا سری لنکا کے اس شہر میں جو اس ملک کے ایک صوبہ کا دار الخلافہ بھی ہے کپڑے کا بہت اچھا کاروبار تھا۔ اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے ہمیں توفیق عطا فرمائی تو ہم نے وہاں اس کے گھر (مسجد) کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر کو ایک کمیٹی بنا کر جس کا میں سرپرست اور جنرل سکریٹری تھا تکمیل تک پہنچایا۔ اس مسجد کا نام ہم نے "مسجد محی الدین" (غوث پاک رضؓ کے اسم گرامی کی نسبت سے) رکھا۔ اس ملک میں مسلمانوں کی اکثریت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی پیروکار ہے اور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے خصوصی عقیدت رکھتی ہے۔ اس لئے ہم سب نے ملکر یہ طے کیا کہ اس مسجد کا افتتاح کسی ایسی برگزیدہ ہستی سے کرایا جائے کہ جو نہ صرف حضور غوث الثقلین قطب الکونین سلطان المقبولین ابو محمد محی الدینؓ کی نسل سے ہو بلکہ اپنے اعمال و کردار اور سیرت کے ساتھ ظاہری صورت سے بھی حضور غوث پاکؓ کی پیروکار ہو۔ چنانچہ ایسے کئی اعلیٰ مرتبت حضرات کے نام زیر تجویز آئے۔ ان میں سر فہرست حضرت عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سفیر عراق، متعینہ پاکستان اور حضرت شیخ طاہر علاؤ الدین گیلانی صاحب کے علاوہ میرے مرشد برحق شیخ المشائخ حضرت علامہ سید ظہر الحسن جیلانی چاند پوری المعروف بہ پیر جیلانی مدظلہ العالی کا اسم گرامی بھی تھا۔ چنانچہ سیدی و مرشدی آقائی و مولائی حضرت شیخ المشائخ کے حق میں متفقہ طور پر فیصلہ ہوا اور انہیں باضابطہ نہ صرف

Marfat.com

اس مسجد "محی الدین" کے افتتاح کے لئے زحمت کا دعوت نامہ جاری کیا گیا بلکہ "قرآن کانفرنس" میں بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ ضروری انتظامات کرنے کے بعد ہم اس تاریخ اور وقت کا بے چینی سے انتظار کرنے لگے کہ جب حضور غوث پاکؓ کے یہ فرزند جلیل سرزمین سری لنکا کے مقدر کو اپنے نوری قدوم میمنت لزوم سے جگمگانے والے تھے۔

وہ تاریخ ۲۵ر جون ۷۳ء کی مبارک تاریخ تھی۔ میں دو ہفتہ پہلے یعنی ۱۰ر جون کو کولمبو پہنچ گیا جہاں پہلے سے میرا ایک کمرہ بطور دفتر کے موجود تھا۔ لیکن یہ جگہ اس قابل نہ تھی کہ حضور شیخ المشائخ کے قیام کے لئے منتخب کی جائے۔ چودہ۱۴ دن کی انتھک محنت اور کوشش کے باوجود میں ایسی کوئی جگہ کرایہ پر یا اعزازی طور پر حاصل نہ کرسکا جو حضور انور کے قیام کے لئے شایانِ شان تو کجا محض مناسب اور موزوں ہی ہوسکے۔ میں بہت پریشان تھا اور کوئی انتظام ہونے میں نہیں آرہا تھا کیونکہ کولمبو میں میرے تعلقات محدود تھے۔ تاہم اچانک غوث پاکؓ کی پہلی کرامت کا ظہور ہوا اور میرے ایک ملازم سلیمان بھائی نے آکر مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ محلہ مورد اسٹریٹ مسجد لائن نمبر۱ میں ایک ٹرانسپورٹر مسٹر انور ہیں، انہیں بہت ہی عجیب وغریب بشارت ہوئی ہے جس کا وہ اظہار تو کرنا نہیں چاہتے لیکن جب میں نے ان سے یوں ہی سرسری طور پر تذکرہ کیا کہ حضور غوث پاکؓ کے فرزند جلیل شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی سری لنکا تشریف لارہے ہیں تو وہ تڑپ اٹھے اور کہنے لگے کہ میں تو اس مبارک وقت کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں کہ کب وہ مبارک قدم میرے گھر کو نوری بنائیں گے۔ میں اپنے یہاں ان کے قیام کا مکمل انتظام کروں گا۔ اور یہ کہتے ہی انہوں نے اپنی دو منزلہ عمارت کی پہلی منزل قطعی طور پر اور زیریں منزل جزوی طور پر خالی کرانے کے انتظامات شروع کردیئے ہیں۔ سلیمان بھائی سے یہ بات سنکر مجھے مسٹر محمد انور سے ملنے کا اسقدر اشتیاق ہوا کہ ایک لمحہ کی

Marfat.com

تاخیر بھی برداشت نہ کرسکا اور فوراً سلیمان بھائی کو ہمراہ لیکر ان سے ملنے کیلئے مورو اسٹریٹ مسجد لین روانہ ہوگیا اور یہ دیکھکر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ مسٹر انور نے ٹرانسپورٹ کے عملہ کی مدد سے اپنی بلڈنگ کو نہ صرف خالی کرالیا ہے بلکہ اس میں نئے سرے سے رنگ و روغن کا اہتمام بھی کر رہے ہیں۔ انہوں نے ۲۴ رجون کا دن اور پھر آنے والی رات اور ۲۵ رجون ۱۹۷۰ء کے نصف دن تک یہ تمام انتظامات مکمل کرلئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ چند دن پہلے محمد انور کو حضور غوث پاکؓ نے خواب میں بشارت عطا فرمائی تھی کہ "سری لنکا میں ہمارا فرزند آرہا ہے تم ان کی رہائش کے انتظامات کرو۔" اسی وجہ سے وہ اسقدر مستعدی سے اس کام میں مصروف تھے اور خود حضور مرشدی و آقائی کی غلامی کے لئے مع اپنے اہل خانہ بیقرار اور بے چین تھے جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا کہ نہ صرف وہ انکی اہلیہ اور بچے داخل سلسلۂ عالیہ "قادریہ رزاقیہ علویہ" ہوئے بلکہ انہوں نے اپنی اس بلڈنگ کو حلقہ کے دفتر کے لئے وقف کرکے اس کا نام ہی حضور آقائی و مولائی سعیدی و مرشدی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری کی نسبت سے "شاہ جیلانی منزل" رکھدیا۔

۲۵ رجون ۱۹۷۰ء کو صبح ہی سے ہم اس وقت کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے کہ جب غوث پاکؓ کے فرزند جلیل حضرت شیخ المشائخ سرزمین سری لنکا کو اپنے قدوم سے سرفراز فرمانے والے تھے لیکن بدقسمتی سے کولمبو کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر حضور کے استقبال کیلئے ہم صرف تین آدمی ہی جاسکے ' ایک میں خود اور دو میرے ملازم سلیمان بھائی اور رشید احمد۔ بھائی محمد انور اور ان کے اہل خانہ کیونکہ جائے قیام پر ضروری انتظامات میں منہمک تھے اس لئے ایئرپورٹ نہیں پہنچ سکے الغرض حضور مرشدی قبلۂ عالم کے دورہ کی ابتدا یہی تھی کہ کل تین آدمی استقبال کے لئے بندرانائیکے انٹرنیشنل ایئرپورٹ کولمبو پہنچے تھے جیسا کہ تصویر ۳ میں ظاہر ہے

Marfat.com

کہ میرے ملازم رشید احمد (جس پر نمبر پڑا ہوا ہے) اور میری تصویر کے پیچھے سلیمان بھائی اور میں خود حضور کے ساتھ کھڑے ہیں اور حضور کے دست مبارک میں پاسپورٹ اور کاغذات راہ داری ہیں۔ تصویر نمبر ۳ میں حضور مرشدی و مولائی کار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور تصویر نمبر ۲۹ میں ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں جبکہ دوسری چٹائی پر صاحب خانہ محمد انور بھائی اور میرا ملازم رشید احمد ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب حضور جائے قیام پر تشریف فرما ہوئے تو اس کمرے میں جو حضور کی آرام گاہ کے لئے مخصوص تھا فرنیچر لگایا جا رہا تھا اور جس کمرہ کو انتظار گاہ کے طور پر ملاقاتی حضرات نے استعمال کرنا تھا اس وقت تک فرنیچر وغیرہ سے آراستہ نہیں کیا جا سکا تھا کہ حضور نے حکم صادر فرمایا کہ اس کمرے میں ہمارے بیٹھنے کے لئے چٹائی بچھا دو۔ لہٰذا حکم کی تعمیل کی گئی اور یہ تصویر اسی وقت کیمرے نے محفوظ کر لی۔ چالیس نمبر کی تصویر اس موقع کی ہے جب کولمبو میں پاکستانی سفارت خانہ پر متعین افسر رابطہ جناب بشیر احمد احمد صاحب حضور سے ملاقات کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ کولمبو کے ایک بڑے تاجر احمد بھائی اور ان کے فرزند اور تیسرے نمبر پر بھائی محمد انور اور سر پر رومال رکھے ہوئے ان کا بچہ ہے۔ پاکستانی سفارت خانہ کے افسر رابطہ جناب بشیر احمد صاحب بھی سر پر رومال باندھے ہوئے ہیں۔ یہ تھے اس دورے کے ابتدائی لمحات اس کے بعد اللہ رب العزت نے جو کرم فرمایا اس کا مکمل تذکرہ تو ایک علیحدہ کتاب کی تصنیف کا متقاضی ہے لیکن میں اس موقعہ پر تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد فوٹو گراف میں سے صرف چالیس کی مدد سے چند واقعات مختصراً بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

"ذکر الٰہی کے قرآنی فیضان" کا سب سے پہلا مظاہرہ اور مشاہدہ اس وقت ہوا جب ۲۶ جون ۱۹۷۶ء کو کولمبو شہر میں پہلا حلقۂ ذکر منعقد کیا گیا جس میں سلسلۂ عالیہ "قادریہ رزاقیہ علویہ" کے طریقہ کے مطابق پہلے "ذکر نفی و اثبات" اور ذکر اسم

ذات بالجہر اور اس کے بعد " ذکر اسمِ ذات سانس سے " (جسے ذکر انفاس کہتے ہیں) مراقبہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ حضرت مرشدی و مولائی کے ارشاد کے مطابق " کلمہ طیبہ کے حصہ " توحید " کو صوفیائے کرام کی اصطلاح ہیں " ذکر نفی و اثبات " کہا جاتا ہے جسمیں لطیفہ " روح " سے غیر اللہ کی نفی اور لطیفہ " قلب " میں اللہ رب العزت کا اثبات ہوتا ہے۔ یہ ذکر جہری ہے اور ضربات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح " ذکر اسم ذات " بھی ضربات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی جہری ذکر ہے لیکن " ذکر انفاس " بغیر آواز کے سانسوں میں اللہ رب العزت کے اسم ذات کو لبسا کر مراقبہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ اس حلقۂ ذکر کے بعد حضور مرشدی و مولائی قبلہ عالم شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری صاحب مدظلہ العالی نے جب اُردو میں خطاب فرمایا تو حاضرین پر جو اُردو زبان سے قطعی ناواقف تھے ایسی رقت طاری ہوئی کہ " ذکر الٰہی کے فیضان " کا سماں بندھ گیا اور معلوم ہونے لگا کہ حاضرین کے قلوب اس درجہ رقیق ہو گئے ہیں کہ آنسو بن کر بہہ جائینگے رقت قلبی کا یہ مظاہرہ عجیب و غریب اور مشاہدۂ ذکر کی عظمت کی گواہی تھا۔ اس واقعہ کی شہر بھر میں اسقدر شہرت ہوئی کہ پانچ یوم کے مختصر قیام میں حلقہ ذکر میں جو روز آنہ منعقد ہو رہا تھا حاضرین کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی اور " کرامات غوثیہ " کا ظہور شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے یہ واقعہ ظہور میں آیا کہ " ملایا " کے ایک سفارت کار جو غالباً کولمبو میں اپنے سفارت خانہ کا " سیکنڈ یا تھرڈ سکریٹری " تھا کی ایک لڑکی آٹھ دس سال کی عمر تک گونگی تھی۔ وہ عیسائی تھی اور اس کا نام " میری جوزف " تھا حضور قبلہ عالم کے حضور پیش کی گئی (تصویر ۵ میں لڑکی حضور کی دست بوسی کر رہی ہے حضور نے اس پر کلام الٰہی دم فرمایا) مرشدی و مولائی شیخ المشائخ نے اللہ تعالیٰ کے کلام کا ایک حصہ شہد پر دم کر کے دیا اور حکم فرمایا کہ اس شہد کو اس کی زبان پر

Marfat.com

زبان میں شہد دبا لگایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو اللہ رب العزت کے فضل سے یہ لڑکی گیارہ دن کے اندر اندر۔ توتلے توتلے الفاظ سے بولنے لگی۔ اس واقعہ نے سفارتی اور سیاسی حلقوں میں اس قدر شہرت پائی کہ اسمبلی کے ممبران کے علاوہ سری لنکا کے اہل حکومت وزراء اسمبلی کے اسپیکر اور عمائدین شہر سب ہی شیخ المشائخ حضرت علامہ جیلانی چاندپوری مدظلہٗ العالی کی زیارت کے مشتاق ہو گئے۔ پانچ یوم قیام کے بعد مرشدی و مولائی تو اس غلام کے شہر جافنا کے لئے تشریف لے گئے یہ غلام اور اس کے دونوں ملازم ساتھ تھے جافنا شہر میں پہنچتے ہی "کرامات غوثیہ" کے ظہور اور مشاہدوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا جن سب کی تفصیلات کے لئے ایک علیحدہ تصنیف درکار ہے سب سے پہلے یہ ہوا کہ حضور کو جس جگہ قیام فرما ہونا تھا جب وہاں تشریف لائے تو عمارت کے دروازے پر ایک عورت بیٹھی تھی جس کے جسم پر بے اندازہ زخم تھے پھوڑوں سے پیپ بہہ رہی تھی اس نے حضور کے موٹر سے باہر تشریف لاتے ہی حضور سے کچھ سوال کیا جسے یہ غلام نہ سن سکا حضور اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سنکر رک گئے اور غلام کو حکم دیا کہ اسے ہماری طرف سے ہماری رقم میں سے جو ایکسچینج کے لئے غلام کو دی گئی تھی کچھ پیسے دیدو غلام نے تعمیل کی تو اس عورت نے مقامی زبان میں مجھ سے کہا کہ یہ کون ہے میں نے اسے سمجھایا کہ یہ میرے مرشد ہیں اور پاکستان سے ابھی ابھی تشریف لا رہے ہیں اس عورت نے سوال کر دیا کہ ان سے مجھے پیسے نہیں چاہئیں صحت اور تندرستی چاہیئے میں نے اس کا یہ سوال حضور مرشدی کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور نے مسکرا کر میری طرف نگاہ کرم فرمائی پھر سامنے عمارت کے صحن میں کھڑے ہوئے نیم کے درخت کی طرف اشارہ فرما کر حکم فرمایا کہ اس نیم کے درخت کے پتے توڑ کر پانی میں پکا کر اس سے اس عورت کو غسل کراؤ اور ان پتوں کو پیس کر اس کا عرق

Marfat.com

نکالو اور اسے گرم کرکے نمک سے پھاڑ لو اور اس کا نیز پانی صبح و شام اسے پلاؤ۔ انشاءاللہ رب العزت فضل و کرم فرما دیں گے اس کے بعد مرشدی و مولائی نے اس عورت پر کچھ پڑھ کر دم فرمایا۔ اس ہدایت پر عمل کرنے اور روزانہ دم کرانے سے عورت مذکور کے زخم تین دن کے اندر اچھے ہونا شروع ہو گئے اس واقعہ سے جافنا میں حضور کی شہرت جنگل کی آگ سے زیادہ تیزی سے پھیلی۔ ادھر کولمبو شہر میں مسلمانوں کے معتبر اور معتمد حضرات بالخصوص سری لنکا کی قومی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر جناب آئی۔ اے فادر اور ان کی اہلیہ۔ وزیر تعلیم مسٹر بدیع الدین محمود اور قائد اعظم محمد علی جناح کے قریبی دوست اور سری لنکا کے پاکستان میں پہلے سفیر جناب سر محمد رازق فرید جیسی شخصیتیں حضور شیخ المشائخ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی مشتاق ہو گئیں چنانچہ جافنا کی "مسجد محی الدین" کی تقریب افتتاح میں شرکت کرنے کے لئے سری لنکا کے وزیر تعلیم جناب بدیع الدین محمود جافنا تشریف لائے جیسا کہ تصویر ۲ میں یہ غلام عبدالحفیظ قادری علوی القادری انہیں ہار پہنا کر خوش آمدید کہہ رہا ہے اور تصویر ۲ میں وزیر تعلیم "مسجد محی الدین" کے اجلاس سے منبر مسجد کے برابر میں کھڑے ہوئے خطاب کر رہے ہیں اور حضور مرشدی و مولائی کا مقامی زبان میں عوام سے تعارف کرا رہے ہیں۔ اس کے بعد کرامات غوثیہ کا جو سلسلہ شروع ہوا اس کا احاطہ اس وقت ممکن نہیں صرف تصاویر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صرف بارہ دن کے حضور کے قیام جافنا میں لوگوں کے کیسے کیسے جم غفیر فیضیاب ہوئے اس موقع پر میں اس واقعہ کا ذکر ضرور کروں گا جس میں سات عیسائی بیک وقت مسلمان ہوئے تصویر ۳ میں جافنا کی مسجد محی الدین کی پہلی منزل پر ان عیسائیوں کو مسلمان کیا گیا تو نو مسلم محمد عمر اس غلام کے برابر میں اور مقامی دارالعلوم اسلامیہ کے شیخ الحدیث صاف نظر آ رہے ہیں یہ تصویر ان عیسائیوں کو مسلمان کرتے وقت لی گئی تھی۔ اس کے علاوہ جافنا کے تصویری حالات ہر تصویر کے ساتھ دو لائنوں میں مختصر بیان کرکے تعارف

کرا دیا گیا ہے۔ اب کولمبو واپسی کا تھوڑا سا ذکر سن لیجئے عیسائی کے مسلمان ہونے
کے واقعہ نے کولمبو کے پریس کو بھی متوجہ کر لیا اور حضور مرشدی کے دورے کی خبریں
مقامی اخبارات میں شائع ہونا شروع ہوئیں اور کرامات غوثیہ کے ظہور اور مشاہدوں
کا ذکر عام ہو گیا۔ تو۔ سری لنکا کی قومی اسمبلی کے مسلمان ڈپٹی اسپیکر جناب آئی۔ اے قادر
(یہ پاکستان تشریف لا چکے ہیں) حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اور
ان کی اہلیہ نے حضور کو اپنی کوٹھی پر قیام رہنے کی التجا کی لیکن حضور نے اسے قبول نہیں
فرمایا تو انہوں نے ایک محفل گیارہویں شریف کے انعقاد میں حضور کی شرکت کی تمنا کی تو
حضور نے اسے قبول فرمالیا۔ اب ذرا تصاویر کی زبانی داستان سنیئے تصویر نمبر ۱
آئی۔ اے قادر حضور کے ساتھ ہیں اور ان کے برابر میں پاکستانی سفارت کار جناب
بشیر احمد صاحب (چشمہ لگائے ہوئے ننگے سر) تصویر نمبر ۲ سری لنکا کے پاکستان میں
پہلے سفیر جناب سر محمد رازق فرید حضور مرشدی کا اقبال اور دست بوسی کر رہے ہیں
سری لنکا کے دوسرے مسلم عمائدین بھی موجود ہیں پاکستانی سفارت خانہ کے افسر
رابطہ بشیر احمد صاحب اس تصویر میں سر پہ رومال باندھے ہوئے نظر آ رہے ہیں
تصویر نمبر ۳ میں وزیر تعلیم بدیع الدین محمود صاحب کی اہلیہ اپنے دونوں لڑکوں (ان کے
داہنی اور بائیں طرف) کو دعا اور نصیحت کے لئے پیش کر رہی ہیں۔ تصویر نمبر ۴ میں
سری لنکا کی قومی اسمبلی کے مسلم ڈپٹی اسپیکر جناب آئی۔ اے قادر کی فیملی دعا کے لئے
حاضری دے رہا ہے درمیان میں آئی۔ اے قادر ہیں حضور مرشدی کے برابر سفارتخانہ
پاکستان کے پہلے رابطہ افسر (جو سری لنکا کے باشندہ ہیں) بیٹھے ہیں اور جافنا عثمانیہ کالج
کے پرنسپل کھڑے ہوئے ہیں تصویر نمبر ۵ آئی۔ اے۔ قادر صاحب کا خاندان ہے حضور
کے سامنے آئی۔ اے قادر کی لڑکی کو دعا کے لئے پیش کیا گیا جس کی شادی ہونے والی
تھی حضور مرشدی نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی تصویر میں محمد انور اور حضور کی

Marfat.com

ترجمانی کا فرض انجام دینے والے پاکستانی سفارت کے رابطہ افسر اور عثمانیہ کالج جافنا کے پرنسپل نظر آرہے ہیں تصویر نمبر ۹ میں حلقہ ذکر کی محفل سے خطاب تصویر نمبر ۱۰ میں دارالعلوم اسلامیہ کے شیخ الحدیث (گول دائرہ میں) حضور مرشدی سے بیعت کے بعد بیٹھے ہیں تصویر نمبر ۱۱ میں محلہ مورو اسٹریٹ میں حضور کا استقبال جلوس کی شکل میں (دائرہ میں حضور کا چہرہ انور ہے) تصویر نمبر ۱۲ جافنا میں حضور کا الوداعی استقبال تصویر نمبر ۱۳ حضور کے جافنا سے رخصت کے وقت مریدین کا گروپ عثمانیہ کالج جافنا کے پرنسپل ٹائی باندھے ہوئے برابر میں کھڑے ہیں نمبر ۱۴ جافنا میں ایک محفل میں شرکت کے لئے حضور کی آمد۔ تصویر نمبر ۱۵ کولمبو میں محمد انور کے مکان (شاہ جیلانی منزل) پر حضور کی زیارت کے متمنی حضرات کا ہجوم نمبر ۱۶ ہندو خواتین کو حضور دُعا دے رہے ہیں جو بڑی تعداد میں روزانہ کلام الٰہی دم کرانے کے لئے حاضر ہوا کرتی تھیں تصویر نمبر ۱۷ کولمبو سے رخصت ہوتے وقت محمد انور صاحب کی اہلیہ حضور کی خدمت میں دودھ کا کپ پیش کر رہی ہیں یہ مقامی رسم ہے تصویر نمبر ۱۸ میں مسجد حنفیہ میں حضور کا خطاب حاضرین میں یہ غلام نظر آرہا ہے نمبر ۱۹ جافنا میں حلقۂ ذکر کی ایک محفل تصویر نمبر ۲۰ میں جافنا سے رخصت کے وقت الوداعی جلوس تصویر نمبر ۲۱ حلقہ مولانا رفاعی سے حضور مرشدی خطاب فرما رہے ہیں تصویر نمبر ۲۲ دارالعلوم اسلامیہ کے ہال میں محفل حلقۂ ذکر میں۔ دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضور کے ارشادات کا ترجمہ بیان فرما رہے ہیں تصویر نمبر ۲۳ میں شاہ جیلانی منزل کولمبو میں حلقہ ذکر میں ہزاروں مقامی باشندوں کی شرکت کا منظر۔ تصویر نمبر ۲۴ اور نمبر ۲۸ میں حضور مسلم خواتین (جو روزانہ کلام الٰہی دم کرانے کے لئے حاضر ہوتی تھیں) کو نصیحت فرما رہے ہیں تصویر نمبر ۲۵ اور نمبر ۲۶ میں مقامی حلقہ رفاعی (کولمبو) کے مرشد دف پر ذکر کی محفل میں حضور کا استقبال کر رہے ہیں۔ تصویر نمبر ۲۷ میں جافنا سے واپسی پر شہری ایئرپورٹ کولمبو پر حضور کا استقبال۔ تصویر نمبر ۲۹ کولمبو سے روانگی کے وقت

Marfat.com

الوداعی جلوس شاہ جیلانی منزل سے روانہ ہو رہا ہے تصویر نمبر ۳۰ میں حضور مرشدی کی روانگی کے وقت حاضرین مرد اور عورتیں افسردہ ہیں اور سب پر گریہ طاری ہے تصویر نمبر ۳۲ میں کولمبو سے رخصت کے وقت ہندو خواتین افسردہ ہیں اور رو رو کر دعاؤں کی التجا کر رہی ہیں تصویر نمبر ۳۳ میں ہندو اور غیر مسلم خواتین حضور کی رخصت کے وقت بلڈنگ کے اوپر سے الوداع کہہ رہی ہیں یہ بلڈنگ بندرانائیکا مسٹر بنسر ایئرپورٹ پر بھی سب خواتین افسردہ ہیں تصویر نمبر ۳۴ میں جافنا کے طلبا حضور کو شاندار الوداعی جلوس میں ایئرپورٹ کے لئے لا رہے ہیں عثمانیہ کالج کے پرنسپل تصویریں موجود ہیں تصویر نمبر ۳۵ اور نمبر ۳۶ جافنا ایئرپورٹ کے وی آئی پی لاؤنج کی ہے تصویر نمبر ۳۶ گول دائرے میں وہ شخص نظر آ رہا ہے جس کی بینائی کرامت غوثیہ سے اللہ رب العزت نے واپس کی اور جب اسے نظر آنے لگا تو وہ پورے جافنا میں اس کرامت کا چلتا پھرتا اور زندہ مشاہدہ تھا جس پر ہر شخص اللہ رب العزت کے کلام اور اس کے دوستوں کے فیضان کا قائل ہو گیا تھا

نوٹ :۔ حضور شیخ المشائخ مدظلہ العالی کا یہ دورہ صرف چالیس یوم پر مشتمل تھا۔ فقط

حقیر و ادنیٰ غلام و خادم حلقہ

عبدالحفیظ فتانی علوی القادری

Marfat.com

... ادر ڈپٹی اسپیکر قومی اسمبلی اور پاکستانی
سفارت ... کے لبنیر احمد چشمہ لگائے ہوئے ہیں

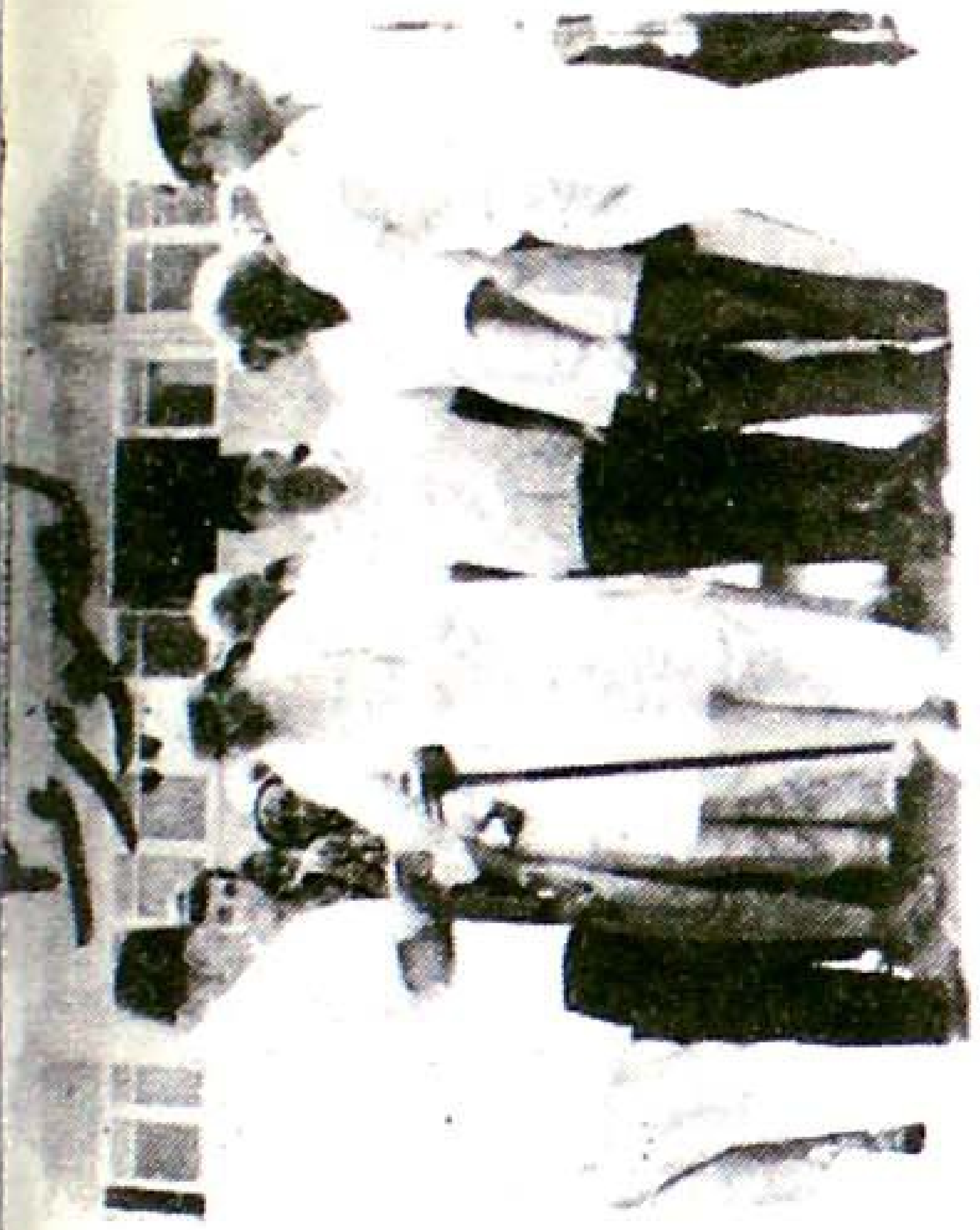

جب مرحمدر زنی حضور مرشدی کی دست بوسی اور
استقبال کر رہے ہیں پاکستانی سفارت خانہ
افسر ... سر پر رومال باندھے ہوئے ہیں۔

وزیر تعلیم بدیع الدین محمود کی اہلیہ اپنے دونوں
لڑکوں کیلئے دعا اور نصیحت حضور سے طلب کر رہی ہیں۔

آئی-اے قادر کی فیملی دعاؤں کی طالب ہے جافنا کے
اسلامیہ کالج کے پرنسپل کھڑے ہوئے، اور
سفارت خانہ کے پہلے افسر رابطہ بیٹھے ہیں

Marfat.com

آئی۔ اے فاروق لڑکی کے سر پہ ہاتھ رکھ کر حضور اسے دعا دے رہے ہیں اس لڑکی کی شادی ہونے والی تھی۔ تصویر ... کمرہ ... رہی ہیں۔

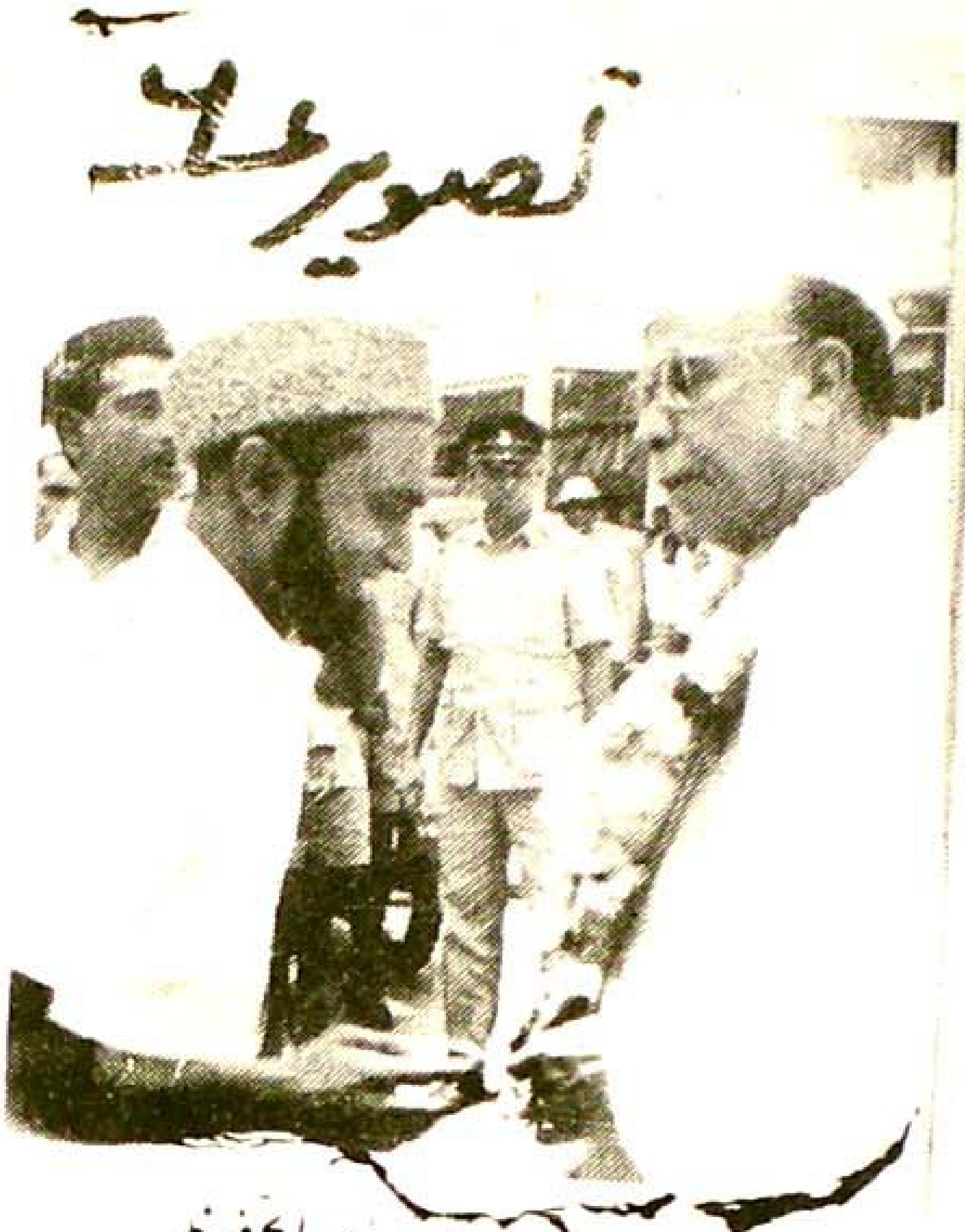

... الحفیظ ... استقبال ...

سری لنکا ... الدین ... کے افتتاح ... مسجد ... ہوئے عوام ... المستان ...

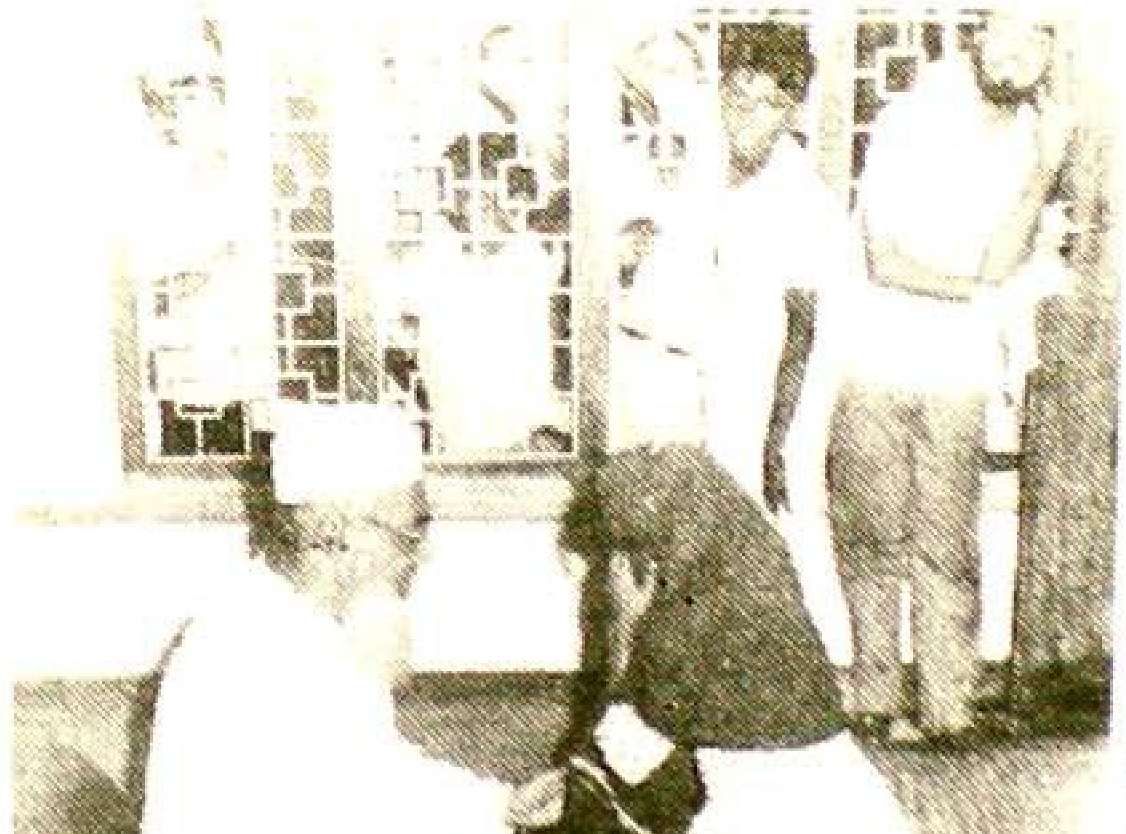

ملائیشیا کے سفارت ... تصویر ... رقیہ عالم کی دست بوسی کر رہی ہے

Marfat.com

تصویر نمبر ۹ میں حلقۂ ذکر کی محفل سے خطاب

تصویر نمبر میں دار العلوم اسلامیہ کے شیخ الحدیث (گول دائرہ میں) حضور مرشدی سے بیعت کے بعد بیٹھے

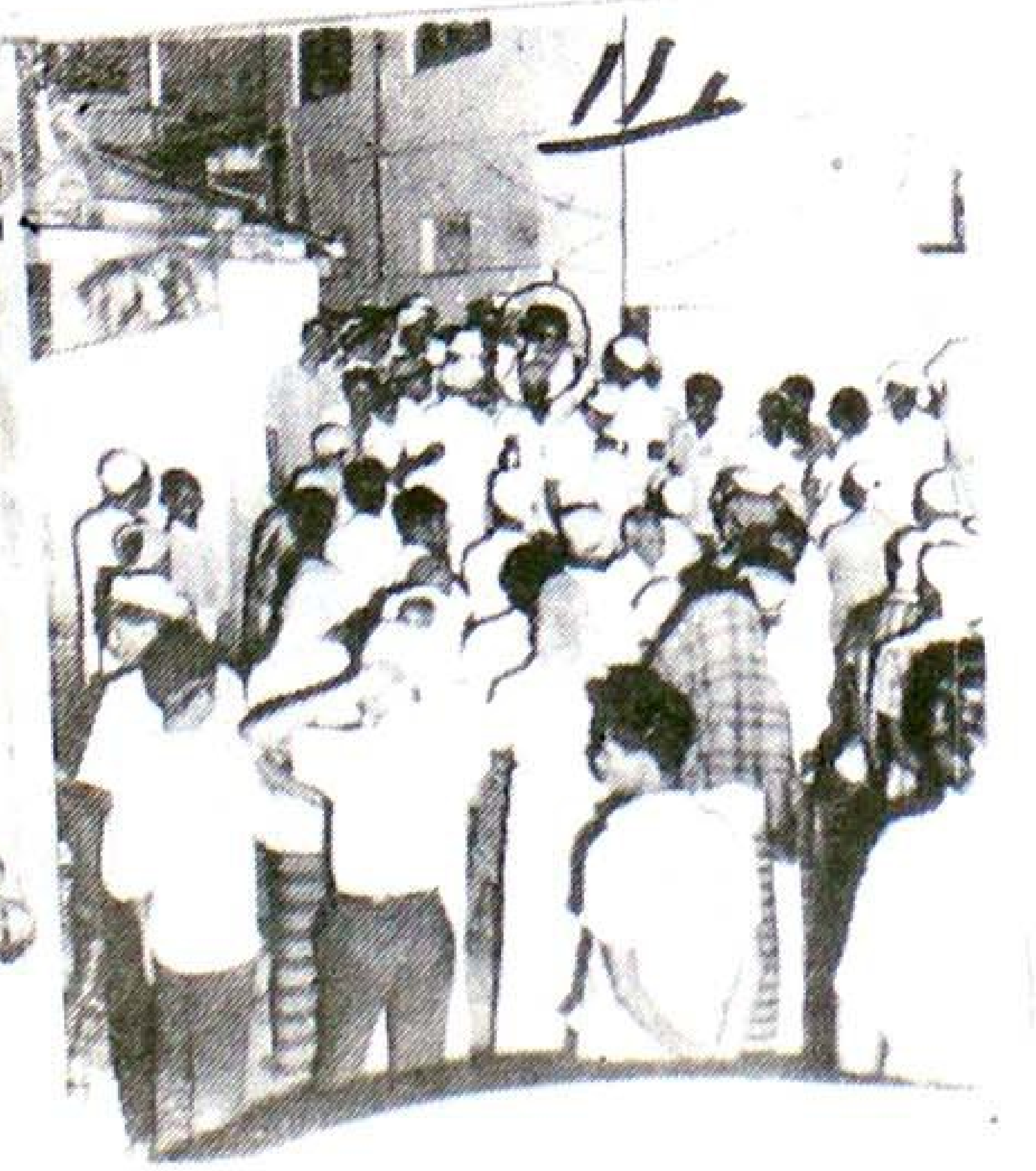

تیانا میں حضور کا عوامی استقبال

محلہ مو... وا اسٹریٹ میں حضور کا استقبال جلوس کی شکل میں (دائرہ میں حضور کا چہرہ انور ہے)

Marfat.com

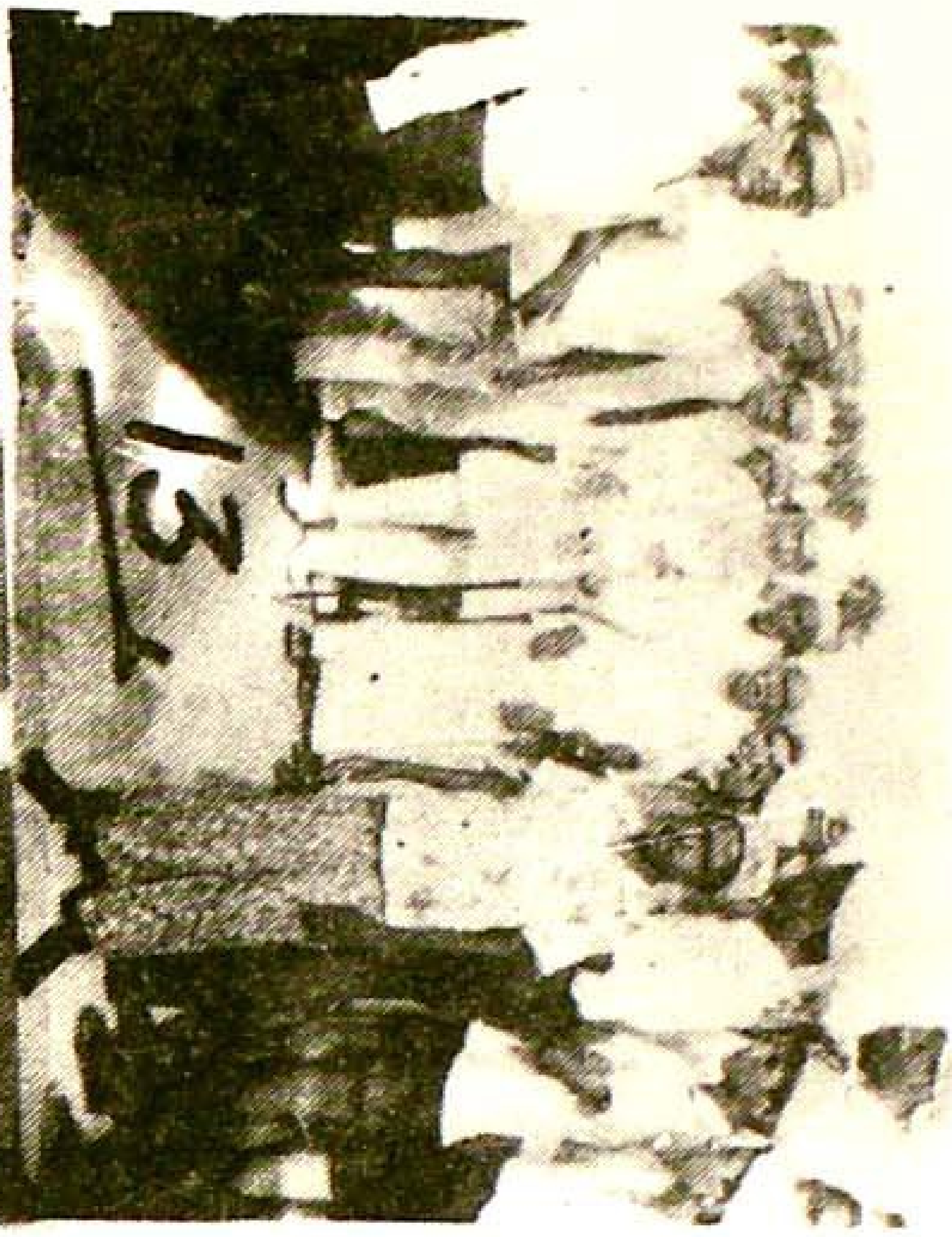

حضور کے ہاتھ سے رخصت کے وقت مریدین کا
گروپ غوثیہ کالج جو خفا کے پرنسل ٹائی باندھے ہوئے برابر میں کھڑے ہیں

جامعہ میں ... شرکت کے لئے حضور کی آمد

کولمبو میں محمد انور کے مکان (رشاہ جیلانی منزل)
پر حضور کی زیارت کے متمنی حضرات کا ہجوم

ہنزہ خواتین کو حضور دعا دے رہے ہیں جو بڑی
تعداد میں روزانہ کلام ... سے دم کرانے کیلئے حاضر ہوا کرتی تھیں

Marfat.com

کوسو سے رخصت ہوتے وقت محمد نور صاحب کی
بیٹی حضور کی خدمت میں دودھ پیش کر رہی ہیں
... ہیں کرتے۔

مسجد حنفیہ میں حضور کا خطاب حاضرین
میں یہ علماء نظر آ رہے ہیں۔

جافنا میں حلقہ ذکر کی ایک محفل

دنیا سے رخصت کے وقت الوداعی جلوس

Marfat.com

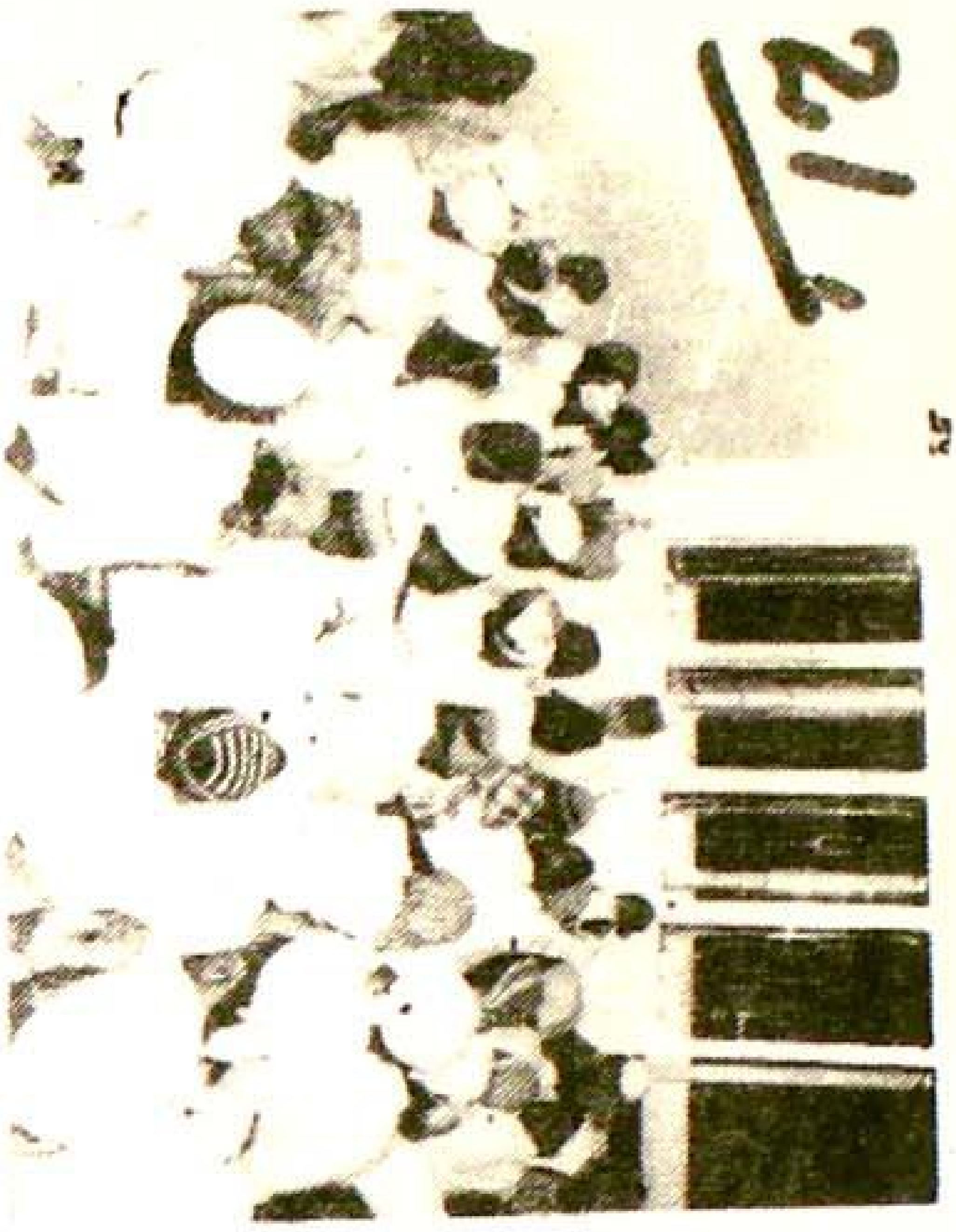

حلقۂ مولانا رفاعی سے حضور مرشدی
خطاب فرما رہے ہیں

دارالعلوم اسلامیہ کے ہال میں محفل حلقۂ ذکر میں۔
دارالعلوم کے شیخ حدیث حضور کے ارشادات
کا ترجمہ بیان فرما رہے ہیں،

شاہ جہری سرالا ربیوں میں حلقۂ ذکر میں بزرگوں
مقامی باشندوں کی شرکت کا منظر۔

۲۴ اردن میں حضور مسلم خواتین (جو روزانہ کلام الٰہی
ختم کرنے کیلئے حاضر ہوتی تھیں) کو نصیحت فرما رہے ہیں

Marfat.com

تصویر نمبر ۲۵ اور ۲۶ میں حلقہ رفاعی اکولمبو کے مرشد [illegible] کی محفل میں حضور کا استقبال کر رہے ہیں

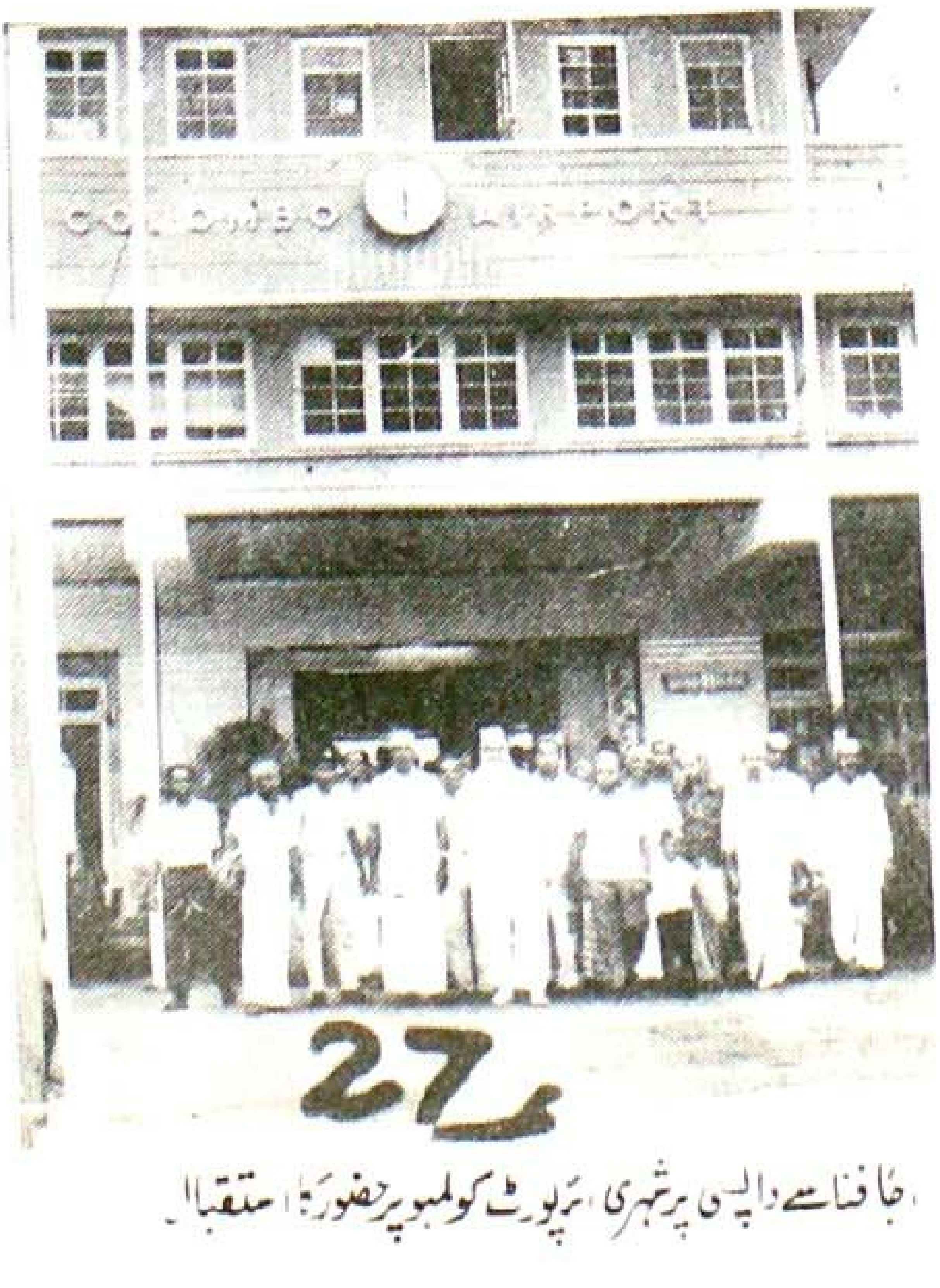

جافنا سے واپسی پر شہری ائرپورٹ کولمبو پر حضور کا استقبال

Marfat.com

کولمبو سے روانگی کے وقت الوداعی جلوس شاہ جیلانی منزل
سے روانہ ہو رہا ہے

حضور ان رخصت سے روانگی کے وقت حاضرین
مرد و عورتیں افسردہ ہیں اور سب پر گریہ طاری ہے

مسجد محی الدین جاپانی کی پہلی منزل پر سات عیسائیوں کو
حضور مشرف بہ اسلام فرما رہے ہیں نو مسلم محمد عمر
عبد الحفیظ علوی لقادری کے برابر ہے دار العلوم اسلامیہ
کے شیخ الحدیث صاف نظر آ رہے ہیں۔

کولمبو سے رخصت کے وقت مستورات بھی
ہیں اور وہ رو رو کر دعائیں کی انتہا کر رہی ہیں

Marfat.com

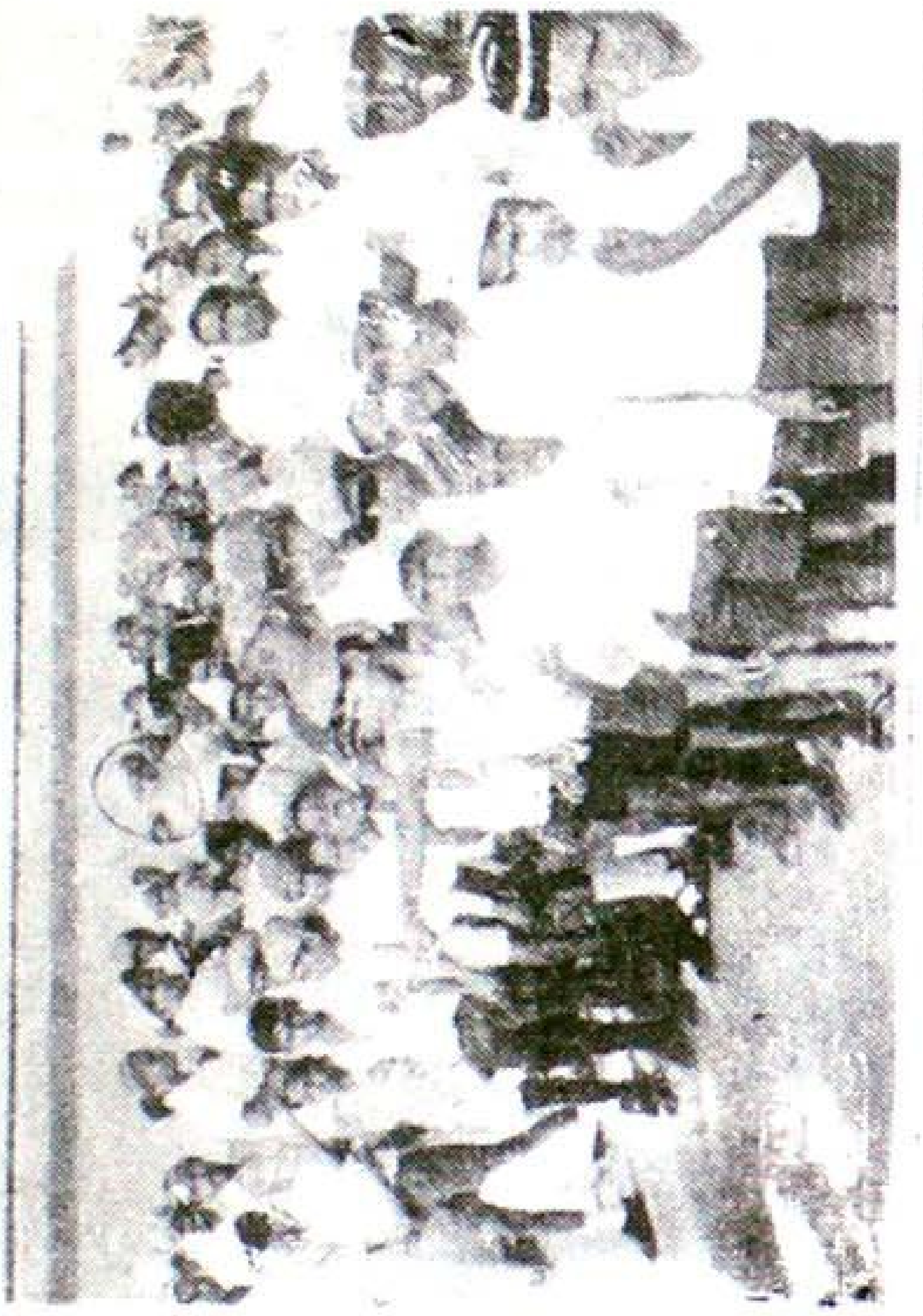

ہندو اور غیر مسلم ... تصویر ... زیارت ... صاحب ... و دعا میں حصہ لے رہے ہیں

ہیڈ ... کے اوپر سے ادوات ... رہی ہے

... بلڈنگ ہندو ... یہ ... جس ... رپورٹ

ایئر پورٹ ... رہے ہیں ... کے برسل ... موجود ہیں

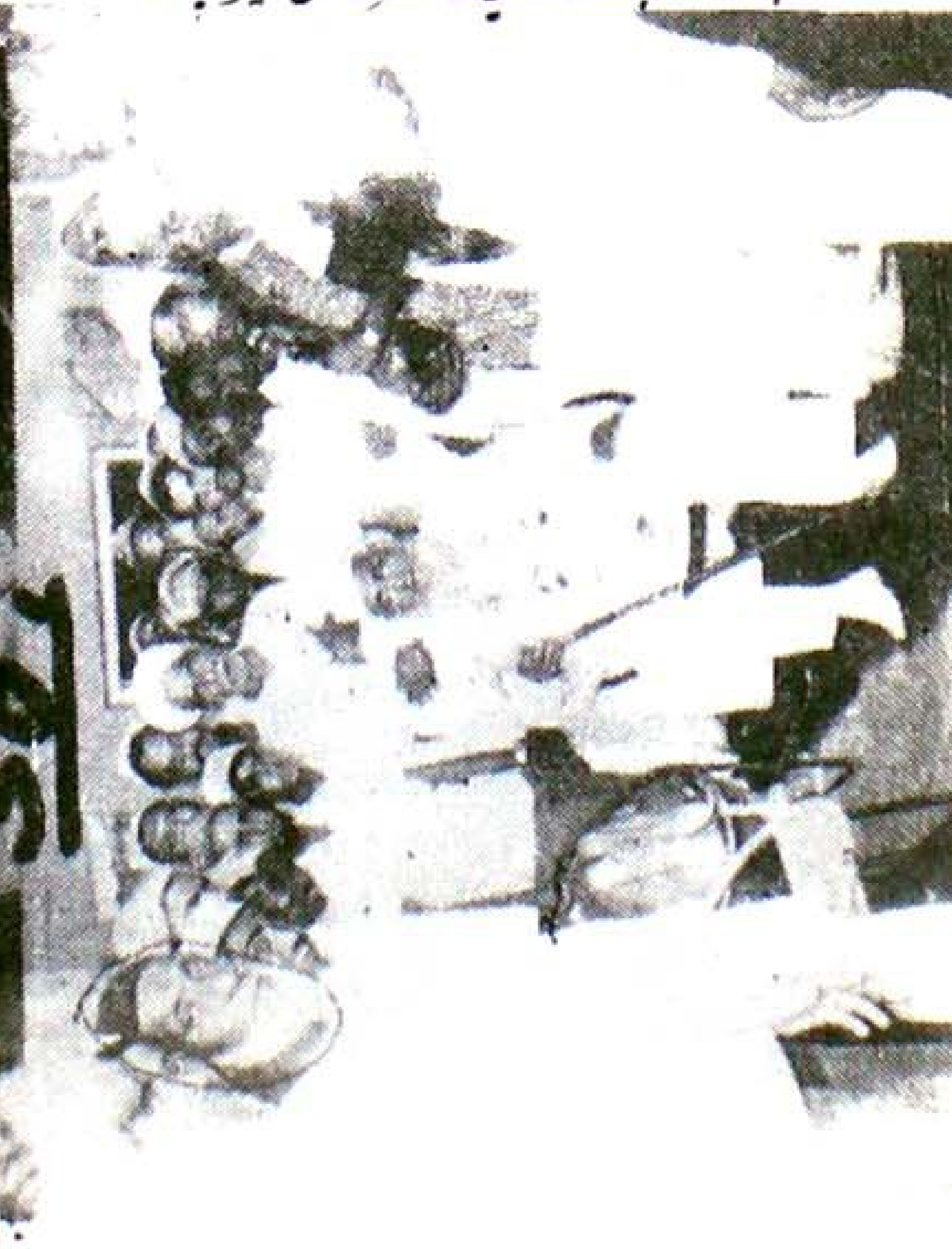

... صاحب ... ل د بڑے ... شخص نظر آرہے

... اسے نظر ے لگا ... پورے ...

... بلند ... اللہ رب ... کے کلام اور

... فانی ہو گیا ...

Marfat.com

حضور مرشدی ایرپورٹ پر کار تک سوار ہو رہے ہیں

سری لنکا ایئرپورٹ کولمبو پر استقبال

رنگون میں پاکستانی سفارت خانہ کے افسر الحاج
جناب بشیر محمد سر پر رومال باندھے
ہوئے حضور سے ملاقات کر رہے ہیں۔

حضور شیخ المشائخ شاہ جیلانی منزل پہنچے تو سب
سے پہلے چٹائی پر تشریف فرما ہوئے

Marfat.com

His Holiness Sheikh Seyad Zaheerul Hassan Jeilani Moulana, arrived in Sri Lanka from Karachi.

His Holiness recently presided at a Majlis held at the residence of Mr. I. A. Cader.

In the picture are: Mr. I. A. Cader, His Holiness and Mr. I. A. Cader's son.

The Minister of Education Dr. Badiuddin Mahmud and Sir Razik Fareed also participated in the Majlis.

DAILY MIRROR, Dat. COLOMBO 1-8-72

Zikir Majlis

Dear Brethren,

ASSALAMU ALAIKUM

Zikir - Thua - Prayers will be conducted by His Holiness Sheikh Seyad Zaheerul Hassan Jeilani Moulana, the Great-grand-son of the Holy Saint Seyadna Mohideen Abdul Cader Jeilani and Head of Silsila Aaliya Qadiriya, Razzakiya, and Alaviya Thareekas from Karachi, Pakistan on Thursday, 13th July, 1972, (Friday night) at 9-30 p. m. at Mahmud Hall, Osmaniya College, Jaffna. His Holiness will also deliver lecture on different aspects of Islam.

ALL ARE CORDIALLY INVITED.

HOLY QURAN MAJLIS,
OSMANIYA COLLEGE, JAFFNA.

Sri Lanka Printing Works, Jaffna.

Marfat.com

Marfat.com

ناشر

حلقۂ علویہ

Marfat.com

ناشر

حلقۂ علویہ

Marfat.com